بدامنی اور لاقانونیت کی سیاہ رات میں روشن چراغ

پیغمبرِ امن صلی اللہ علیہ وسلم

آل پاکستان سیرت نگاری کے مقابلے میں پہلی تین پوزیشنیں حاصل کرنے والے مقالے

www.KitaboSunnat.com

مقالہ نگار:
مولانا منیر احمد وقار
پروفیسر اشفاق احمد خان
پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ عبد القادر

مرکزی جمعیت اہلِ حدیث سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

پیغمبرِ امن ﷺ

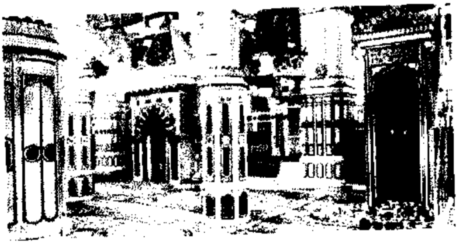

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدامنی اور لاقانونیت کی سیاہ رات میں روشن چراغ

پیغمبرِ امن ﷺ

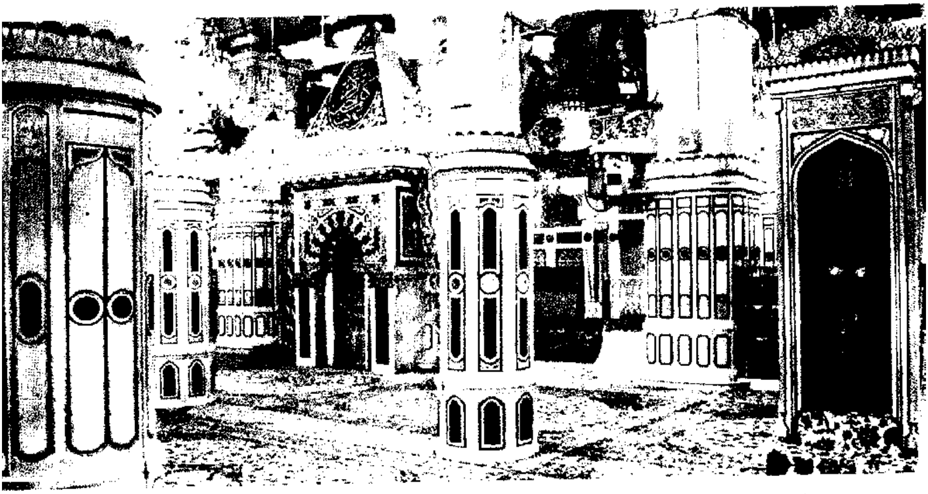

آل پاکستان سیرت نگاری کے مقابلے میں پہلی تین پوزیشنیں حاصل کرنے والے مقالے

مقالہ نگار:

مولانا منیر احمد وقار　　پروفیسر اشفاق احمد خان　　پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر

نظر ثانی: طارق جاوید عارفی ریسرچ فیلو دارالسلام

زیر اہتمام: امام بخاری یونیورسٹی سیالکوٹ

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث سیالکوٹ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقالہ ❶	35 تا 185
مقالہ ❷	186 تا 335
مقالہ ❸	336 تا 463

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین

حرفِ آغاز 19
تقدیم 24
تعارف 26

1

باب 1: امن اور تلاشِ امن

امن دورِ حاضر میں 36
امن کی تلاش 37
امن کیسا ہو؟ 38
تلاشِ امن کا صحیح طریق اور معیار 38
نقشۂ عالم پر امن کے نظریات و مذاہب کا ہجوم 39
یہودیت اور امن 40
صرف اسرائیلیوں کے لیے پیغامِ امن 41
عیسائیت اور امن 44
عیسائیت اور حقوق و فرائض 45

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مضامین

6

انجیل کی حفاظت 46
اعمال کے دفاتر 47
بدھ مت اور امن 49
بدھ مت کی تعلیمات 50
آرین مذاہب اور امن 51
ہندومت اور امن 52
ہندومت کا نظام عدل وانصاف 52
پس چہ باید کرد؟ 55
امنِ عالم کا تنہا علمبردار 56

باب 2: امن، بعثت نبوی ﷺ سے پہلے اور بعد

پیغمبرِ امن ﷺ سے پہلے کا زمانہ اور امن 58
یہودیت، بعثت نبوی ﷺ سے پہلے 59
عیسائیت، بعثت نبوی ﷺ سے پہلے 59
مجوسیت، بعثت نبوی ﷺ سے پہلے 60
بدھ مذہب کی حالت 60
ہندو مذہب کی حالت 61
قدیم عرب کے احوال 61
متمدن ممالک کے احوال 62
قرآن کریم کا تبصرہ 62
پیغمبرامن ﷺ کی ولادت وسلسلۂ نسب 63

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والدہ اوران کا سلسلۂ نسب ... 64
مقام نسب ... 65
قبیلہ، خاندان اور رضاعت ... 65
دنیاوی سہاروں سے محرومی ... 65
امن کا پہلا علَم ... 65
حلف الفضول کا متن ... 67
حلف الفضول کی اہمیت ... 68
امن کا دوسرا علَم ... 68
اسلوبِ امن کی تلاش ... 69
پیامِ امن آ گیا ... 70
امن کا فارمولہ ... 70
مکی دور اور امن عالم کے لیے افراد سازی ... 72
حزب اللہ کی صفات و خصوصیات ... 76
اور نورِ امن پھیلتا گیا ... 79
پیغمبر امن ﷺ طائف میں ... 80
مختلف قبائل اور افراد کو دعوتِ امن ... 80
موسمِ حج اور درسِ امن ... 80
چھ سعادت مند روحیں امن کی شاہراہ پر ... 80
مکہ سے مدینہ کی طرف ... 82
امن کا دوسرا فارمولہ ... 82

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 3: پیغمبر امن ﷺ مدینہ منورہ میں

پیغمبر امن ﷺ مدینہ منورہ میں 84
مدینہ میں پیغمبر امن ﷺ کی مساعیِ امن 87
پہلا اِقدام 87
دوسرا اقدام 87
تیسرا اقدام 88
پہلے عہد و پیماں کی دفعات 89
امن و امان کا پیکر معاشرہ 91
چوتھا اقدام 91
میثاقِ مدینہ کی دفعات 92
پوری دنیا کا دستورِ امن 93
قبیلہ جہینہ سے معاہدۂ امن 94
بنوضمرہ سے معاہدۂ امن 94
بنومدلج سے معاہدۂ امن 95
قریش سے معاہدۂ امن 95
صلح حدیبیہ کی دفعات 96
مسلمانوں کا اضطراب 97
تیماء کے یہودیوں سے معاہدۂ امن 97
امن و امان کا بحرِ ذخار 98
اظہارِ امن کا پہلا قطرہ 99

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوسفیان کی مرعوبیت 101
پیغمبر امن ﷺ کا دریائے کرم 102
ام ہانی رضی اللہ عنہا کے پناہ گزیں 104
مساواتِ انسانی پیغمبر امن ﷺ کی زبانی 104
عام معافی کا اعلان 106
پیغمبر امن ﷺ کی رحیمی و کریمی 106
بے مثال حسنِ سلوک 107
کوئی اور ہوتا تو 108
امن و امان کے مظاہرے 108
حنین کے لیے تیاری 111
حنین کے مالِ غنیمت کی تقسیم 112
پرانے دشمنوں سے حسنِ سلوک 114
حنین کے اسیرانِ جنگ 115
نبی ﷺ فاتح یا پیغمبر امن ﷺ؟ 116
دو متضاد حالتوں کا انجام 121
وفودِ عرب وعجم کا استقبال 122
امن عالم کا ابدی اور عالمی چارٹر 124
مغربی دستورِ امن اور پیغمبر امن ﷺ کا دستور 125
خطبۂ حجۃ الوداع کی آفاقیت اور دفعات 128
پیغمبر امن ﷺ کی اخلاقی تعلیمات 141

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقوق وفرائض 142
آداب 142
فضائل اخلاق ورذائل اخلاق 142
حقوق وفرائض ایک نظر میں 142
آداب ایک نظر میں 143
فضائل اخلاق ایک نظر میں 143
رذائل اخلاق ایک نظر میں 143
اخلاقیات کے موضوع پر کتب 144
عقیدۂ توحید اور اس کا زندگی پر اثر 145
انسانی اخوت کا بلیغ اور تاریخی اعلان 147
انسان کی شرافت وعظمت کا اعلان 149
دین ودنیا کا اجتماع 151
حدود اور تعزیری قوانین کا نفاذ 153
زنا 154
قذف 154
چوری 155
رہزنی وقزاقی 155
شراب نوشی 155
ظالموں کی ستم ظریفی 156
کیا پیغمبر امن صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کے دشمن ہیں؟ 157

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر امن ﷺ کی جنگی پالیسی 158
جنگوں میں جانی نقصانات کے اعداد و شمار 160
امن پسند "مہذبوں" کی امن پسندی 163
مغرب کا پیغام 166
حادثہ یا سازش؟ 167
سازش کا پس منظر 167
سازش پر عمل درآمد کی وجہ جواز 169
افغانستان پر حملہ اور بعد کی مہمات 170
امریکہ کی عالمی دہشت گردی 171
پیغمبر امن ﷺ کے غزوات پر ایک نظر 173

خاتمہ بحث

پیغمبر امن ﷺ کی مساعیِ امن کے نتائج 175
امن کے متلاشیوں خصوصاً اہل مغرب کے نام 177
مراجع و مصادر 179
رسائل و جرائد 185

2

پیغمبر امن حضرت محمد ﷺ 187

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لفظ سِلم اور اسلام کی لغوی تحقیق 188
لفظ فساد کی لغوی تحقیق 191
کیا حیاتِ انسانی میں جنگ ناگزیر ہے؟ 193
پیغمبر امن ﷺ اور جنگ 194
انسانی جان کا تقدس اور احترام 200
پیغمبر رحمت کے خلاف دشمنانِ اسلام کا اوچھا پروپیگنڈا 203
اکابر مستشرقین کے اعترافات 207
دشمنوں کے الزامات کا جواب ان کے اپنے وڈیروں کی زبانی 213
طلوع اسلام کے وقت بین الاقوامی رواداری اور اخلاقی ضوابط کا فقدان 224
شجرۂ انبیاء علیہم السلام کا ہر پتہ امن دوستی کی عطر بیز ہوا دے رہا ہے 225
پیغمبر امن ﷺ کے عطا کردہ اخلاقی ضوابط 228
امن پسندی قرآن حکیم کے تناظر میں 228
حسن خلق (امن پسندی) احادیث کی روشنی میں 241
عورتوں اور غلاموں کے لیے پیغمبر امن ﷺ کی شفقت ورحمت 243
پیغمبر امن ﷺ کی شفقت ورحمت جانورں کے لیے 248
نبی ﷺ کی امن پسندی کے متعلق غیر مسلموں کی شہادتیں 250
نبی ﷺ کی امن پسندی کے متعلق مسلم سکالرز کی شہادتیں 255
نبی ﷺ کی امن پسندی تاریخ کے تناظر میں 258
مذہبی رواداری کا ایک جیتا جاگتا ثبوت 267
میثاق مدینہ سے متعلق مختلف دانشوروں کے تاثرات 269

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلح حُدیبیہ میں امن وسلامتی اور اخلاق عالیہ کے مضمرات 272
صلح حدیبیہ پر چند دانشوروں کے تاثرات 274
امن وسلامتی اور عافیت کا ایک درخشاں باب 279
محمدی عفوو درگزر پر دانشوروں کا خراج تحسین 283
جنگ اور مفتوحین کے متعلق مذاہب عالم کی تعلیمات 293
زمانہ قبل از اسلام کے قوانین جنگ 294
مغربی دنیا کی جنگی تاریخ کی المناک کہانی 296
جنگ عظیم اول کے ہلاک شدگان 299
جنگ عظیم دوم کے ہلاک شدگان 300
جنگ عظیم سوم کی طرف پیش قدمی 301
پیغمبر امن ﷺ کی جنگوں میں انسانی جانوں کی ہلاکت کی تفصیل 304
پیغمبر امن ﷺ اور جہاد کی اخلاقی تعلیمات 307
تمہید 307
دہشت گردی (Terrorism) ہے کیا چیز؟ 317
اکناف عالم میں دہشت گردی کی تنظیمیں 317
عصر حاضر کی دہشت گردی کے حقیقی اسباب وعلل 321
دہشت گردوں کی سنگدلی اور قساوت قلبی بمقابلہ اسلامی تعلیمات 322
دہشت گردی کا تدارک اور علاج 326
مصادر ومراجع (ایک نظر میں) 329
کتب لغات (Dictionaries) 329

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب تفاسیر واحادیث 329

کتب سیرت (Seerah Literature) 330

کتب تواریخ (Historiography) 331

متفرقات 331

مقالہ جات، اخبارات، جرائد ورسائل 333

انگریزی کتب 334

انسائیکلو پیڈیا 335

3

امن کے معنی ومفہوم 337

لغوی معنی 337

مختلف ادیان میں تصور امن 339

قدیم یونان (Ancient Greece) 339

یہودیت (Jewish) 340

عیسائیت (Christianity) 341

ہندومت (Hinduism) 342

جین ازم (Jainism) 342

بدھ مت (Buddhism) 343

بعثت سے قبل دنیا کے حالات 344

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیرت پاک قبل بعثت 350
رسول رحمت وامن ﷺ 352
اسلام تمام انسانوں کے لیے دینِ امن وسلامتی 356
قیامِ امن کے لیے رواداری اور عدل وانصاف 362
قیام امن کے لیے عفوودرگزر 367
قیام امن کے لیے قتل وخونریزی سے اجتناب 372
اسلام دینِ امن وسلامتی 378
اسلامی عقائد وعبادات برائے حصولِ امن 379
تجاویز 388
انسانیت کا احترام 388
مخلوط معاشرت اور صحت مند مکالمہ 388
پُرامن اختلاف رائے اور آزادیٔ اظہار 389
اسباب تشدد اور ان کا سدباب 389
اسلام ہی اصل حل ہے 390
عصرِ حاضر کا شر 390
انتہاپسندی 391
اسلام دینِ اعتدال وتوازن 393
عقائد میں 393
اخلاقیات میں 394
معیشت میں 394

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہشت گردی 396
دہشت گردی کا مفہوم 396
دہشت گردی کے اسباب اور ان کا تدارک 404
معاشی ناہمواریاں 405
سیاسی مظالم 406
سائنسی اور عسکری ترقی میں کمی 408
باہمی اتحاد کا فقدان اور غداری 409
ذرائع ابلاغ کا غلط استعمال 410
فطرت کی کجی 411
احساس محرومی 412
علماء کی مخالفت 412
دہشت گردی کا علاج بذریعہ جہاد 418
جہاد کا لغوی معنی 418
جہاد کی شرعی تعریف 419
مقاصد جہاد 421
حقوق کا دفاع کرنا 421
ظلم کا بدلہ لینا 422
مظلوموں کی مدد کرنا 423
غلبۂ دین کے لیے 424
فتنہ وفساد کی سرکوبی کے لیے 425

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

داخلی امن و استحکام کا حصول 426
عہد شکنی کی سزا 427
کیا جہاد دہشت گردی ہے؟ 428
اہل قتال کے حقوق 429
لوٹ مار کی حرمت 431
تباہ کاری کی ممانعت 432
مُثلہ کی ممانعت 432
قتل اسیر کی ممانعت 433
قتل سفیر کی ممانعت 433
بدعہدی کی ممانعت 434
بدنظمی اور انتشار کی ممانعت 435
شور و ہنگامہ کی ممانعت 435
وحشیانہ افعال کے خلاف عام ہدایت 436
انسانی حقوق کا تحفظ......امن عالم کا ضامن 438
دورِ حاضر میں انسانی حقوق کے شعور کا ارتقا 439
اسلام کے انسانی حقوق کا تصور 444
مقام انسان کا تعین 444
شرفِ انسانیت 445
شخصی آزادی کا حق 446
مذہب و مسلک کی آزادی 447

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مساوات کا حق 447
قانونی مساوات 448
معاشی مساوات وعدل 449
ذاتی ملکیت کا حق 451
ریاست کے معاملات پر شرکت کا حق 451
کیا اسلامی نظام صرف تیس سال قائم رہا؟ 453
اس موضوع پر عصر حاضر کے تحقیقی کام کا مختصر جائزہ 457
مصادر ومراجع 460
انسائیکلو پیڈیا 463

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرفِ آغاز

ایک بزرگ شیخ عماد الدین واسطی رحمہ اللہ مصر میں مقیم تھے۔ فقیہوں اور فلسفیوں سے دلچسپی رکھتے تھے، خود بھی اچھے عالم تھے مگر ان کی رُوح بے چین اور دل پریشان رہتا تھا۔ ایک دن وہ اُکتا گئے اور فلسفی دوستوں کے حلقے سے نکل آئے۔ بغداد پہنچے۔ یہاں ان کی توجہ تصوف کی طرف مائل ہوئی۔ یہ صوفیوں کی جماعت میں جا بیٹھے۔ مگر ان کے طریقے بھی پسند نہیں آئے۔ طبیعت پہلے سے زیادہ مکدر ہوگئی۔ اسی دوران امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے علم و نظر کا چرچا سنا تو دمشق چلے گئے۔ امام موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنے دل کے غم اور روحانی بے چینیوں کا ماجرا سنایا تو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے انھیں یہ نصیحت فرمائی:

> ''ساری چیزیں چھوڑ دو۔ صرف سیرتِ نبوی کے مطالعے اور اس پر تفکر کو اپنا فرضِ لازم ٹھہرا لو۔ سب سے بڑی سچائی وہی ہے جسے حاملِ وحیِ الٰہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان مقدس اصحاب نے اپنے قول اور عمل سے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ تمھاری ساری روحانی بیماریوں اور قلبی بے چینیوں کے لیے صرف یہی ایک نسخہ کافی ہے۔''

شیخ عماد الدین کہتے ہیں کہ میں نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس نصیحت کو حرزِ جان بنا لیا اور جو کچھ پایا اسی نصیحت پر عمل کی برکت سے پایا۔'' (ماخوذ از تذکرہ: مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی متذکرہ نصیحت ایک اٹل اور ابدی صداقت ہے۔ سب انسان اپنے تمام دکھوں کے علاج کے لیے صرف سیرتِ نبوی ہی کے فیضان کے محتاج ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دارالسلام سید البشر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سیرت کا نور عام کرنے کے لیے شام و سحر کام کر رہا ہے اور قرآن و سنت کی روشنی میں سیرت مقدسہ پر مستند لٹریچر پیش کر رہا ہے تاکہ بنی نوع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان دائمی امن اور فلاح کی برکتوں سے مالا مال ہو جائے۔

''پیغمبر امن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ'' کے مقدس عنوان سے چھپنے والی اس کتاب کا پس منظر بڑا اسبق آموز ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی حیرت انگیز ترقی نے ہر شخص کو ہکا بکا کر دیا ہے۔ جس برق رفتاری سے سائنس اور ٹیکنالوجی آگے بڑھی ہے، اُس رفتار سے اعلیٰ انسانی شرافتیں اور اخلاقی قوتیں آگے نہیں بڑھیں۔ نتیجتاً اعلیٰ اخلاقی قدریں اختلال اور زوال کا شکار ہو گئیں۔ آج کے جدید انسان کا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ضروریاتِ زندگی کس طرح پوری کی جائیں؟ اُس کا ہوکا اور ہوس صرف یہ ہے کہ سارے کا سارا نفع اور دنیا بھر کے تمام قدرتی وسائل خود اپنے لیے کس طرح سمیٹ لیے جائیں؟ یہی ہوس ہے جس نے عالم گیر انسانی برادری کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہیں۔ ملکوں کے ملک روند ڈالے ہیں۔ ہنستے بستے شہر کھنڈر کر دیے ہیں۔ بستیوں کی بستیاں جلا دی ہیں۔ ان گنت انسانوں کو خون میں نہلا دیا ہے اور لاتعداد معصوم بچوں کا مستقبل ہڑپ کر لیا ہے۔

ہر آن بڑھتی ہوئی دہشت اور وحشت کی اس صورتحال کو سبھی لوگ دیکھ رہے تھے، وہ اس صورتحال پر رنجیدہ ہوتے تھے، اظہار افسوس کرتے تھے اور آگے بڑھ جاتے تھے۔ یہ صورتحال امام بخاری ؒ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے جلیل القدر معلمین نے بھی دیکھی۔ مگر وہ آگے نہیں بڑھے، رُک گئے اور سسکتی ہوئی انسانیت کے اصلی روگ کا کھوج لگانے لگے۔ انھوں نے فوراً محسوس کر لیا کہ آج کا انسان رحمت للعالمین ﷺ کی سیرت اور تعلیمات عالیہ سے بہت دور جا پڑا ہے۔ اس مجرمانہ غفلت کے نتیجے میں طرح طرح کے مہلک فتنے اور فسادات پھوٹ پڑے ہیں۔ اس لیے انسانیت کے تمام دُکھوں کا واحد اور تیر بہدف علاج یہ ہے کہ وہ رسولِ رحمت ﷺ کے مبارک طریقۂ زندگی سے آگاہ ہو کر اسی مقدس زندگی کی پیروی کرے

ع اگر بہ اُو نہ رسیدی تمام بولہبی است!

چنانچہ انھوں نے اسوۂ حسنہ کے زیادہ سے زیادہ مطالعے کے لیے سیرت مطہرہ پر مقالہ نویسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ایک عظیم الشان انعامی مقابلے کا اہتمام کیا۔ مقالے کا موضوع ''پیغمبر امن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ'' رکھا گیا۔ اس مقابلے میں ملک بھر سے بڑے مخلص سکالرز نے حصہ لیا اور امام بخاری یونیورسٹی کے ارباب اختیار کی خدمت میں 27 مقالات پیش کیے۔ ان میں سے مولانا منیر احمد وقار کے مقالے کو اول، ملتان کے پروفیسر جناب اشفاق احمد خان کے مقالے کو دوم اور پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسر محترم ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر کے مقالے کو سوم انعام دیا گیا۔

ہم نے یہ تحقیقی مقالے دیکھے تو انھیں بڑی افادیت کا حامل پایا۔ چنانچہ ہم نے ان کی مزید Scanning کے لیے انھیں دارالسلام کے نہایت مستعد اور قابل سکالرز جناب طارق جاوید عارفی اور محترم انور اعوان کے حوالے کر دیا۔ اب ان تینوں مقالوں کا مجموعہ آپ کے مطالعے کی نذر ہے...... واقعہ یہ ہے کہ تینوں محترم مقالہ نگاروں نے نہایت اہم، مستند اور مسلمہ مآخذ تک رسائی پیدا کی ہے۔ علامہ شبلی، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، ڈاکٹر حمید اللہ، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا غلام رسول مہر اور مولانا صفی الرحمن مبارک پوری رحمہم اللہ کے علاوہ قابل مغربی سکالرز سے بھی استفادہ کیا ہے۔ انھوں نے بڑی تحقیق و جستجو کے بعد وضاحت سے بتایا ہے کہ جب عالم انسانیت کی سب سے بڑی شخصیت حضرت محمد ﷺ پیدا ہوئے تو اس دنیا کی کیا حالت تھی۔ یہ مذہبی، سماجی اور اخلاقی لحاظ سے کتنی تاریکیوں میں گم اور کتنی مہلک پستیوں میں گری ہوئی تھی اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوئے تو یہ کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو قیامت تک کی عالم گیر انسانیت کو وحدہ لا شریك کی بندگی کا سبق سکھانے پر مامور فرمایا۔ آپ ﷺ نے یہ فرض ایسی یگانہ بصیرت، استقامت اور شجاعت کے ساتھ انجام دیا کہ تاریخ کا دھارا بدل ڈالا اور انتہائی ناموافق حالات اور ذرائع ابلاغ کے فقدان کے باوجود اصحابِ صدق وصفا کی ذہنی تطہیر اور عملی تربیت فرما کر ایسی محکم جماعت پیدا کر دی جس نے بحر و بر میں اللہ رب العزت کی اطاعت اور پیروی رسول ﷺ کا پیغام پہنچایا اور انسان کے لیے ابدی نجات و سعادت کی راہ کھول دی۔ محمد رسول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ کی وہ کون سی انقلابی تعلیمات تھیں جنھوں نے صحرائے عرب میں اونٹ چرانے والوں کو معظمات سے آراستہ کر کے اتنا بڑا عالم، اتنا بڑا مجاہد اور ایسا عظیم مبلغ بنا دیا کہ انھوں نے دیکھتے ہی دیکھتے ایران کے کسریٰ اور روم کے قیصر پر غلبہ پالیا اور وہ ساری دنیا کی متمدن اور غیر متمدن سبھی قوموں کی امامت و قیادت کرنے لگے؟ رسول رحمت ﷺ کی یہ تعلیمات نہایت سچی بہت سادہ اور انتہائی دل ربا ہیں۔ آپ ﷺ نے تاکید فرمائی کہ صرف اللہ رب العزت ہی کی عبادت کرو۔ کفر، شرک اور بدعت سے دور بھاگو۔ عدل کو اپنا شیوہ بناؤ۔ جو بات کرو انصاف کے ساتھ کرو۔ نیکی اور بھلائی کے کام کرو۔ عمل کی بنیاد صرف نیکی ہونی چاہیے، برائی نہیں ہونی چاہیے۔ فحش باتوں کے قریب بھی نہ پھٹکو۔ کسی پر ظلم نہ کرو۔ بڑوں کی تعظیم ہمیشہ ملحوظ رکھو۔ چھوٹوں پر شفقت کرو۔ پڑوسی سے حسن سلوک کرو۔ والدین کا غایت درجے ادب کرو۔ اپنی بیویوں سے نرمی اور نوازش سے پیش آؤ۔ اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے ڈٹ کر جہاد کرو۔ بظاہر یہ سیدھی سادی ننھی ننھی سی نصیحتیں ہیں لیکن آپ غور کریں گے تو آپ کو ان کے جہانِ معنویت میں ایسے ایسے ثمرات و برکات نظر آئیں گے کہ اُن کا پورا اندازہ لگانا بھی دشوار ہو جائے گا۔

جو معاشرہ ان تعلیمات کے سائے میں ارتقائی منزلیں طے کر کے ساری دنیا کا لیڈر بن گیا، اس کے رہبر اعظم ﷺ کو کیا کہا جائے گا؟ یہ کتاب اسی سوال کا بڑا مفصل اور منور جواب ہے۔ اس میں مدلل طور پر بتایا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں جن صفاتِ حمیدہ کی کہکشاں جگمگاتی تھی، ان میں سب سے نمایاں صفت یہ تھی کہ وہ امن و سلامتی کے پیغمبر تھے۔ فاضل مقالہ نگاروں نے مغربی حلقوں کے اس رکیک پراپیگنڈے کا مسکت جواب دیا ہے کہ مسلمان دہشت گرد ہیں اور (نعوذ باللہ) اسلام دہشت گردی کا سبق سکھاتا ہے۔ یہ پروپیگنڈا یکسر لغو اور بے بنیاد ہے۔ اس کی مجسم تردید آج کی مغربی عورت ہے۔ تاریخ کے صفحوں پر یہ گواہی موجود ہے کہ 532ء تک یورپ کے پادریوں میں یہ بحث ہوتی رہی کہ عورت انسان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے یا جانور؟ وہ عورت کو شیطان کا ایجنٹ اور دلربا غارتگر قرار دیتے تھے۔ یہ صرف اسپین کے مسلمان حکمرانوں کا احسان ہے کہ انھوں نے یورپ کو یہ حقیقت بتلائی کہ عورت انسان اور انتہائی قابلِ تکریم ہستی ہے۔ اگر مسلمان اسپین فتح نہ کرتے اور اعلیٰ انسانی اقدار اور علوم عالیہ کی روشنی نہ پھیلاتے تو یورپ آج بھی رہبانیت کی دُھول میں اٹا ہوا نظر آتا۔ اس کے علاوہ ہندوستان پر نظر ڈالیے۔ آپ ہندو خواتین کا سر محمد رسول اللہ ﷺ کے احترام میں جھکا ہوا پائیں گے۔ جب تک ایک ہندو عورت بھی زندہ ہے اسی کی زندگی ڈنکے کی چوٹ یہ گواہی دے گی کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے غلام ہندوستان کو مسخر کر کے قانوناً رسم ستی بند نہ کرتے تو ہندو خواتین آج بھی اپنے سورگباش شوہروں کی چتا میں زندہ جل رہی ہوتیں۔ ریگزار عرب کے ایک ایک ذرے کے دہن میں آج بھی سچائی کی زبان موجود ہے جو یہ اعلان کر رہی ہے کہ رسول رحمت ﷺ جلوہ افروز نہ ہوتے تو معصوم بچیاں آج بھی قبروں میں زندہ گاڑ دی جاتیں۔ وہ اسلام جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سمیت تمام پیغمبروں پر ایمان لانا ضروری قرار دیتا ہے اور اہل کتاب سے اس حد تک فراخدلی کا برتاؤ کرتا ہے کہ ان کی پاکدامن عورتوں سے شادی کر کے انھیں اپنے گھر کی ملکہ بنانے کا پروانہ عطا کر دیتا ہے، اُسے دہشت گرد کہنے والے جب تاریخ کے کٹہرے میں کھڑے ہوں گے تو سب سے بڑے کذاب قرار پائیں گے۔

کوئی قوم ہو یا فرد جو بھی اللہ رب العزت سے تعلق توڑ لیتا ہے، ذلت اور زوال کی خندق میں گر پڑتا ہے۔ توبہ کیے بغیر اس کی زندگی کبھی اعتدال پر نہیں آتی۔ اس کتاب کی دعوت یہی ہے کہ آئیے ہم سب محمد رسول ﷺ کی سیرت پڑھیں اور اس پر عمل کر کے اس مقدس پروردگار کو منا لیں جو ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہم سے رُوٹھ گیا ہے۔

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

اپریل 2009ء — مدیر: دارالسلام، الریاض۔ لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقدیم

موجودہ دور میں اسلام اور امت مسلمہ کو جس طرح الزام تراشی اور معاندانہ پراپیگنڈہ کا نشانہ بنایا گیا ہے، اس سے ہر حساس مسلمان کا دل زخمی ہے اور یہ ضرورت ماضی سے کہیں بڑھ کر محسوس کی جا رہی ہے کہ ان بے بنیاد الزامات و اتہامات کا مناسب اور شافی جواب ہونا چاہیے۔ اسی ضرورت کے تحت مرکزی جمعیت اہلحدیث سیالکوٹ کے زیر اہتمام مقالہ نگاری کا ایک مقابلہ امام بخاری رحمہ اللہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی میں منعقد ہوا۔ مقالے کا عنوان ''پیغمبر امن...... حضرت محمد رسول اللہ ﷺ'' تھا۔ زیرِ نظر کتاب اس موقع پر پیش کیے گئے اولین تین قیمتی اور مفید مقالات کا مجموعہ ہے۔

مقالے کے عنوان کا انتخاب مذکورہ یونیورسٹی کے انتظامی سربراہ اور مرکزی جمعیت اہلحدیث شہر سیالکوٹ کے امیر پروفیسر حافظ مطیع الرحمٰن کے ذہن رسا نے اپنے ساتھیوں کے مشورہ سے کیا اور مذکورہ بالا مذموم پراپیگنڈہ کے مؤثر جواب کے لیے بلاشبہ یہ بڑا اہم موضوع ہے۔ آج اسلام، مسلمانوں اور خود پیغمبر آخر الزماں ﷺ کو جن حوالوں سے نشانہ تنقید بنایا جا رہا ہے، ان میں ایک بہت بڑا حوالہ یہی ہے کہ اسلام (نعوذ باللہ) فساد، فتنہ انگیزی اور قتل و غارت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور ''دہشت گرد'' پیدا کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کسی بھی دین اور کسی بھی نظام سے کہیں بڑھ کر فساد فی الارض کا مخالف بلکہ دشمن ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ امن و آشتی کے نہ صرف داعی بلکہ عملاً اسے پہلے عرب اور پھر پوری دنیا میں برپا کرنے والے ہیں حتی کہ جہاد بھی فساد اور بدامنی کے مستقل تدارک اور علاج کے لیے ایک انتہائی مگر ضروری قدم کے طور پر جاری کیا گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ''اسلامی جہاد صرف فساد اور فسادیوں کے خلاف ہے'' کا ایک اہم ثبوت وہ ہدایات ہیں جو نبیِ اکرم ﷺ مجاہدین اور ان کے سالاروں کو جہاد کے لیے روانگی کے وقت دیا کرتے تھے۔ ان میں تاکید ہوتی تھی کہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں، مذہبی رہنماؤں اور عبادت گاہوں کو نشانہ بنانے سے گریز کیا جائے حتی کہ فصلوں اور پودوں کو بھی حتی الامکان نقصان نہ پہنچایا جائے۔

قرآن و حدیث کے بہت سے دوسرے احکام بھی دراصل انسانی معاشرے میں قیامِ امن کے لیے ہیں۔ عدل و انصاف اور حقوق العباد پر جو زور دیا گیا ہے، اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ باہمی فساد اور بگاڑ کی روک تھام ہو اور لوگ امن و سکون سے رہیں۔ پیغمبرِ امن ﷺ نے خود ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اور انھیں اپنی قائم کردہ اسلامی ریاست میں نافذ کر کے دنیا کو حقیقی امن اور چین سے روشناس کرایا۔

آج اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ اس سنہری تعلیم کو عام کیا جائے تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ اسلام کا حقیقی پیغام کیا ہے اور اس کو اپنانے سے آخرت کی کامیابی کے علاوہ دنیا کی زندگی بھی انتہائی خوشگوار بنائی جا سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مجموعۂ مقالات ان شاء اللہ اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کی ایک اہم کڑی ثابت ہو گا۔

اس سلسلے میں پروفیسر حافظ مطیع الرحمٰن اور ان کی پوری ٹیم بالخصوص میاں محمد یوسف سجاد نے جو محنت اور کاوش کی ہے، بڑی لائق تحسین ہے۔ اسی طرح اس مجموعے کو منظر عام پر لانے کے لیے دارالسلام جیسے عظیم ادارے کا تعاون بھی قابل قدر ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ ان سب حضرات کو اجر جزیل سے نوازے اور اس کتاب کو مسلمانوں اور غیر مسلموں سب کے لیے مفید اور نافع بنائے۔ آمین!

ساجد میر

جون 2008ء — امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعارف

مخالفینِ اسلام اور معاندینِ رسالت مآب ﷺ کا آغازِ اسلام ہی سے شیوہ رہا ہے کہ وہ اسلام دشمنی اور نبیِ اکرم ﷺ کے خلاف ہرزہ سرائی، دریدہ دہنی اور زہر افشانی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ نہ صرف یہ کہ وہ ساحرانِ افرنگ ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں بلکہ اپنی شیطانی فسوں کاریوں سے اپنے خبث باطن کا اظہار اور اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لیے مختلف حیلوں بہانوں سے خود ایسے مواقع پیدا کرتے رہتے ہیں۔

اپنے ہی سازشیں کردہ نائن الیون جیسے رُسوائے زمانہ واقعے کی آڑ میں بزعم خود مسلمانوں کو اس واقعے میں دہشت گردی کا مرتکب قرار دیا، پھر کیا تھا؟

عالمی دہشت گرد امریکہ نے اپنے اتحادیوں کے ساتھ مل کر مسلم ممالک میں تباہی و بربادی، خون ریزی و خون آشامی اور قتل و غارت گری کا وہ شیطانی کھیل شروع کیا جس سے ایک طرف مسلمانوں کے حرث و نسل کی ہلاکت کا سلسلہ جاری ہے اور دوسری طرف دینِ اسلام اور پیغمبرِ اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے خلاف دُشنام طرازیوں اور الزام تراشیوں کے ایک سوچے سمجھے منصوبے پر عمل کیا جا رہا ہے۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ (War against Terrorism) کے نام پر مغربی ذرائع ابلاغ نے بھی اپنے بغض و عناد کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے ایک منظّم مہم کے طور پر دین اسلام کا استخفاف اور نبیِ اکرم ﷺ کی توہین و اہانت کرنے میں تمام دینی و اخلاقی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقدار کو پامال کر دیا۔ مسلمانوں کی شدید دل آزاری کر کے انھیں کرب و اضطراب میں مبتلا کر دیا۔ دین اسلام اور نبیِ اکرم ﷺ پر مختلف خاکوں، کارٹونوں اور مختلف تحریروں کی مدد سے دہشت گردی اور امن دشمنی جیسے رکیک حملوں نے مسلمانوں کے اندر ایک ارتعاش پیدا کر دیا۔

پروفیسر حافظ محمد مطیع الرحمٰن وائس چانسلر امام بخاری انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی و امیر جمعیت اہلحدیث سیالکوٹ قدیم و جدید علوم سے آراستہ تعلیم یافتہ نوجوان عالم دین ہیں۔ وہ حالات وواقعات کے تناظر میں خدمتِ دین کی نت نئی جہتیں تلاش کرتے رہتے ہیں۔

11 جولائی 2005ء کو حافظ صاحب نے راقم الحروف کو فون پر بتایا کہ میری خواہش ہے کہ موجودہ عصری تقاضوں کے پیشِ نظر جمعیت اہلحدیث سیالکوٹ کے زیرِ اہتمام ''پیغمبر امن...... حضرت محمد رسول اللہ ﷺ'' کے زیر عنوان ایک مقابلۂ مقالہ نویسی منعقد کیا جائے۔ اس پروگرام کی ترتیب و تکمیل کے لیے آپ کو انچارج مقرر کیا گیا ہے۔ قصرِ ناموس رسالت کی دربانی و چاکری کے اس پروگرام میں حافظ صاحب کی طرف سے اس تفویضِ کار اور قدر افزائی نے مجھے شادیٔ مرگ کی کیفیت سے دو چار کر دیا۔

13 جولائی 2005ء کو مرکزی جمعیت کے دفتر میں حاضر ہوا۔ حافظ صاحب سے ملاقات میں پروگرام سے متعلق ان کا عندیہ اور مفید معلومات لے کر دو روز تک طریقِ کار کو حتمی شکل دے کر ایک اشتہار کا مسودہ تیار کیا۔

14 جولائی 2005ء کو وہ اشتہار حافظ صاحب کی خدمت میں پیش کیا، حافظ صاحب نے اسے پسند فرماتے ہوئے طباعت کا حکم دیا۔

پروفیسر حافظ ساجد میر صاحب چانسلر امام بخاری انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی سیالکوٹ وامیر مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کی زیرِ سرپرستی، مرکزی جمعیت اہلحدیث سیالکوٹ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے زیر اہتمام ''پیغمبر امن..... حضرت محمد رسول اللہ ﷺ'' کے زیرِ عنوان مقابلۂ مقالہ نویسی کے لیے مقررہ شرائط اور قواعد وضوابط کا اعلان کیا گیا۔

مقالہ نگار حضرات کی رجسٹریشن کے لیے 20 ستمبر 2005ء جبکہ مقالہ جمع کروانے کی آخری تاریخ 10 دسمبر 2005ء مقرر کی گئی۔ مقابلہ ہذا میں اول، دوم اور سوم آنے والے مقالے پر مقالہ نگار کی خدمت میں بالترتیب پچاس ہزار روپے، تیس ہزار روپے اور بیس ہزار روپے انعام پیش کرنے کا اعلان ہوا۔

یہ اشتہار ہینڈ بل کی صورت میں بڑے خوبصورت انداز میں طبع کروا کر کافی عرصہ تک احباب قلم وقرطاس تک پہنچایا جاتا رہا۔ مؤقر ہفت روزہ ''اہلحدیث'' لاہور کی اگست ستمبر 2005ء کی متعدد اشاعتوں میں اشاعت پذیر ہوتا رہا۔

مقالہ نویسی میں شرکت فرمانے والے احباب کی رجسٹریشن کا سلسلہ جاری رہا اور ہر مقالہ نگار کو رجسٹریشن نمبر الاٹ کر کے اطلاع دی گئی۔ اس طرح سے 34 مقالہ نگار حضرات کی رجسٹریشن کا عمل تکمیل کو پہنچا۔

8 اکتوبر 2005ء کو آنے والے ملک گیر زلزلے بالخصوص شمالی علاقہ جات صوبہ سرحد اور آزاد کشمیر میں وسیع پیمانے پر ہولناک تباہی اور امدادی سرگرمیوں میں خواص وعوام کی مصروفیت کے پیشِ نظر چند ایک مقالات ہی موصول ہوئے۔ مقابلہ ہذا کو شایانِ شان انداز میں منعقد کرنے کے لیے ملک کے طول وعرض سے اکثر احباب کے خطوط نے مقالہ جمع کروانے کی تاریخ میں توسیع کرنے میں ہماری بہت زیادہ رہنمائی اور مدد کی، لہٰذا 11 دسمبر 2005ء تک تمام رجسٹرڈ مقالہ نگار حضرات کو 10 دسمبر 2005ء کی بجائے 28 فروری 2006ء تک اپنے مقالات جمع کروانے کی اطلاع کر دی گئی۔

مقالات کی جانچ پڑتال اور درجہ بندی کے لیے جماعت کے نامور دانشور علمائے کرام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سے محترم ڈاکٹر عبدالرشید اظہر صاحب حفظہ اللہ سعودی مکتب الدعوۃ اسلام آباد، محترم پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب حفظہ اللہ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد اور محترم پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ صاحب حفظہ اللہ سمندری (فیصل آباد) سے گزارش کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ان علمائے کرام کی خدمت میں فون پر یا رابطہ نہ ہونے کی صورت میں عریضہ ارسال کیا گیا کہ وہ 11 اور 12 مارچ 2006ء کو امام بخاری انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی سیالکوٹ میں تشریف لاکر منصفین کی کمیٹی میں حسب پروگرام شرکت فرمائیں۔

ڈاکٹر عبدالرشید اظہر صاحب کے علاوہ باقی احباب تشریف نہ لا سکے تو اب ڈاکٹر صاحب کی سربراہی میں الاستاذ مظفر الشیرازی فاضل مدینہ یونیورسٹی، پروفیسر شفیق الرحمٰن فاروقی صاحب چیئرمین انگلش ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ مرے کالج سیالکوٹ اور راقم الحروف پر مشتمل منصفین کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔

ان دو دنوں کی مختلف نشستوں میں موصول شدہ 27 مقالہ جات کی جانچ پڑتال کے لیے طریقہ کار اور مختلف امور طے کیے گئے۔اس طے شدہ طریقہ کار اور خوب تحقیق و تدقیق کے بعد ان مقالہ جات میں سے پانچ مقالہ جات کو منتخب کیا گیا جن میں سے اول، دوم اور سوم پوزیشن کا فیصلہ کیا جانا تھا۔

بعدازیں متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ عنوان مقالہ کی عظمت واہمیت اور انعام مقالہ کی مالیت و وقعت کے پیش نظر ان نشستوں میں اتنا بڑا فیصلہ کرنا آسان نہیں اور اس طرح پوزیشنوں کے تعین میں عجلت سے کام لینے سے کسی کی حق تلفی اور کسی کی ناروا رعایت کا شائبہ وامکان ہوسکتا ہے۔ان مقالہ جات کا بالاستیعاب اور بامعانِ نظر مطالعہ کرنے کی اشد ضرورت ہے جس کی یہ نشستیں متحمل نہیں ہیں، لہٰذا ان پانچ مقالات کی کاپیاں ہر ایک معزز رُکن کمیٹی کو مہیا کردی گئیں۔مزید یہ طے پایا کہ کمیٹی کا آئندہ اجلاس 23 مارچ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2006ء کو یونیورسٹی ہی میں منعقد ہو گا جس میں تمام منصفین حضرات مقالہ جات پر اپنا اپنا نتیجہ مرتب کر کے لائیں گے۔

حسب پروگرام 23 مارچ 2006ء کے اجلاس میں ہر معزز رکن نے اپنا اپنا مرتب کردہ رزلٹ پیش کیا اور اپنے تحریری تأثرات (Comments and remarks) بھی پیش کیے۔

انفرادی نتائج کو مدوّن (Consolidate) کیا گیا اور اول، دوم اور سوم مقالا جات کا متفقہ طور پر فیصلہ کر لیا گیا۔

اب پروفیسر حافظ محمد مطیع الرحمٰن صاحب کے ذمے تھا کہ وہ جناب پروفیسر ساجد میر صاحب سرپرست پروگرام سے تقریب اعلانِ نتائج اور تقسیمِ انعامات کے انعقاد کے لیے صلاح مشورہ کر کے تاریخ کا تعین کریں گے۔ شرکائے مقالہ اور منصفین کو مطلع کیا جائے گا اور جماعتی احباب کے لیے دعوت نامے اور اشتہار وغیرہ شائع کیے جائیں گے۔

حافظ صاحب نے فوری طور پر حضرت الامیر سے رابطہ کیا۔ 29 اپریل 2006ء بروز ہفتہ بمقام امام بخاری انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی سیالکوٹ میں یہ تقریب سعید منعقد ہونا قرار پائی۔

تمام شرکائے مقابلہ اور منصفین کرام کو بذریعہ خطوط و فون مطلع کر دیا گیا۔ مقررہ تاریخ کو یونیورسٹی میں احباب کی گہما گہمی اور ذوق شوق دیدنی تھا۔ تقریب ہذا جناب سینیٹر پروفیسر ساجد میر صاحب چانسلر یونیورسٹی ہذا و امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کی زیر صدارت دو نشستوں پر مشتمل تھی۔ ہر نشست کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید سے کیا گیا۔ یونیورسٹی کے ذیلی اداروں امام بخاری یونیورسٹی، حرمین کالج اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ہائی سکول کے شاندار نتائج کا اعلان کیا گیا۔ یونیورسٹی کے ہونہار طلبہ نے انگریزی، عربی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اُردو میں بڑی ایمان افروز تقاریر پیش کیں۔ پروفیسر محمود ارشد صاحب ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث سیالکوٹ نے جمعیت کی کارکردگی پر مشتمل مفصل رپورٹ پیش کی۔

بعدازاں راقم الحروف نے مقابلۂ مقالہ نویسی کی غرض و غایت اور شروع سے آخر تک اس پروگرام کا تعارف پیش کر کے مقالہ نویسی کے نتائج کا اعلان کیا جس کے مطابق مولانا منیر احمد وقار کے مقالے کو اول، پروفیسر اشفاق احمد خان آف ملتان کے مقالے کو دوم اور پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر پنجاب یونیورسٹی لاہور کے مقالے کو سوم انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔

ان تینوں فاضل مقالہ نگار حضرات نے اپنے اپنے خیالات اور احساسات کا انتہائی جامع انداز میں اظہار فرمایا اور یہ عظیم الشان اور مبارک مقابلہ منعقد کرانے پر جمعیت، منتظمین اور کارکنان کا شاندار الفاظ میں شکریہ ادا کیا۔

معزز مہمانوں میں سے ڈاکٹر عبدالرشید اظہر صاحب اسلام آباد اور فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی صاحب حفظہما اللہ کراچی نے انتہائی فاضلانہ اور پُر مغز خطابات سے حاضرین کو مستفید فرمایا۔ اس پروگرام کے رُوح رواں جناب پروفیسر محمد مطیع الرحمٰن صاحب وائس چانسلر یونیورسٹی ہذا و امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث سیالکوٹ نے نتائج کے مطابق اول، دوم اور سوم آنے والے مقالہ جات کے مقالہ نگار فاضل علماء کی خدمت میں بالترتیب پچاس ہزار روپے، تیس ہزار روپے اور بیس ہزار روپے کے چیک پیش کیے۔

معزز مہمانوں کے دستِ مبارک سے تمام شرکائے مقابلہ کی خدمت میں سرٹیفکیٹ کے ساتھ تبویب القرآن، ریاض الصالحین، الرحیق المختوم اور حیاۃ المسلم جیسی خوبصورت اور وقیع کتب پر مشتمل تحائف پیش کیے گئے۔ حافظ محمد مطیع الرحمٰن صاحب نے مقالہ نگار حضرات، منصفین کرام اور تمام حاضرین و سامعین کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ انھوں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے خطاب میں جناب پروفیسر حافظ ساجد میر صاحب کی رہنمائی اور تقریب ہذا میں تشریف آوری کے لیے اپنی گوناگوں مصروفیات میں سے وقت نکالنے پر اپنی احسان مندی اور شکریے کا زبردست اظہار کیا۔ حافظ صاحب نے اس مقابلے کے لیے وسائل مہیا کرنے اور تعاون پیش کرنے پر مخیّر حضرات اور اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے کارکنانِ مرکزی جمعیت واہلحدیث یوتھ فورس کا خصوصی ذکر کرتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کے لیے دعا کی۔

آخر میں صدر تقریب جناب پروفیسر ساجد میر صاحب نے اپنے مختصر مگر جامع صدارتی کلمات میں جمعیت اہلحدیث سیالکوٹ کے زیر اہتمام مقابلہ ہذا و دیگر علمی و فلاحی پروگراموں کی تحسین فرمائی۔ انھوں نے جمعیت کی قیادت اور کارکنان کی زبردست حوصلہ افزائی فرمائی۔ انھوں نے اپنی اور مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کی طرف سے ہر قسم کے تعاون کی پیش کش کرتے ہوئے امید ظاہر کی کہ جمعیت آئندہ بھی اس طرح کے پروگرام مرتب کر کے خدمتِ دین میں اپنا کردار ادا کرتی رہے گی۔ دعائے خیر پر تقریب ہذا اختتام پذیر ہوئی۔

تقریب کے اختتام پر جمعیت اہلحدیث سیالکوٹ کی طرف سے تمام مہمانان گرامِ قدر اور حاضرین و سامعین کرام کے اعزاز میں شاندار اور شایان شان ظہرانہ پیش کیا گیا۔

پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد
سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ،
نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث سیالکوٹ

جون 2008ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم کرنے والا، خوب مہربان ہے

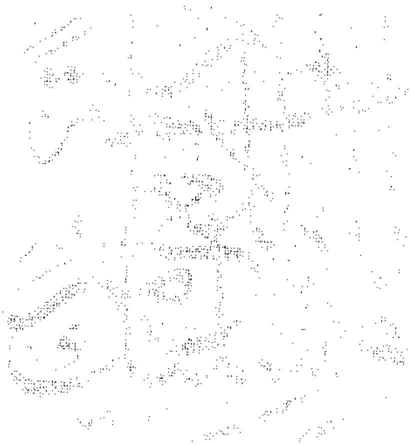

اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰھم صلِّ علیٰ محمدٍ وعلیٰ آلِ محمدٍ
کما صلّیت علیٰ ابراہیم وعلیٰ آلِ ابراہیم
إنّک حمیدٌ مجیدٌ

اللّٰھم بارک علیٰ محمدٍ وعلیٰ آلِ محمدٍ
کما بارکت علیٰ ابراہیم وعلیٰ آلِ ابراہیم
إنّک حمیدٌ مجیدٌ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1

پیغمبرِ امن صلی اللہ علیہ وسلم

مقالہ نگار
مولانا منیر احمد وقار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب: 1

امن اور تلاشِ امن

امن دورِ حاضر میں

عالمِ انسانیت اکیسویں صدی کی آمد کا جشن منانے میں مصروف ہے جبکہ انسانیت منہ چھپائے ماری ماری پھر رہی ہے۔ ہر طرف قتل و غارت، فتنہ وفساد اور دجل وفریب کے طوفان پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہیں۔ امن وسکون اور چین نام کی کوئی چیز انسانی دنیا میں نظر نہیں آ رہی۔ عقلِ انسانی کے تراشیدہ قوانین اور اصولِ حیات انسان کی اجڑی بستیوں کو آباد کرنے سے قاصر ہیں۔ غیر فطری ازموں اور بے روح نظریات کے علمبردار انسان کے قصرِ حیات کے دکھ درد دور کرنے سے عاجز ہیں۔

بیسویں صدی کروڑہا انسانوں کے خون سے ہاتھ رنگے رخصت ہوگئی۔ بے پناہ سائنسی اور دنیوی ترقی کے باوجود انسانی دنیا کی بنجر اور بیمار روح کے لیے کوئی دوا تیار نہ کی جا سکی۔ آج شرافت، صداقت اور ہمدردی غرض یہ کہ اخلاقی و انسانی تمام قدریں دم توڑ چکی ہیں۔ صرف ایک دن کے اخباراتِ عالم وہ بھیانک منظر پیش کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

چوری، ڈکیتی، فراڈ، زنا، بے حیائی، معصوم بچوں اور بچیوں سے زیادتی، بچوں اور بے گناہ انسانوں کا قتل روزمرہ کے معمولات میں شامل ہے۔ عالمِ انسانیت کا اخلاقی دیوالیہ پن اس سطح پر پہنچ گیا ہے کہ والدین، اساتذہ اور مربیوں کے قتل کی بھیانک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وارداتیں عام ہیں۔ قوموں کے رہنماؤں کی بد دیانتی، رشوت ستانی اور قوم فروشی کی صدائیں عالمی سطح پر سنائی دے رہی ہیں۔ غرض یہ کہ عالمِ انسانیت کا ہر ہر عضو زخمی، فریاد کناں اور ہمہ تن داغ داغ کا منظر پیش کر رہا ہے۔

زندگی اکھڑے اکھڑے سانس لے رہی ہے۔ چمنستانِ رنگ و بو خزاں کی زد میں آ کر نہ صرف بہاروں سے محروم ہو چکا ہے بلکہ اس کی شاخیں بھی آسمان کی طرف منہ کر کے اپنی بربادی کا مرثیہ پڑھ رہی ہیں۔ انسان پر انسان کی خدائی ستم ڈھا رہی ہے۔ غلامی نوعِ انسانی کے گلے کا طوق بنی ہوئی ہے۔ نیکی منہ چھپائے کسی کونے کھدرے میں اپنی ناکامی پر کفِ افسوس مل رہی ہے اور بدی تمام عالم پر حکمران ہو کر عالمِ ہستی کو فسق و فجور سے بھر رہی ہے۔ انسان کا سر جو ایک اللہ کے سوا کسی آستانے پر نہیں جھکنا چاہیے تھا پتھر کے بتوں، لکڑی کے مجسموں اور دیگر جان دار اور بے جان چیزوں کے آگے جھکا ہوا ہے۔ تمام دنیا ایک تاریک رات کی زد میں ہے اور نوع انسانی کا بیڑا ہلاکت کے سمندر میں غوطے کھا رہا ہے۔ عورت ہوس کے ہاتھوں میں ایک کھلونے کی مانند ہے۔ انسانی تمدن کی چولیں ہل رہی ہیں۔ عدل و انصاف ناپید ہے اور معاشرت میں حسنِ عمل کے پھول ابدی نیند سو چکے ہیں۔ معیشت کے گھوڑے کی باگیں سرمایہ دار کے ہاتھ میں ہیں اور وہ اپنا اُلو سیدھا کرنے اور دوسروں کے حقوق پر ڈاکا ڈالنے کے لیے جس طرح چاہتا ہے، کام کرتا ہے۔

امن کی تلاش

آج عالمِ انسانیت امن کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ ہر ملک خوف و ہراس کی فضا میں سانس لے رہا ہے۔ جنگ کے مہیب بادل سروں پر منڈلا رہے ہیں۔ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی تباہیاں جہنم کی ہولناکیاں دامن میں لیے عالمِ انسانیت کو راکھ بنانے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر تلی ہوئی ہیں اور پتہ نہیں کہ کب یہ آتش فشاں پھٹ پڑے اور تمام دنیا اس کی لپیٹ میں آ کر ابدی نیند سو جائے۔

امن کیسا ہو؟

ان حالات میں دنیا کسی دار الامان کی متلاشی ہے۔ وہ کسی ایسی ہستی کی پناہ چاہتی ہے جو رنگ و نسل اور قوم پرستی کی پستیوں سے بلند ہو کر خالص انسانی نقطۂ نگاہ سے سوچتی ہو۔ جسے سمندر کے اِس پار یا اُس پار سے کوئی واسطہ نہ ہو۔ جس کے آگے پہاڑوں کی بلندیاں عدل و انصاف کی بساط بچھانے میں رکاوٹ نہ بنیں اور انسانوں کے مختلف طبقات بنانے کی دعوت نہ دیں۔ آج دنیا ایسے فردِ صالح یا نظامِ صحیح کی تلاش میں ہے جو امن و امان اور اطمینان و سکون کا ایسا سلسبیل و کوثر جاری کر دے جس کے پانی سے نوعِ انسانی کی زندگی کو ایسی توانائیاں ملیں کہ پینے والے نہ صرف وقتی طور پر سیراب ہوں بلکہ صدیوں تک آنے والوں کے جگر کی گرمی اور پیاس کی آتش بجھ جائے۔

تلاشِ امن کا صحیح طریق اور معیار

اس عالمِ رنگ و بو میں انسانوں کے مختلف النوع طبقات کی جدوجہد اور محنت و کوشش کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اگرچہ عمل کی راہیں مختلف ہیں مگر مقصودِ اصلی اور مطلوبِ آخر میں قدرِ مشترک ہے اور وہ ہے ''امن و سکون کی تلاش''۔ اب اس مقصود و مطلوب کے حصول کے لیے عمل کے مختلف اسلوبوں، طریقوں اور نظریات کے صحیح و غلط ہونے کا معیار یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ عمل کا کون سا طریق، اسلوب اور نظریہ مقصود و مطلوب تک مکمل رہنمائی کرتا ہے اور کون سا راستے میں چھوڑ دیتا ہے، نتیجتاً جو اسلوب اور طریقہ مکمل رہنمائی کرے وہ صحیح وصواب، اور جو ناقص اور ادھورا ہو یا مقصود و مطلوب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دور کرنے والا ہو، وہ باطل اور غلط ہے۔ اس کے بعد تنقیح مسئلہ کے لیے دنیا کے قدیم و جدید نظریات اور نظاموں بشمول اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت کا مطالعہ ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ دنیا کے نقشے پر پھیلے ہوئے نظریات و مذاہب قیامِ امن کے حوالہ سے اپنے ہاں کیا کچھ تفصیلات رکھتے ہیں۔ ذیل کی سطور میں ہم اسی بحث پر گزارشات پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ العزیز!

نقشۂ عالم پر امن کے نظریات و مذاہب کا ہجوم

آج دنیا کے نقشے پر جو بڑے بڑے مذاہب موجود ہیں، وہ علم الاقوام کی تقسیم کے مطابق دو قسموں میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں: ایک سامطیقی (سامی) سلسلہ ہے جس کے ماتحت مسلمان، یہودی اور مسیحی اقوام اب تک دنیا میں باقی ہیں۔ دوسرا آرین سلسلہ ہے جس سے گوتم بدھ اور ہندوستان کے تمام داعیانِ مذاہب وابستہ ہیں،[1] یعنی کلی طور پر مشہور و معروف مذاہب میں سے اسلام، یہودیت، عیسائیت، بدھ مت اور ہندومت قابلِ ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں باقی نظریات میں سے رہبانیت، اشتراکیت، ارتقائیت، فلسفۂ الحاد یا لادینیت کا نام لیا جا سکتا ہے۔

قدیم مذاہب و نظریات اور فلسفوں میں سے آتش پرستی یا مذہب زرتشت (مجوسیّت)، بت پرستی، مہایانہ بُدھ مذہب اور عربیّت (عہدِ قدیم سے ابراہیمی عقیدے والے) وغیرہ مشہور و معروف ہیں۔

جدید نظریات میں سے ترقی پسندی، روشن خیالی، سوشلزم، فاشزم اور لبرل ازم کا چرچا ہے۔ مذکورہ بالا نظریات، مذاہب اور فلسفوں میں سے اکثر تو اب تک ختم ہو چکے ہیں اور جو باقی ہیں، ان میں سے ہر ایک کو ہم اس کی تفاصیل کے ساتھ دیکھیں گے کہ ان میں سے

[1] رسولِ رحمت ﷺ، ص: 743.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کون سا ایسا ہے جو انسانیت کی فلاح و بہبود اور عالمِ انسانیت کے لیے امن وسکون کا کامل درس دیتا ہے۔ جس کے مخاطب تمام اہلِ عالم ہوں اور وہ عالمِ انسانیت کا نجات دہندہ ہو۔

یہودیت اور امن

سب سے پہلے ہم یہودیت کو دیکھتے ہیں۔ ان کے ہاں قیامِ امن کے لیے جو لائحہ عمل ہے وہ ''تورات'' کی شکل میں پانچ کتابوں (کتابِ پیدائش، کتابِ خروج، کتاب احبار، کتابِ اعداد اور کتابِ استثناء) پر مشتمل ہے۔ دنیا کے لیے اگر یہودی مذہب میں سب سے بڑا کوئی رسول ہے تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے بنی اسرائیل کو مصر کی ایک جابر و ظالم حکومت کے پنجہ استبداد سے نجات دلائی اور اسے غلامی کی ناپاکی سے نکال کر حکومت اور امن وعزت کی طہارت تک پہنچا دیا۔ بلاشبہ یہ ان کا یادگارِ عالم اسوہ حسنہ ہے لیکن سوال یہ ہے کہ انھوں نے تمام دنیا کے لیے کیا کیا؟ دنیا صرف بنی اسرائیل ہی کا نام نہیں، غیر الٰہی عبودیت کی زنجیریں کرۂ ارضی کی تمام آبادی کے پاؤں کو زخمی کر رہی ہیں، لہٰذا دنیا کے لیے وہی امن وسکون کا پیامبر ہو سکتا ہے جو صرف فرعون کی ڈالی ہوئی زنجیریں نہ کاٹے بلکہ دنیا کے تمام فرعونوں کے تخت الٹ دے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلائی مگر پوری دنیا غلامی سے نکلنے کی آرزومند ہے۔[1]

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> ''یہودی مذہب کی دعوت کسی زمانے میں بھی تمام انسانوں کے لیے نہ تھی بلکہ ایسے نصوص وارد ہوئے ہیں جو اس سے روکتے اور ان کی تبلیغی سرگرمیوں کو ان کے قومی دائرے ہی تک محدود رکھتے ہیں۔''[2]

---

① رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، ص: 744,743.

② منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین، ص: 221,220.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف اسرائیلیوں کے لیے پیغام امن

اب خود ''تورات'' کی وہ نصوص ملاحظہ فرمائیں جن میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ دینِ موسوی خاص اسرائیلیوں کے لیے ہی ظاہر ہوا تھا۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کتابِ خروج باب سوم میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک بوٹے میں سے آگ کے شعلے نکلتے دیکھے اور دیکھا کہ وہ بوٹا جل نہیں جاتا۔ وہ دیکھنے کو آگے بڑھے، تب خدا نے بوٹے کے اندر سے پکارا ⑥ میں نے اپنے لوگوں کی تکلیف جو مصر میں ہیں یقیناً دیکھی، جو خراج کے محصلوں کے سبب سے ہے، سنی اور میں ان کے دکھوں کو جانتا ہوں ⑦ اور میں نازل ہوا ہوں کہ انھیں مرصیوں کے ہاتھ سے چھڑاؤں اور اس زمین سے نکال کر اچھی زمین میں جہاں دودھ اور شہد موج مارتا ہے کنعانیوں اور حتیوں اور فریسیوں اور حویوں اور یوسیوں کی جگہ میں لاؤں ⑧ اب دیکھ! بنی اسرائیل کی فریاد مجھ تک آئی اور میں نے وہ ظلم جو مصری اُن پر کرتے ہیں، دیکھا ہے ⑨ بس اب تو جا، میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں، میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں، مصر سے نکال ⑩''

مندرجہ بالا فقرات (6-7-8-9-10) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت کے مقصد ومدعا کو بخوبی ظاہر کرتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عمل بھی اسی کی تائید میں ہے کہ انھوں نے بنی اسرائیل کی رہائی اور ان کو وعدہ کی ہوئی زمین کی جانب لے جانے کے سوا دیگر اقوامِ عالم سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔''[1]

اسی طرح ''کتابِ استثناء'' میں ہے:

[1] رحمة للعالمین: 82/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''موسیٰ (علیہ السلام) نے ہم کو شریعت اور یعقوب (علیہ السلام) کی جماعت کے لیے میراث دی۔''[1]

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس فقرہ نے شریعتِ تورات کا خاص اسرائیلیوں کے لیے ہی ہونا ظاہر کر دیا، اگر یہ فقرہ نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ کوئی مدعی کہہ سکتا کہ شریعتِ تورات سب دنیا کے لیے ہے۔''[2]

مذکورہ بالا تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعتِ موسوی تمام عالم انسانیت کے لیے امن وسکون کا سامان مہیا نہیں کر سکتی۔ اس میں آفاقیت ہے نہ ہمہ گیریت، خصوصاً ''حقوقِ نسواں'' کے بارے میں ان کے ''انصاف'' کا اندازہ درج ذیل عبارت سے بخوبی ہو جاتا ہے:

''معصیت اول چونکہ بیوی ہی کی تحریک پر سرزد ہوئی، لہٰذا اس کو شوہر کا محکوم رکھا گیا اور شوہر کو اس کا حاکم، شوہر اس کا مالک ہوتا ہے اور وہ اس کی مملوکہ۔''[3]

مزید یہ کہ ''یہودیوں کی نگاہ میں ہر عورت شیطان کی سواری اور وہ بچھو ہے جو ضروری طور پر ہر انسان کو ڈنگ مارنے کی فکر میں رہتا ہے۔ عورتوں کے بارے میں ان کے یہ نظریات اور تصورات ان کے عقیدے کا جز بن چکے تھے۔

وہ اپنی مجلسوں میں سوال کرتے تھے کہ کیا عورتوں کو مردوں کی طرح خدا کی عبادت کا حق ہے؟ کیا وہ بھی جنت اور آسمانی بادشاہت میں داخل ہو سکتی ہیں؟ کیا اُن میں بھی انسان کی ابدی روح پائی جاتی ہے؟ یہ سوالات آگے بڑھ کر مستحکم عقیدے کی شکل اختیار

[1] استثناء، باب 33، آیت: 4. [2] رحمۃ للعالمین: 3/83,82.
[3] مسلم پرسنل لاء اور اسلام کا عائلی نظام، ص: 190.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر گئے، جس کے نتیجہ میں ان کا یہ خیال بن گیا کہ وہ انسان نہیں بلکہ خدمت کے لیے ایک انسان نما حیوان ہے، لہٰذا اسے ہنسنے، بولنے اور عام موقعے پر گفتگو سے بھی روک دینا چاہیے، اس لیے کہ وہ شیطان کا دروازہ ہے۔"[1]

اب بتائیں! کیا یہودیت عالمِ انسانیت کے لیے امن وسکون کا سامان مہیا کر سکتی ہے؟ اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ جو کچھ شریعتِ موسیٰ میں تھا، وہ آج محفوظ شکل میں موجود بھی نہیں ہے۔ یہ ایک تاریخی اور علمی حقیقت ہے جس کا اعتراف خود ان امتوں اور قوموں نے کیا ہے جن کے پاس یہ صحیفے آئے تھے۔[2]

[1] مسلم پرسنل لاء اور اسلام کا عائلی نظام، ص: 189,188، محسنِ انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق، ص:341,340.

[2] منصبِ نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین، ص:229۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں: "عہد نامہ عتیق کے صحیفے برابر غارت گری اور آتش زدگی کا کھلے طور پر نشانہ بنتے رہے ہیں اور خود یہودی مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ تاریخ میں تین بار ایسے مواقع پیش آئے ہیں۔ پہلی بار جب بخت نصر (Nebuchadezzar) (565,564 ق م) بابل کے بادشاہ نے یہودیوں پر 586 ق م میں حملہ کیا۔ دوسری دفعہ جب انطیوخوس چہارم (Antiochus) نے (اس کا لقب ابیقانس تھا اور یہ یونانی انطاکیہ کا بادشاہ تھا) بیت المقدس پر 167 ق م میں حملہ کیا اور صحفِ مقدسہ کو جلا دیا۔ تیسری بار ٹائیٹس (Titus) (40-81ء) رومن بادشاہ نے بیت المقدس پر 7 ستمبر 70ء کو حملہ کیا اور...... تفصیل کے لیے دیکھیے: منصبِ نبوت از ندوی رحمہ اللہ، ص: 229، وجیوش انسائیکلوپیڈیا:590,589/9۔ اسی طرح کتاب "عیسائیت کے تعاقب میں" کے مؤلف محمد متین خالد نے لکھا ہے کہ "تورات اس مجموعہ کا نام ہے جس کو عہد نامہ قدیم بھی کہتے ہیں، پرانے عبرانی نسخوں میں آج کل کی طرح پانچ کتابوں کی تقسیم نہیں ہے بلکہ چند بابوں پر منقسم ہے لیکن موجودہ تورات پانچ کتابوں (پیدائش، خروج، احبار، اعداد اور استثناء) پر مشتمل ہے۔ یہ واضح تحریف ہے۔ اسی طرح کی ایک اور شہادت ولیم میور نے لکھی ہے۔ وہ کہتا ہے: "ہمیں علم ہے کہ دنیا بھر میں ایک بھی کتاب ایسی نہیں جو قرآن کی طرح کامل ہو اور صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔" دیکھیے: عیسائیت کے تعاقب میں، ص:390.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک کے درمیانی زمانے میں جو انبیاء آئے، ان کی بابت قاضی منصور پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''یہ مسلّمہ امر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام تک جس قدر انبیائے بنی اسرائیل ہوئے، وہ سب اسرائیلیوں ہی کے لیے آتے رہے۔''[1]

عیسائیت اور امن

اب ہم عیسائیت کو دیکھتے ہیں۔ ان کے ہاں قیامِ امن کے لیے جو لائحہ عمل ہے، وہ انجیلِ مقدس کی شکل میں پایا جاتا ہے جو موجودہ ترتیب کے مطابق ''اناجیلِ اربعہ'' (انجیلِ متی، انجیلِ مرقس، انجیلِ لوقا اور انجیلِ یوحنا) پر مشتمل ہے۔ عیسائیوں کے ہاں دنیا میں اگر کوئی سب سے بڑا رسول ہوا ہے تو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، حالانکہ ان کا دائرۂ اصلاح و تبلیغ بھی صرف بنی اسرائیل تک ہی محدود تھا۔ پوری دنیا کے لیے وہ پیامِ امن لے کر نہیں آئے تھے بلکہ انھوں نے خود تصریح کی کہ ''میرا مشن صرف بنی اسرائیل کی اصلاح تک محدود ہے۔'' تفصیل کے طور پر یہاں انجیلِ متی کا باب نمبر 15 پڑھنا مفید رہے گا جس میں ایک کنعانی عورت کا قصہ موجود ہے۔ یہ عورت اسرائیلی نہیں، اور حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس اس لیے آئی تھی کہ حضور اپنی معجزانہ طاقت سے اس کی بیمار بیٹی کو اچھا کر دیں۔ مسیح علیہ السلام نے فرمایا:

''میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔''[2]

اسی طرح انجیلِ متی میں مذکور ہے کہ جب مسیح علیہ السلام نے اپنے بارہ شاگردوں کو تبلیغ کے

[1] رحمة للعالمین: 83/3. [2] انجیلِ متی، باب: 15، آیت: 25,24.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے روانہ کیا تو یوں فرمایا:

''غیر قوموں کی طرف نہ جانا، اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔''①

اسی طرح فرمایا:

''یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔''②

ثابت ہوا کہ دراصل حضرت مسیح علیہ السلام نے جو کچھ بھی خدمت کرنی چاہی وہ محض بنی اسرائیل نامی ایک مسخ شدہ قوم کی تھی۔ تمام دنیا کے لیے ان کے پاس کچھ نہ تھا اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ غیر اقوام میں تبلیغ کی قطعاً ممانعت فرمائی گئی اور اسرائیلیوں میں سے بھی سامریوں کے پاس جانے سے روکا گیا۔ لہٰذا پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت اور ان کے بارہ شاگردوں کے فرضِ تبلیغ کا رقبہ صرف اسرائیلیوں تک محدود تھا، چنانچہ عیسائیت بھی عالمِ انسانیت کو امن وسکون کا پیغام نہیں دے سکتی۔

عیسائیت اور حقوق وفرائض

ذرا ان کے ہاں بھی حقوق وفرائض کو بالخصوص عورتوں کے حقوق کو ملاحظہ فرمائیں، پھر فیصلہ کریں کہ کیا ایسی تعلیمات امنِ عالم کی ضمانت دے سکتی ہیں؟

عیسائیت کے ابتدائی دور کی ممتاز شخصیت ترتولیون (Tirtulion) عورت کے متعلق یہ نظریہ ظاہر کرتا ہے:

''وہ شیطان کا دروازہ، شجر ممنوعہ کی طرف لے جانے والی، خدا کے قانون توڑنے

① انجیلِ متی، باب: 10، آیت: 7,6.   ② انجیلِ متی، باب: 5: آیت: 18,17.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والی، خدا کے خلاف ورغلانے والی اور مرد کو غارت کرنے والی ہے۔"[1]

ایک اور عیسائی عالم کرائی سوسٹم (Chry Sostem) کہتا ہے:

"عورت ایک ناگزیر برائی، ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ، غارت گر دلربائی اور ایک راستۂ مصیبت ہے۔"[2]

سینٹ بوناوینٹر کا قول ہے:

"عورت ایک بچھو ہے جو ڈسنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہے، وہ شیطان کا نیزہ ہے۔"

سینٹ گریگری کا قول ہے:

"عورت سانپ کا زہر رکھتی ہے اور اژدھے کا کینہ۔"[3]

عیسائی کلیسا کی ایک مجلس میں جو 582ء میں مشہور عیسائی ہستی "ماکون" کی زیر سرپرستی منعقد ہوئی، متفقہ طور پر یہ طے پایا:

"عورت نجات پانے والی روح سے خالی ہے اور وہ روح نہیں رکھتی۔"[4]

انجیل کی حفاظت

اس سب کچھ کو ہم تھوڑی دیر کے لیے ایک طرف رکھتے ہیں اور عیسائیوں سے پوچھتے ہیں کہ "انجیلِ مقدس" کو اگر امنِ عالم کے لیے پیش کریں تو کون سی انجیل کو؟ کیونکہ آج تک عیسائی ادب میں بے شمار اناجیل کا ذکر ملتا ہے۔ اناجیلِ اربعہ تو مشہور و معروف ہیں ہی لیکن اس دشتِ خار میں کئی آبلہ پا اور بھی ہیں۔ مختصراً ان انجیلوں کے ناموں کا ذکر کیا جاتا ہے:

① المرأة بين الفقه والقانون، ص:20. ② عودة للحجاب لمحمد بن أحمد المقدم، ص:52.

③ تجلیاتِ سیرت، ص:211، محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق، ص:344.

④ المرأة في القرآن، ص:76.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''انجیلِ طفولیت (منسوب بہ متی)، انجیلِ پطرس (مروجہ)، انجیلِ اول یوحنا (مروجہ)، انجیلِ دوم یوحنا، انجیلِ اندریاس، انجیلِ فیلبوس، انجیلِ باتھالوسی، انجیلِ اول طفولیت (منسوب بہ لوقا)، انجیلِ دوم طفولیت (منسوب بہ لوقا)، انجیلِ یعقوب، انجیلِ برناس، انجیلِ لوقا (مروجہ)، انجیلِ متی (مروجہ)، انجیلِ تھیڈیئس، انجیلِ پولوس، انجیلِ بسی لیڈس(Besilides)، انجیلِ سرتھس، انجیلِ ایبانی، انجیلِ یہودیہ، انجیلِ مارکیون (Marecion)، انجیلِ ناصرین، انجیلِ ٹاٹیان، انجیلِ ولن ٹینس، انجیلِ سئ تھیئس، انجیلِ اپلس، انجیلِ ولادتِ مریم، انجیلِ جوڈرس، انجیلِ کاملیٹ۔''[1]

اعمال کے دفاتر

مذکورہ بالا اناجیل کے علاوہ ایک بڑی تعداد ایسے مکتوبات کی ہے جو حواریوں کی طرف منسوب ہیں۔ ان کی تعداد ایک سو تیرہ تک ہے۔ اعمال حوارین کے سلسلہ میں اندریاس کے اعمال، یوحنا کے اعمال، پولوس کے اعمال، پطرس کے اعمال، پطرس کی تعلیمات، لوقا کے اعمال اور بارہ حواریوں کی تعلیمات وغیرہ کا نام ملتا ہے۔[2]

① عیسائیت کے تعاقب میں، ص:405، انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا، طبع یازدھم لندن، 1825ء: 642/1.

② انسائیکلو پیڈیا جیوش: 247/9۔ مذکورہ بالا اناجیل کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو:

1- De Wette Introduction to The New Testament.
2- Ency. Of Religion And Ethics.
3- Ency. Jewish.
4- Ency. Brit.
5- The Rise Of Christianity Ew. Barnes.
6- M/ss Our Bible And The Ancient F.G Kenyon.
7- The Origin Of The New Testament: A Harnack.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تمام مذکورہ بالا اناجیل اور ادب میں باہم دگر شدید اختلاف ہے۔ ان کے طریقِ تدوین اور ان کے زمانے کے تعین پر بھی اتفاق نہیں ہے۔①

انجیل میں اتنی تحریفات کی وجوہ کیا ہیں؟ پادری ہارن (Horne) نے اپنی مشہور کتاب ''دیباچہ علومِ بائبل'' میں اس کی چار وجوہات لکھی ہیں:

① ناقلین کی غفلت
② غلط نسخوں سے نقل
③ نکتہ چینی کرنے والوں کی دست برد اور قیاس آرائیاں
④ نکتہ چینی کرنے والوں کی دور اندیشی۔②

پادری آرچ ڈیکن برکت اللہ لکھتا ہے:

''انجیلِ جلیل کو تحریر کیے ہوئے انیس سو سال ہو گئے۔ اگر اس کے مصنفوں کے وہ نسخے جو انھوں نے اپنے ہاتھ سے لکھے تھے، اس وقت تک محفوظ ہوتے تو ہمیں انجیلِ جلیل کی اصلی عبارت کے معلوم کرنے میں کسی قسم کی دقت نہ پڑتی، لیکن یہ ایک انہونی بات ہے کیونکہ آخر یہ اشیاء فانی ہوتی ہیں۔ حوادثِ زمانہ کے ہاتھوں وہ نسخے نہ بچ سکتے تھے اور نہ بچے۔''③

ایک محتاط شمار کے مطابق عہد نامۂ عتیق اور عہد نامۂ جدید میں کم از کم تیس 30 ہزار مختلف اختلاف دریافت ہو چکے ہیں۔④

یہ تو چند مثالیں ہیں، ورنہ اس اندھیر نگری میں نہ جانے کیا کچھ ہو چکا ہے اور کہاں کی

① Jewish Ency :9/247-250 .

② تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: عیسائیت کے تعاقب میں، ص:408,407، دیباچہ علومِ بائبل:317/2.

③ دیکھیے: صحت کتبِ مقدسہ، مسیحی اشاعت خانہ، لاہور، 1989ء، ص:184.

④ John Kitto Illustrated History Of The Bible, The S.S Sorator Company, London,19 10,P:38.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیزیں کہاں پہنچ چکی ہیں، اس لیے اصل ماخذ جو معدوم ہو چکے ہیں، ان کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے کہ ان میں کیا لکھا تھا؟ اور موجودہ بائبل جس کی بنیاد اسی قسم کے ترجمہ در ترجمہ اور متضاد متن کے حامل نسخوں پر چلی آ رہی ہے، کس طرح ان اصل تحریروں کے مطابق ثابت کی جا سکتی ہے؟ اس لیے حقیقی بات یہی ہے کہ

"عیسائیت ایک غیر فطری، غیر عقلی، نا قابلِ فہم اور نا قابلِ عمل اوہام و عقائد کا مجموعہ ہے جس کو تحریف و تلبیس کے غازے نے ایک پہیلی بنا کر رکھ دیا ہے اور اس طرح کے قدیم مذہب پر استوار "جدید عیسائیت" ایک گورکھ دھندہ بن چکی ہے۔"

اب ایسی کتاب، دستور یا تعلیمات کو کیسے امنِ عالم کے لیے پیش کیا جا سکتا ہے جو نہ عالمگیر ہو، نہ حقوق و فرائض کا خیال رکھنے والی ہو اور نہ محفوظ شکل ہی میں موجود ہو۔

بدھ مت اور امن

اب ہم انبیائے بنو اسرائیل کے علاوہ دوسرے مذاہب کو دیکھتے ہیں کہ دنیا میں اور کس مذہب میں عالمِ انسانیت کے لیے پیغامِ امن و راحت ہے۔ عام لوگ شاید یہ سمجھتے ہوں کہ بدھ مت میں عالمِ انسانیت کے لیے امن و راحت اور سکون و اطمینان کی تعلیمات ہیں اور وہ عالمگیریت اور آفاقیت کا حامل ہو اور اس میں تبلیغِ عام کا وجود پایا جاتا ہو، لیکن بدھ مذہب کی صدہا سالہ تاریخ پر عبور کر لیں تو پتہ چلے گا کہ انھوں نے ہندو جاتی کے سوا کبھی اپنے زمانۂ عروج میں بھی کسی دوسری قوم تک تبلیغ کو نہیں پہنچایا، اور کسی غیر مذہب اسرائیلی، بابلی، مصری، حجازی اور مغربی وغیرہ کے معتقد کو داخلِ مذہب خود نہیں کیا۔ سلسلۂ تکامل کی یہ زبردست شہادت بدھ ازم کو محدود رقبہ اور محدود قوم کے لیے خاص بتا رہی ہے۔[1]

[1] رحمة للعالمین: 3/83،84.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدھ مت کی تعلیمات

بدھ ازم (جس کی تعلیمات مساوات پر مبنی بتائی جاتی ہیں) کے تاریخی مطالعہ سے عورتوں اور غلاموں کو کوئی مقام حاصل ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس کے برعکس عورتوں سے نفرت اور اس کی تذلیل وتحقیر کے ثبوت ملتے ہیں۔

بدھ مت میں عورتوں کے متعلق نظریات کا ایک نمونہ ''انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس'' کے ایک مقالہ نگار نے ایک بدھ مفکر چھلاواگا (Chullawagga) کے قول سے پیش کیا ہے جسے اولڈن برگ (Olden Berg) نے اپنی کتاب ''بدھا'' (Buddha) مطبوعہ 1906ء کے صفحہ نمبر 169 پر نقل کیا ہے:

''پانی کے اندر مچھلی کی ناقابلِ فہم عادتوں کی طرح عورت کی فطرت بھی ہے۔ اس کے پاس چوروں کی طرح متعدد حربے ہیں، اور سچ کا اس کے پاس گزر نہیں۔''[1]

گوتم بدھ نے اپنے معتقدین کو حکم دیا:

''اگر تم نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمھیں اپنی عورتوں سے تعلقات منقطع کر لینے چاہئیں۔''[2]

چنانچہ موصوف نے خود بھی اس نظریہ پر عمل پیرا ہو کر اپنی چہیتی بیٹی کو چھوڑ کر پہاڑوں میں سکونت اختیار کر لی تھی۔[3]

مہاتما گوتم بدھ ایک ''دیا کھیان'' میں کہتے ہیں:

''عورتوں سے میل جول مت رکھو۔ عورت مرد کے لیے خطرناک مصیبت ہے۔

[1] انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس: 271/5، محسنِ انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق، ص:351، تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات، ص:65.

[2] انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس: 271/5، محسنِ انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق، ص:351.

[3] انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس: 271/5، محسنِ انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق، ص:351.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی طرف دیکھنا بھی پرہیز گاری کے خلاف ہے۔عورت مجسم فریب ہے۔''[1]

کیا ایسا نظریہ قیامِ امن کے لیے مدد و معاون ہو سکتا ہے جو''نصف حیات بہتر'' کے لیے مذکورہ بالا تعلیمات دیتا ہو؟

اسی طرح بدھ مت میں غلام مذہبی رسومات اور عبادات کی ادائیگی کا اہل نہیں، نہ اسے اس امر کی اجازت ہی تھی۔[2]

آرین مذاہب اور امن

اس کے علاوہ مذاہبِ عالم میں آرین نسلوں کی اور دعوتیں بھی ہمارے سامنے آتی ہیں لیکن افسوس کہ دنیا کے لیے ان کے پاس بھی کوئی پیغامِ امن نہیں۔ان کی تعلیمات کا حاصل گوتم بدھ ہی کی وصایا ہیں جن میں بتایا جاتا ہے کہ''نجات دنیا کے ساتھ رہ کر حاصل نہیں ہو سکتی۔'' پس دنیا کو جن لوگوں نے ٹھکرا دیا، دنیا ان کے پاس جا کر کیا سکھ حاصل کرے گی؟ پھر انھوں نے جو کچھ بھی بتایا اور سکھایا ہو لیکن قوموں اور ملکوں کے دائرہ ہی میں اس کی دعوت محدود رہی۔عالمِ انسانیت جو رقبوں اور ملکوں میں محدود نہیں، اپنی مصیبت کے لیے ان سے کیا حاصل کر سکتی ہے؟ اسی طرح ہندوستان کے مذہبی ذخیرۂ تعلیمات (ہندومت کے علاوہ کیونکہ اس پر ہم علیحدہ سے گفتگو کریں گے) اور ان کی پر اثر قدامت کی وقعت سے ہم انکار نہیں کر سکتے، تاہم دنیا کے لیے ان کے بانیوں کی عظمت میں کیا خوشی ہو سکتی ہے جبکہ کوہِ ہمالیہ کی دیواروں اور بحیرۂ عرب کی موجوں کے باہر بھی دنیا ہے، مگر ہندوستان کے مذہبی داعیوں نے صرف ہندوستان کے اندر ہی بسنے والوں کو اپنی ہدایتیں سپرد کیں۔[3]

---

① انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ اتھکس: 271/5، محسنِ انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق، ص:351.
② قدیم ہندوستان میں شودر، ص:129. ③ رسولِ رحمت ﷺ، ص:746.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لٰہذا یہ تمام مذاہب ونظریات پورے عالمِ انسانیت کے لیے امن وسکون کے پیامبر نہیں ہو سکتے۔

ہندومت اور امن

دوسرے مشرقی اور ایشیائی مذاہب میں سے ''ہندومت'' باقی ہے لیکن اس میں بھی عالمِ انسانیت کے لیے امن وسکون مفقود ہے بلکہ اس میں تو عدل وانصاف کا وہ قتلِ عام ہے جس سے انسانیت کے سر شرم سے جھک جاتے ہیں اور پھر ہندوستان کے ''وید'' کا زمانہ بہت قدیم، ان کے بارے میں تاریخی معلومات انتہائی کم اور ان کے اصلی مقاصد تک پہنچنا اس قدر دشوار ہے کہ ایک طالب اور محقق اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ یہودیت اور عیسائیت میں جتنی تحریف وتغیر ہوئی ہے، وہ ہندومت کی تحریف کا عشرِ عشیر بھی نہیں، پھر آج تک ہندومت کے ویدوں اور پروہتوں نے اسے منجانب اللہ ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کیا، چنانچہ نہ ان کا فکری تصور معین ہے اور نہ عملی تعلیمات واضح ہیں۔ اسی وجہ سے اس میں اس امر کی پوری گنجائش موجود ہے کہ مصنفین پوری آزادی کے ساتھ اس سے اپنے حسبِ منشا سند اخذ کر سکتے ہیں۔ ①

انصاف سے بتائیں کہ ایسا نظریہ اور مذہب کیسے انسانیت کے لیے امن وسکون اور راحت واطمینان کا درس دے سکتا ہے؟ اب ذرا ان کا اندرونی چہرہ دیکھیے، یہاں عدل وانصاف کا قتلِ عام کیسی غارت گری پھیلاتا ہے۔

ہندومت کا نظام عدل وانصاف

فرانسیسی مؤرخ ڈاکٹر گستاؤلی بان ''تمدن ہند'' میں لکھتا ہے:

① انڈین فلاسفی: 22,21/3، منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین، ص: 234-236.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جرائم اور ان کی سزا کی اہمیت بلحاظ اس نقصان کے نہیں قرار دی جاتی جو ان سے منتج ہوں بلکہ بلحاظ مجرم یا مظلوم کی ذات کے، مثلاً: برہمن کو کسی بھی حالت میں ویسی سزا نہیں دی جاتی جیسی اور ذات کے اشخاص کو۔''①

عبدالمجید سالک رقمطراز ہیں:

''اگر ملزم اعلیٰ ذات کا فرد ہوتا تو اس کی سزا ادنیٰ ہوتی اور اگر ادنیٰ طبقے کا فرد ہوتا تو اس کے لیے سزا شدید تر ہوتی۔ اگر قاتل برہمن ہوتا اور مقتول کسی اور طبقے سے تو برہمن سے قصاص نہ لیا جاتا اور اگر قاتل و مقتول دونوں برہمن ہوتے تو دونوں کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا جاتا۔''②

''منوشاستر'' کا انصاف ملاحظہ فرمایئے:

''سزائے موت کے عوض میں برہمن کا صرف سر مونڈا جائے گا لیکن اور ذات کے لوگوں کو سزائے موت دی جائے گی۔''③

''راجہ کے لیے جائز نہیں کہ برہمن کو کسی حالت میں بھی قتل کرے اگرچہ اس نے کتنا ہی بڑا جرم کیوں نہ کیا ہو۔''④

''اگر کوئی برہمن کسی شودر کو جان سے مار ڈالے تو اس کے اوپر کوئی دوش نہ ہوگا، البتہ اسے کفارہ دینا پڑے گا۔ یہ کفارہ وہی ہوگا جو کسی جاندار مثل نیولے، چھپکلی، چوہے اور سانپ وغیرہ مارنے کا ہے۔''⑤

اندازہ کریں ''منوشاستر'' ہندوؤں کی قانونی اور مذہبی دستاویز ہے جسے درجۂ استناد حاصل ہے۔ جب اس کی تعلیمات میں طبقاتی تقسیم اور ذات پات کا واضح وجود ہے تو عملی طور پر کیوں اور کیسے امن وسکون کی فضا قائم رہ سکتی ہے؟

---

① تمدن ہند، ص: 227. ② مسلم ثقافت ہندوستان میں، ص: 16.

③ منوشاستر: 379/9. ④ منوشاستر: 380/9. ⑤ منوشاستر: 132/12.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''منوشاستر'' ہی میں تحریر ہے:

''قادرِ مطلق نے دنیا کی بہبود کے لیے ''برہمن'' کو اپنے منہ سے ''کھشتری'' کو اپنے بازوؤں سے ''ویش'' کو اپنی رانوں سے اور ''شودر'' کو اپنے پیروں سے پیدا کیا ہے۔''[1]

غلام اکبر ملک ''برہمن'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

''برہمن خود نہیں بولتا بلکہ اس کی زبان سے خدا انسانوں سے خود ہم کلام ہوتا ہے، لہٰذا برہمن کے لیے ویدوں کی تعلیمات جاننا لازمی ہے۔ دوسری تمام اقوام پر برہمن کو امتیازی تفوّق اور تقدّس حاصل ہے۔ یہ لوگ انسان نہیں دیوتا ہیں۔''[2]

نامور عرب مؤرخ اور جغرافیہ دان ''البیرونی'' کی تحقیق کے مطابق سفید رنگ ''برہمن'' کا علامتی رنگ سمجھا جاتا تھا جبکہ ''کھشتری'' اور ''ویش'' ذات کا رنگ سرخ اور ''شودر'' ذات کا سیاہ رنگ علامتی نشان کے طور پر سمجھا جاتا تھا۔[3]

مشہور عرب سیاح ''ابن بطوطہ'' نے بھی اپنے سفر نامۂ ہند کے چشم دید مشاہداتی تأثرات میں اسی طرح کی تفصیلات درج کی ہیں بلکہ ایک مقام پر تو وہ لکھتے ہیں کہ میں ہندوستان کا مذہبی ظلم وستم دیکھ کر بے ہوش ہو گیا جس وقت ''ستی'' کی رسم ادا کی جا رہی تھی۔[4]

---

① منوشاستر: 31/1. ② راجپوت تاریخ کے آئینہ میں، ص: 27.

③ کتاب الہند، ص: 407,406۔ ہندومت کی مذہبی کتب میں ذات پات اور اس سے متعلق تعلیمات کے مزید مطالعے کے لیے کتب ملاحظہ فرمائیں: تمدن ہند، ص: 210-220، وارمغانِ وید، ص: 35-52، قدیم ہندوستان میں شودر، اچھوت لوگوں کا ادب، ص: 20-22.

④ تفصیل کے لیے دیکھیے: عجائب الأسفار، ص: 39,38۔ ''ستی'' سچ پر قربان ہونے کو کہا جاتا ہے۔ ہندی اردو لغت کے مؤلف راجہ راجیسور راؤ اصغر ''ستی'' کے تحت لکھتے ہیں: ''سچا، کامل، راست، درست، نیک، وفادار، غیر متلون، زن پارسا، عاصم۔ ''ست'' سچ پر قربان ہونے والی اور نیکی کے لیے جان دینے والی عورت، یعنی وہ عورت جو اپنے شوہر کی لاش کے ساتھ فنا فی النار ہو جائے۔ دیکھیے: ہندی اردو لغت، ص: 297. ''ستی'' کی رسم کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے ان کتب کا مطالعہ مفید رہے گا: تاریخ ««

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ایسا دستور عالمِ انسانیت کے لیے امن وسکون کی ضمانت دے سکتا ہے جس میں امن وسکون کے بجائے عدل وانصاف کا قتل اور ذات پات کی تقسیم در تقسیم کے ہولناک تصورات موجود ہوں؟

پس چہ باید کرد؟

یہ حالت سامی اور غیر سامی مذاہب ونظریات اور فلسفوں کی تھی۔ ان کے علاوہ بھی دنیا میں طرح طرح کے مصلحین اور ریفارمر دکھائی دیتے ہیں جن میں شیریں مقال واعظ، آتش بیان خطباء اور فلسفہ طراز حکماء ہیں اور کتنے ہی جنگجو، فاتحین اور مقنّن ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ عالمِ انسانیت کو انھوں نے کس قدر امن دیا؟ کس قدر سلامتی بخشی؟ کہاں تک صراطِ سعادت پر چلایا؟ امن وراحت کی بادشاہت قائم کرنے کے لیے انھوں نے کیا کیا؟ ظلم وفساد کے بیج سے عالم انسانیت کو صاف کرنے کے لیے کیا کچھ کیا؟ اگر ہم ان کے کارناموں اور ان کے پیدا کردہ مجموعی نتائج کو دیکھتے ہیں تو کہیں اگر امن وسکون دکھائی بھی دیتا ہے تو وہ جزوی قسم کا ہے۔ اس کے اثرات زندگی کے کسی ایک گوشے پر ابھرتے ہیں تو پھر اس کے ساتھ طرح طرح کے مفاسد ترکیب پائے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ تاریخِ انسانی میں کوئی ایسا دکھائی نہیں دیتا جو عالمِ انسانیت میں بسنے والے انسان کو...... پورے کے پورے انسان کو...... اجتماعی انسان کو اندر سے بدل سکا ہو۔

◄◄ اور عورت، ص: 45-47، ہندوستان تاریخ، تہذیب وتمدن اور فلسفہ، ص: 127,126، روایاتِ تمدنِ قدیم، ص: 279، ہندوستانی معاشرہ عہد وسطی میں، ص: 251، آئین اکبری: 294/3، انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ، ص: 236,235، تاریخ دعوت وجہاد برصغیر کے تناظر میں، ص: 50، تمدن ہند، ص: 471,470۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امنِ عالم کا تنہا علمبردار

دنیا اگر اپنی نجات کے لیے بے چین ہے تو اس کے لیے امن وسکون اور راحت و تسکین کا پیام صرف ایک ہی ہے اور صرف ایک ہی کی زندگی میں ہے۔ دنیا کا دکھ ایک ہی ہے تو اس کے لیے شفا کے نسخے بھی ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ اس کا پروردگار ایک ہے۔ وہ اپنے ایک ہی آفتاب کو بحر و بر پر چمکاتا اور ایک ہی طرح کی بدلیوں سے اس کے آباد اور ویرانے کو شاداب کرتا ہے اس کی ہدایت و رحمت کا آفتاب بھی ایک ہے، گو بہت سے ستارے اس کی روشنی سے اکتسابِ نور کرتے ہیں مگر ان سب کا مرکز اور مبدائے نورانیت ایک ہی ہے۔ قرآنِ حکیم نے آفتاب کو ''سراج'' کہا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝ ﴾

''اور ہم نے ایک روشن چراغ (سورج) بنایا۔''[1]

اور اسی طرح اس کے ظہور کو بھی ''سراج'' کہا جس کی ہدایت و رحمت کی روشنی کرۂ ارضی کی تمام ظلمتوں کے لیے پیامِ صبح تھی۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ ﴾

''اے نبی! بلاشبہ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، بشارت دینے والا اور ڈرانے

[1] النبا 78:13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا (بنا کر) بھیجا ہے۔ اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ (بنا کر بھیجا ہے)۔''[1]

لہٰذا تمام کرۂ ارضی کی روشنی کے لیے ایک ہی آفتاب امن ہے جس کی تسخیر عالم کرنوں سے دنیا اپنی تمام تاریکیوں کے لیے نورِ بشارت پا سکتی ہے۔ اس آفتابِ امن نے دنیا میں ظاہر ہو کر یہ نہیں کہا کہ میں صرف بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے آیا ہوں بلکہ اس نے کہا کہ تمام عالمِ انسانیت کو غیر الٰہی قوتوں سے نجات دلانا میرا مقصدِ ظہور ہے۔ اس نے صرف اسرائیل کے گھرانے کی گمشدہ رونق ہی سے عشق نہیں کیا بلکہ تمام عالم کی اجڑی ہوئی بستیوں پر غمگینی کی اور ان کی دوبارہ رونق و آبادی کا اعلان کیا۔ اس نے اس خدا کی محبتوں کی طرف دعوت نہیں دی جو صرف سینا کی چوٹیوں یا ہمالیہ کی گھاٹیوں میں رہتا ہے بلکہ اس رب العلمین کی طرف بلایا جو پورے نظامِ ہستی کا پروردگار ہے۔ ہمیں دنیا میں سکندر ملتا ہے جس نے تمام عالم کو فتح کرنا چاہا تھا لیکن ہم دنیا کی پوری تاریخ میں آپ ﷺ کے علاوہ اللہ کے کسی ایسے رسول کو نہیں پاتے جس نے تمام عالم کی ضلالتوں اور تاریکیوں کے خلاف اعلانِ جہاد کیا ہو۔''[2]

آگے ہم اسی آفتابِ امن کو پیغمبر امن ﷺ کے عنوان سے پیش کریں گے۔ ان شاءاللہ!

[1] الاحزاب 33:45،46۔ [2] رسول رحمت ﷺ، ص:747۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب: 2

امن، بعثتِ نبوی ﷺ سے پہلے اور بعد

پیغمبرِ امن ﷺ سے پہلے کا زمانہ اور امن

اصل موضوع سے پہلے ہم ایک طائرانہ نظر میں ان حالات کا خاکہ پیش کریں گے جن میں پیغمبر امن ﷺ کی بعثت ہوئی کیونکہ آپ ﷺ کے پیامِ امن کی مکمل صورت گری اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ آپ ﷺ سے پہلے کے حالات اور بعد کے حالات کا تقابل نہ کیا جائے۔

چھٹی صدی عیسوی پیغمبر امن ﷺ کی ولادت کی صدی ہے۔ اس صدی میں دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کی مذہبی، سیاسی، اخلاقی اور انسانی حقوق و فرائض کی حالت کیا تھی؟ ذیل میں ہم اسی کو بیان کر رہے ہیں۔ سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

''چھٹی صدی عیسوی میں دنیا کے بڑے بڑے مذاہب، قدیم مذہبی صحیفے اور ان کے احکام و قوانین بازیچۂ اطفال بن چکے تھے اور تحریف کے علمبرداروں، منافقوں اور ناخدا ترس و بے ضمیر مذہبی رہنماؤں کی ذاتی اغراض کا نشانہ اور حوادِث زمانہ کا اس طرح شکار ہو چکے تھے کہ ان کی اصلی شکل وصورت کا پہچاننا مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ اگر ان مذاہب کے اولین بانی و علم بردار اور ان کے انبیائے کرام دوبارہ واپس آ کر اس حالت کو دیکھتے تو ان مذاہب کو خود نہ پہچان سکتے اور ان کا انتساب اپنی طرف کرنے پر ہرگز تیار نہ ہوتے۔''[1]

① نبیِ رحمت ﷺ، ص: 35.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہودیت، بعثت نبوی ﷺ سے پہلے

پیغمبر امن ﷺ کی آمد کے وقت یہودی مذہب چند بے جان رسوم و روایات کا نام تھا جن میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ تھی۔ یہ مذہب اپنے عقائد و افکار میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا تھا۔ یہودیوں نے اپنی پڑوسی قوموں کے اثر سے یا غالب و فاتح قوموں کے دباؤ سے، ان کے بہت سے عقائد قبول کر لیے تھے بابل کی تالمود کم عقلی، بدزبانی، اللہ کے حضور جسارت اور گستاخی، حقائق و مسلمات اور دین و عقل کے ساتھ تمسخر کے ایسے عجیب و غریب نمونوں سے بھری ہوئی تھی جن کو دیکھ کر اس صدی میں یہودی معاشرے کی ذہنی پستی اور مذہبی ذوق کے بگاڑ کا پورا پورا اندازہ کیا جا سکتا تھا۔[1]

عیسائیت، بعثت نبوی ﷺ سے پہلے

عیسائیت اس دور میں بلکہ اس سے بھی بہت پہلے، اپنے دورِ اول ہی میں انتہا پسندوں کی تحریف، جاہلوں کی تاویل اور رومی نصرانیوں کی بت پرستی کا شکار ہو گئی تھی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی سادہ تعلیمات اور پاکیزہ افکار اس تمام ملبے کے نیچے دفن تھے۔ توحید اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا نور گھرے بادلوں کے اندر چھپ چکا تھا۔

یہودی مذہب اور آداب کی تعلیم کی کتاب کو ''تالمود'' کہتے ہیں۔ یہ دراصل علمائے یہود کی کتابِ شریعت ''المشنا'' کے شروح و حواشی کا مجموعہ ہے جو مختلف زمانوں میں رائج رہا۔ تالمود یہودیوں میں حد درجہ مقدس سمجھی جاتی ہے اور بعض اوقات تورات پر بھی اس کو ترجیح دی گئی ہے۔ یہ چھٹی صدی عیسوی میں یہودیوں میں مقبول و رائج تھی۔ یہودیوں کے بگاڑ اور ان کی مذہبی و سیاسی اور اخلاقی و روحانی تبدیلیوں کے بارے میں آگاہی کے لیے ان کتب کا مطالعہ مفید رہے گا: جیوش انسائیکلوپیڈیا: 569,568/12، یہودی تالمود کی روشنی میں، اور اسی کا عربی ترجمہ ''الکنز المرصود في قواعد التلمود'' از ڈاکٹر یوسف حنا۔

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: ''یہودی تالمود کی روشنی میں''۔ نبیِ رحمت ﷺ، ص: 37.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھی صدی کے آخر میں عیسائی سوسائٹی میں تثلیث کا عقیدہ بہت بری طرح سرایت کر چکا تھا۔[1] عیسائی سوسائٹی میں بت پرستی اور اس کی نو بہ نو شکلیں اور دوسری مشرک و بت پرست قوموں کی اندھی تقلید، مرعوبیت یا جہالت کی بنا پر ان کی ہو بہو نقل کا رواج عام تھا۔[2] چھٹی صدی عیسوی جب شروع ہوئی، اس وقت شام و عراق کے عیسائیوں اور مصر کے عیسائیوں کے مابین جنگ اپنے شباب پر تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ دو مذہبوں یا دو مخالف قوموں کی جنگ ہے۔[3]

مجوسیت، بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے

مجوسی (ایران کے پارسی) قدیم زمانہ سے عناصرِ اربعہ کی عبادت کرتے تھے۔ انھوں نے اس کے لیے مخصوص آتش کدے اور مخصوص عبادت گاہیں تعمیر کی تھیں۔ آگ کی پرستش اور سورج کی تقدیس کے سوا ہر عقیدہ و مذہب وہاں سے مٹ چکا تھا۔[4]

بدھ مذہب کی حالت

بدھ مذہب جو ہندوستان اور وسط ایشیا میں پھیلا ہوا تھا۔ وہ بھی ایک ایسے بت پرستانہ مذہب میں تبدیل ہو چکا تھا کہ بت اس کے جلوس میں چلتے تھے۔ جہاں اس کے قافلہ کا پڑاؤ ہوتا، وہاں گوتم بدھ کی مورتی نصب کی جاتی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں ایک معبد تیار ہو جاتا۔[5] اہل علم اور اصحابِ نظر کو اس مذہب اور اس کے بانی کے بارے میں

---

① مقالہ ''تثلیث مقدس'' : 14/295، نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، ص: 37.

② مسیحیت علمِ جدید کی روشنی میں، ص: 407.   ③ نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، ص: 39.

④ تفصیل کے لیے دیکھیے: ایران بعہد ساسانیان، ص: 155-183-187-204-209-233.

⑤ ہندوستانی تمدن، ص: 209، پنڈت جواہر لال نہرو کی کتاب (Discovery of India)، ص: 201,202.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابھی تک یہ شبہ ہے کہ آسمان وزمین اور خود انسان کے خالق کے وجود پر بھی ان کا عقیدہ و ایمان تھا یا نہیں۔ ان کو حیرت ہے کہ ایمان وعقیدہ کے بغیر یہ عظیم مذہب کیسے قائم رہ سکا۔ ①

ہندو مذہب کی حالت

جہاں تک ہندو مذہب کا تعلق ہے تو وہ دیوی اور دیوتاؤں کی کثرت میں دوسرے مذاہب سے بہت آگے تھا۔ چھٹی صدی میں بت پرستی ان کے ہاں پورے شباب پر تھی۔ معبودوں کی تعداد اس صدی میں 33 کروڑ تک بتائی جاتی ہے۔ غرض کہ ہر عظیم چیز یا ہیبت ناک شے معبود تھی۔ بت تراشی اور مجسمہ سازی کا فن بھی نقطۂ عروج پر تھا اور اس میں طرح طرح کی جدت طرازیاں کی جاتی تھیں۔ ②

قدیم عرب کے احوال

جہاں تک ان عربوں کا تعلق ہے جو عہد قدیم میں دین ابراہیمی کے حامل تھے، وہ بھی شرک و بت پرستی میں بہت آگے نکلے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر انھوں نے بہت سے معبود تجویز کر لیے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ خود ساختہ معبود کائنات کے نظم ونسق میں اللہ کے ساتھ شریک ہیں اور نفع ونقصان پہنچاتے ہیں۔ زندہ رکھنے اور مارنے کی ذاتی صلاحیت وقدرت کے مالک ہیں، چنانچہ پوری عرب قوم بتوں کی پرستش میں ڈوب چکی تھی۔ ہر قبیلے اور علاقے کا علیحدہ علیحدہ معبود تھا بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ہر گھر صنم خانہ تھا ③ حتی کہ خود کعبۃ اللہ کے اندر اور اس کے صحن میں تین سو ساٹھ بت تھے۔ ④

① دیکھیے: انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں بدھ مذہب پر مقالہ۔

② دیکھیے: آر سی دت کی کتاب (Ancient India): 276/3، و نبیِ رحمت ﷺ، ص:41.

③ دیکھیے: کتاب الأصنام لابن الکلبي، ص:33. ④ صحیح البخاري، المغازي، باب أین رکز النبي ﷺ الرایة یوم الفتح؟ حدیث:4287.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متمدن ممالک کے احوال

یہ ان مذاہب کا حال تھا جو اپنے اپنے زمانے میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے آئے تھے۔ جہاں تک ان متمدن ممالک کا تعلق ہے جہاں عظیم الشان حکومتیں قائم تھیں، وہاں مذاہب کی شکل بالکل مسخ ہو چکی تھی اور انھوں نے اپنی اصلی حقیقت، قدر و قیمت اور قوت و افادیت کھو دی تھی اور مصلحین و معلمین دور دور تک نظر نہ آتے تھے۔ کیا مشرقی رومی سلطنت اور بازنطینیت، کیا ایرانی شہنشاہی و مزدکیت اور کیا ہندوستان و جزیرہ نمائے عرب اور کیا یورپ و مغرب، ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا، ظلم ہی ظلم اور وحشت ہی وحشت تھی۔

بالاختصار کہا جا سکتا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی جس میں پیغمبر امن ﷺ کی بعثت ہوئی، تاریخ کا بدترین دور تھا۔ پوری انسانیت خودکشی کے راستے پر تیزی کے ساتھ گامزن تھی۔ اس کے اندر بھلائی و برائی اور زِشت و خوب میں تمیز کرنے کی بھی صلاحیت باقی نہیں تھی۔ بسا اوقات پورے پورے ملک میں ایک بھی شخص ایسا نظر نہ آتا جس کے دل میں انسانیت کا درد ہو اور اس کے تاریک اور ہولناک انجام پر کچھ بے چینی ہو۔[1]

قرآنِ کریم کا تبصرہ

یہ صورتِ حال اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی ہو بہو تصویر تھی:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝﴾

”خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو گیا جو لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی کا نتیجہ ہے تاکہ اللہ انھیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے جو انھوں نے کیے تاکہ وہ (ہدایت

① نبیِ رحمت ﷺ، ص: 58.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف) رجوع کریں۔"[1]

پیغمبر امن ﷺ کی ولادت وسلسلۂ نسب

یہ آفتابِ امن ﷺ مکہ کی وادی میں موسمِ بہار میں 9 ربیع الاول (مشہور عام 12 ربیع الاول ہے)، سنہ 1 عام الفیل (واقعۂ فیل سے 50 روز بعد)، بمطابق 22 اپریل 571ء بوقت صبح صادق (قبل از طلوع آفتاب) دوشنبہ کے روز طلوع ہوا۔[2] یہ تاریخ انسانیت کا

① الروم 30:41.

② سیرۃ ابن ہشام رحمہ اللہ: 182/1، رحمۃ للعالمین: 35،34/1، مختصر سیرت الرسول ﷺ، ص:26، محسن انسانیت، ص: 639، نبیِ رحمت ﷺ، ص: 128،127، رسول رحمت ﷺ، ص:37، الرحیق المختوم، ص: 83، مختصر سیرت النبی ﷺ، ص:33.

امام طبری رحمہ اللہ اور ابن خلدون رحمہ اللہ نے 12 ربیع الاول اور ابوالمقداد رحمہ اللہ نے 10 تاریخ کی روایت نقل کی ہے مگر چونکہ دوشنبہ کے دن پر سب کا اتفاق ہے اور دوشنبہ 9 تاریخ ہی کو آتا ہے، اس لیے محمد طلعت بک عرب (مؤلف، تاریخ دول العرب والاسلام) کی تائید میں قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ (مؤلف، رحمۃ للعالمین) نے تقویموں کے حساب میں عرق ریزی کرتے ہوئے 9 ربیع الاول ہی کے حق میں رائے دی ہے۔ مصر کے مشہور ہیئت دان محمود پاشا نے ریاضیاتی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضور ﷺ کا یومِ ولادت 9 ربیع الاول ہے جسے پاشا موصوف نے 20 اپریل 571ء سے مطابقت دی ہے۔ علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے بھی اسی تحقیق کو قبول کیا ہے۔ 22 اپریل کا تعین گریگورین رول کے مطابق ہے جس کے تحت ستمبر 1752ء سے نئی عیسوی تقویم کا حساب چلا۔ قدیم تقویمی قاعدے کے مطابق اس دن 19 اپریل 5284 جولین کی تاریخ متعین ہوئی ہے۔ ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ ولادتِ نبی ﷺ واقعۂ عام الفیل سے 50 روز بعد ہوئی یا 55 روز بعد۔ بظاہر حساب 50 روز کے حق میں ہے۔ مولانا عبدالرؤف داناپوری رحمہ اللہ (مؤلف اصح السیر) نے 8 یا 12 ربیع الاول دو تاریخیں لکھی ہیں مگر نہ تو مآخذ روایت پر گفتگو کی ہے اور نہ تقویموں کے سلسلہ میں تفحص پیش کیا ہے۔ بعض نے یکم محرم کا بھی تعین کیا ہے اور عیسوی تقویم کے مطابق 12 اور 15 فروری کی تاریخیں ذکر کی ہیں۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ کے نزدیک ربیع الاول کی بارھویں رات گزرنے پر نبی ﷺ کی ولادت ہوئی۔ ہماری رائے میں محققین کا ◄◄

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب سے روشن اور مبارک دن تھا۔ نبیِ کریم ﷺ کا نسب اس طرح ہے:

محمد (ﷺ) بن عبداللہ بن عبدالمطلب (اصل نام شیبہ) بن ہاشم (اصل نام عمرو) بن عبد مناف (اصل نام مغیرۃ) بن قصی (اصل نام زید) بن کلاب (اصل نام عروہ یا حکیم) بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن قریش (اصل نام فہر)[1] بن مالک بن النضر[2] بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ (اصل نام عامر)[3] بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔[4]

عدنان بالاتفاق سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں لیکن دونوں کے درمیان کتنی پشتیں ہیں؟ اور ان کے نام کیا کیا ہیں؟ اس بارے میں بڑا اختلاف ہے۔

والدہ اور ان کا سلسلۂ نسب

پیغمبر امن ﷺ کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔ ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرۃ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر۔[5]

سیدہ آمنہ کی والدہ کا نسب یوں ہے:

◂◂ پلہ 9 ربیع الاول کے حق میں بھاری ہے۔ دیکھیے: محسن انسانیت ﷺ از نعیم صدیقی، ص:639، رسولِ رحمت ﷺ، ص:37، رحمۃ للعالمین:1/35.

[1] بعض کہتے ہیں کہ اصل نام ”قریش“ ہے جس سے قبیلۂ قریش چلا، اور بعض کے نزدیک اصل نام فہر ہے اور لقب قریش ہے۔ ابن ہشام رحمہ اللہ نے اصل نام فہر لکھا ہے۔ دیکھیے: ابن ہشام:1/31.

[2] اصل نام قیس تھا اور تازہ روئی کی وجہ سے ”نضر“ مشہور ہوئے۔

[3] یہ ابن اسحاق کا قول ہے، جمہور کے نزدیک اصل نام عمرو تھا۔

[4] عدنان سے اوپر شجرہ نسب کے متعلق کوئی چیز قطعی نہیں ہے۔ دیکھیے: سیرۃ ابن ہشام:1/31، الرحیق المختوم، ص:75، فهوم أهل الأثر از امام ابن الجوزی رحمہ اللہ، ص:5-7، رحمۃ للعالمین:1/34,35.

[5] رسالت کے سائے میں، ص:37.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برہ بنت عبدالعزی بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر۔ ①

مقامِ نسب

ابن ہشام کا بیان ہے کہ (پیغمبر امن) محمد رسول اللہ ﷺ حسب ونسب کے اعتبار سے اولادِ آدم میں سب سے افضل ہیں۔ ②

قبیلہ، خاندان اور رضاعت

پیغمبر امن ﷺ کا قبیلہ قریش، خاندان ہاشمی ③ اور آپ کی رضاعت حلیمہ سعدیہ کی گود میں بنوسعد بن بکر بن ہوازن کے گھر میں ہوئی۔ رضاعت کے تیسرے سال حلیمہ نے یہ امانت آکر حضرت آمنہ کو واپس کر دی۔ ④

دنیاوی سہاروں سے محرومی

پھر یکے بعد دیگرے پیغمبر امن ﷺ دنیاوی سہاروں سے محروم ہوتے گئے۔ چھ سال کی عمر میں والدہ وفات پاگئیں، پھر دادا عبدالمطلب اور پھر چچا ابوطالب جو یک گونہ سرپرست تھے وفات پاگئے۔ ⑤

امن کا پہلا علَم

پیغمبر امن ﷺ عین عہدِ شباب میں ہیں تو امن وسکون کا پھریرا لہراتے ہیں۔ ظلم وستم

① رسالت کے سائے میں، ص: 37. ② سیرۃ ابن ہشام: 181/1.

③ مختصر سیرۃ النبی ﷺ، ص: 30. ④ تاریخ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندوی رحمہ اللہ: 34/1.

⑤ النبي الخاتم، ص: 27، محمد ﷺ صبر وثبات کے پیکر، ص: 27.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی چکی میں پسنے والے مظلوم و مقہور لوگوں کے لیے پہلا تاریخی منشور لانے میں محنت و کوشش کرتے ہیں۔ یہ پہلا تاریخی منشور ''معاہدۂ حِلفُ الفضول'' کے نام سے کتب حدیث اور کتب سیرت و تاریخ میں ملتا ہے۔ جو سرزمین عرب بالخصوص مکہ کی ریاست میں عرب تاریخ میں پہلی مرتبہ قیامِ امن، بنیادی انسانی حقوق، بالخصوص مظلوموں اور بے کسوں کی دادرسی کا معاہدہ قرار پایا۔[1]

بیشتر مورخین، وقائع نگاروں اور سیرت نگاروں نے اس معاہدے کا محرک عہد جاہلیت کے ایک واقعے کو قرار دیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

''بنوزبید کا ایک شخص مکہ میں کچھ مال بغرض تجارت لایا جسے عاص بن وائل نے خرید لیا لیکن اس کی قیمت ادا نہ کی۔ اس شخص نے بیت اللہ میں آ کر قریش کے سامنے چند شاکیانہ اور دردمندانہ اشعار پڑھ کر اپنی بے بسی، غریب الوطنی اور

''حلف الفضول'' لفظ ''حلف'' ح کے زیر اور زبر دونوں طرح مستعمل ہے۔ حلف کے معنی قسم کے علاوہ معاملہ کے بھی ہیں (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 512/8) علامہ فیروز آبادی ''معاہدۂ حلف الفضول'' کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''قریش نے اس حلف کو ''حلف الفضول'' کے نام سے اس لیے موسوم کیا کہ انھوں نے یہ حلف اٹھایا تھا کہ وہ کسی مظلوم کا حق ظالم کے پاس نہیں چھوڑیں گے، اس کو ہر حال میں واگزار کرائیں گے: القاموس المحیط: 31/4.

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے ''حلف الفضول'' کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے: ''اس معاہدہ کو ''حلف الفضول'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس معاہدہ کا خیال اول اول جن لوگوں کو آیا، ان کے نام میں لفظ فضیلت کا مادہ موجود تھا، یعنی: فضیل بن حارث، فضیل بن وداعہ، فضل بن فضالہ اور مفضل'' سیرۃ النبی ﷺ: 116/1۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ ''حلف الفضول'' کی وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حلف الفضول'' کے بارے میں ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ عربی میں ''حق'' کو ''فضل'' بھی کہتے ہیں جس کی جمع ''فضول'' ہے، اس لیے یہ معاہدہ ''حلف الفضول'' کے نام سے مشہور ہوا، یعنی: ''معاہدۂ حقوق'' یا ''معاہدۂ حفظِ حقوق''۔ دیکھیے: رسول رحمت ﷺ، ص: 70. یہ معاہدہ بھی پہلے عہد جاہلیت میں ہو چکا تھا لیکن کارگر نہ ہوا۔

[1] دیکھیے: رسول اکرم (ﷺ) کی سیاسی زندگی، ص: 58.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضعف قوت کا اظہار کیا جس کے نتیجے میں یہ معاہدہ عمل میں آیا۔''①

چنانچہ پیغمبر امن ﷺ کی تحریک اور کوششوں کے نتیجے میں بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب اور خاندانِ زہرہ وتیم نے متحد ہو کر یہ معاہدہ کیا کہ مکے کے باشندے ہوں یا اجنبی، آزاد ہوں یا غلام، سب کو مکے کی حدود کے اندر ہر طرح کے ظلم وستم اور ناانصافی سے محفوظ رکھا جائے گا اور ظالموں کے ہاتھوں ان کے نقصانات کی پوری پوری تلافی کرائی جائے گی۔ پیغمبر امن ﷺ اس انجمن کے رکن اعلیٰ تھے اس معاہدے کی بدولت کمزوروں اور مظلوموں کو بڑی حد تک امن و امان نصیب ہوگیا۔②

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

''اس معاہدہ ''حلف الفضول'' میں ایک رضا کار جماعت شریک ہوئی جس کا مقصد حدودِ شہر میں ہر مظلوم اور اجنبی کی مدد کرنا اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھنا تھا جب تک ظالم حق رسانی نہ کرے۔''③

حلف الفضول کا متن

حلف الفضول کے شرکاء نے جو حلف لیا، وہ یہ تھا:

«لَيَكُونُنَّ يَدًا وَّاحِدَةً مَّعَ الْمَظْلُومِ عَلَى الظَّالِمِ حَتّٰى يُؤَدِّي إِلَيْهِ حَقَّهُ، مَا بَلَّ بَحْرٌ صُوفَةً وَّمَا رَسٰى حِرَاءُ وَثَبِيرٌ مَّكَانَهُمَا وَعَلَى التَّأَسِّي فِي الْمَعَاشِ»

''(اللہ کی قسم!) ہم سب مل کر مظلوم کے ساتھ ایک ہاتھ بن جائیں گے جب

① تفصیل کے لیے دیکھیے: تاریخ الجاھلیة، ص: 132.

② طبقات ابن سعد: 129،128/1، تاریخ الجاھلیة، ص: 132.

③ عہد نبوی ﷺ میں نظامِ حکمرانی، ص: 144، مختصر سیرۃ الرسول ﷺ، ص: 47،46.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک کہ ظالم اسے اس کا حق ادا نہیں کر دیتا، اور ہمارا یہ معاہدہ اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک سمندر گھونگوں کو بھگوتا رہے، جب تک حراء وثبیر نامی پہاڑ اپنی جگہ پر قائم ہیں نیز ہماری معیشت میں مساوات رہے گی۔'' ①

حلف الفضول کی اہمیت

پیغمبر امن ﷺ نے اس تاریخ ساز معاہدۂ امدادِ مظلومین میں بھرپور اور مؤثر کردار ادا کیا۔ آپ ﷺ کی نگاہِ قدر شناس میں اس معاہدے کی اہمیت اور قدر ومنزلت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ عہدِ نبوت میں ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس معاہدے کے مقابلہ میں اگر مجھے سرخ اونٹ بھی دیے جاتے تو میں نہ لیتا اور آج بھی ایسے معاہدے کے لیے کوئی بلائے تو میں شرکت کے لیے تیار ہوں۔'' ②

امن کا دوسرا علَم

پیغمبرِ امن ﷺ کی عمر کی 35 ویں منزل میں قریش نے کعبہ کی تعمیر نو کرتے ہوئے حجرِ اسود کو اس کی جگہ پر نصب کرنا چاہا تو قبائل کے مابین اختلاف رونما ہوگیا۔ باہمی لڑائی کے آثار ظاہر ہو گئے۔ بنوعبدالدار اور بنوعدی بن کعب نے خون کی لگن میں ہاتھ ڈبو کر مرنے مارنے کا عہد کرلیا۔ قریب تھا کہ قریش اپنے امن وعافیت کے آبگینہ کو چکنا چور کر دیں، لیکن دیکھو! بیابانوں میں انسانوں سے جدا ہو کر رہنے والا پیغمبر امن ﷺ آتا دکھائی دیتا ہے تو سب بے ساختہ بول اٹھے:

① الروض الأنف: 157/1. ② الكامل في التاريخ للإمام ابن الأثير رحمه الله: 141/2، مختصر سيرت الرسول ﷺ، ص: 47.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"امین آ گئے، امن و امان کے پیکر اور امانت و دیانت کے حامل آ گئے۔" [1]

یوں پیغمبر امن ﷺ نے سارے مکے میں امن و امان کی فضا قائم کر دی۔ حضرت داود علیہ السلام نے ٹھیک کہا تھا کہ

"ہمارا معبود بے عیب ہے اور محمد ﷺ نے ساری زمین خوشی سے بھر دی ہے۔" [2]

نیز فرمایا:

"وہ مصیبت زدہ مظلوم کو طاقت ور ظالم سے نجات دلائے گا، بے یار و مددگار، کمزور کو بچائے گا، مسکینوں اور ضعیفوں پر مہربانی کرے گا اور ہر وقت ان کے حق میں رحمت اور برکت کی دعا کرے گا۔" [3]

اسلوبِ امن کی تلاش

پیغمبر امن ﷺ کی عمر جب چالیس برس کے قریب ہو چکی تو آپ کو تنہائی محبوب ہو گئی، چنانچہ آپ ﷺ مکہ سے کوئی دو میل دور کوہِ حرا کے ایک غار میں جا رہتے۔ کائنات کے مشاہد اور اس کے پیچھے کارفرما قدرتِ نادرہ پر غور فرماتے۔ آپ ﷺ کو اپنی قوم کے لچر پوچ شرکیہ عقائد اور واہیات تصورات پر بالکل اطمینان نہ تھا لیکن ابھی تک آپ کے سامنے کوئی واضح راستہ نہ تھا جس پر آپ ﷺ اطمینان اور انشراحِ قلب کے ساتھ رواں دواں ہو سکتے۔ [4]

www.KitaboSunnat.com

① حجرِ اسود نصب کرنے پر نزاع اور پیغمبر امن ﷺ کے فیصلہ کی تفصیلات کے لیے دیکھیے: النبي الخاتم، ص: 33,32، رسالت کے سائے میں، ص: 45,44، مختصر سیرت الرسول ﷺ، ص: 53,52، الرحيق المختوم، ص: 93,92، سيرت النبي ﷺ لابن هشام رحمه الله: 219/1، فقه السيرة للغزالي، ص: 63,62، تاريخ خضري: 65,64/1.

② مختصر سیرت الرسول ﷺ، ص: 111. ③ مختصر سیرت الرسول ﷺ، ص: 112.

④ الرحيق المختوم، ص: 96، رحمة للعالمين: 42/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیامِ امن آ گیا

جب آپ ﷺ کی عمر قمری حساب سے چالیس سال چھ مہینے بارہ دن اور شمسی حساب سے 39 سال تین مہینے 22 دن ہوئی تو جبریلِ امین علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس "کتابِ امن" کی چند آیات لے کر تشریف لائے۔① تب آپ ﷺ اطمینان اور انشراحِ قلب کے ساتھ رواں دواں ہو سکتے تھے کیونکہ آپ ﷺ کے پاس ایک واضح راستہ اور معین طریقہ آ گیا تھا۔

وہ چند آیات یہ تھیں:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝﴾

"اپنے رب کا نام لے کر پڑھیے جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا اکریم ہے۔ وہ ذات جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔"②

﴿اِقْرَاْ﴾ کی یہ آواز پوری اسلامی دعوت کی ابتدا تھی۔ آپ ﷺ اس پیغام کو لے کر ﴿قُمْ فَاَنْذِرْ﴾ کی بجا آوری کے لیے اٹھے اور اٹھے ہی رہے۔ ہمارا موضوع آپ ﷺ کی میدانِ تبلیغ میں تگ و تاز بیان کرنا نہیں بلکہ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ کو "پیغمبرِ امن" کی حیثیت سے بیان کرنا ہے۔

امن کا فارمولہ

لیکن ذرا بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو یہ تیرہ سالہ تبلیغی دور (مکی زندگی بعد از بعثت) قیامِ امن کے حوالے سے نہایت اہمیت کا حامل ہے کہ پیغمبرِ امن ﷺ نے انھی تیرہ سالوں میں

① الرحیق المختوم، ص: 97. ② العلق 96:1-5.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرد کی اصلاح کی۔ تعمیر فرد ہی سے ایک جدید انسانی تہذیب کی ابتدا ہوتی ہے جو پھر تعمیر حکومت اور تعمیر تہذیب و تمدن کی راہیں ہموار کرتی ہے۔ یہی پیغمبر امن ﷺ کا اصل کارنامہ ہے۔ چونکہ آپ دنیا میں امن و سکون کے علمبردار ہو کر تشریف لائے تھے تو پیغمبر امن کی حیثیت سے آپ کی نظر اس چیز پر پڑی کہ یہ کام نہ تنہا کسی حکومت و سلطنت سے ہو سکتا ہے، نہ صرف قانون اور قانونی مشینری سے۔ ہاں جب انسان کو صحیح معنوں میں انسان بنا دیا جائے تو تب ہی عالم انسانیت ظلم و جور، قتل و غارت گری، بے حیائی و بدمعاشی سے پاک ہوگا۔ اس لیے مکی دور کے پورے تیرہ سال اسی افراد سازی کے کام پر صرف کیے گئے جس میں پیغمبر امن ﷺ نے پیغمبرانہ حکمت و دانائی کے ساتھ کچھ انسانوں کو انسانِ کامل بنایا۔[1]

پیغمبر امن ﷺ اپنے سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرح کسی خاص قوم، خاص خطے، ملک یا خاص زمانے کے رسول بن کر نہیں آئے تھے بلکہ

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا﴾

''اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہی بنا کر بھیجا ہے۔''[2]

کے مصداق پوری دنیا کے جن و انس کے لیے اور تا قیامت پیدا ہونے والی نسلوں کے بھی رسول ہیں اور فرضِ منصبی آپ کو یہ سپرد تھا کہ پورے عالم کی اصلاح کر کے عالم انسانیت کو امن و سکون اور عزت و عافیت کی زندگی عطا کریں اور ان کو اس قابل بنائیں کہ آخرت میں اپنے رب کے سامنے سرخرو ہو کر وہاں کی دائمی راحت کے وارث بنیں۔

اس مقصد کے لیے سب سے پہلا کام پیغمبر امن کے سامنے کچھ انسانوں کا ایک مثالی

[1] تفسیر أحسن البیان، ص:29,28۔ [2] سبا 28:34۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشرہ پیدا کرنا تھا جو اس عظیم مقصد میں آپ کے دست و بازو بنیں اور آیندہ اس بارِ گراں کو خود سنبھالنے کے قابل ہوں۔ افراد سازی کا یہ عظیم الشان کام جو دارِ ارقم کے گمنام گوشے میں شروع ہوا تھا، اس کا مختصر عنوان تو انسان کو انسانِ کامل بنانا ہے اور اس کی تفصیل وتشریح وہ پورا قرآن ہے جو مکی زندگی کے دورِ نبوت میں نازل ہوا، جس کی ہدایات وتعلیمات کا تجزیہ کرنے سے چند چیزیں نمایاں ہو کر سامنے آ جاتی ہیں جن کو انسانِ کامل بنانے میں خاص دخل ہے جو درج ذیل ہیں:

① اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت۔

② فکر آخرت اور دنیا کی چندروزہ زندگی کی راحت وکلفت کی حقیقت کا انکشاف۔

③ مخلوقات کے ساتھ معاملے میں ان کے حقوق کی پوری ادائیگی اور اپنے حقوق سے چشم پوشی، ان کی ایذاؤں پر عفو ودرگزر اور اپنی طرف سے ہر حال میں ان کی خیر خواہی اور ہمدردی۔

مکی دور اور امن عالم کے لیے افراد سازی

مکی دورِ نبوت کی تمام سورتوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ان میں انھی اصولوں کی تعلیم و تلقین اور معجزانہ انداز سے انسان کے ذہن، ان کے لیے تیار کرنے کا انتظام پایا جائے گا۔ پیغمبر امن ﷺ کی تعلیم وتربیت سے جو مقدس گروہ پیدا ہوا، اللہ تعالیٰ نے اس کا نام ''حزب اللہ'' رکھ کر ان کی فلاحِ دنیا وآخرت کی ضمانت دے دی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝﴾

''یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں، جان لو! بے شک (جو) اللہ کا گروہ ہے، وہی فلاح پانے والا ہے۔''[1]

سورۃ البقرۃ میں ارشاد فرمایا:

[1] المجادلة 22:58.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝﴾

’’نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ نیکی تو اس شخص کی ہے جو اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، (آسمانی) کتابوں پر اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال سے محبت کے باوجود اُسے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور گردنیں چھڑانے کے لیے خرچ کرے، اور نماز قائم کرے اور زکاۃ دے اور (نیکی ان کی بھی ہے جو) جب عہد کرلیں تو اپنا عہد پورا کریں اور تنگدستی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت صبر کریں، یہی لوگ سچے اور یہی پرہیزگار ہیں۔‘‘[1]

سورۂ مومنون میں فرمایا:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝﴾

’’مومن یقیناً فلاح پا گئے۔ وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور وہ

[1] البقرہ 2:177۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو لغو باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو زکاۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں یا ان (کنیزوں) کے جن کے مالک ہوئے ان کے دائیں ہاتھ تو بلاشبہ (ان کی بابت) ان پر کوئی ملامت نہیں، پھر جو شخص ان کے علاوہ (رستہ) تلاش کرے تو ایسے لوگ ہی حد سے گزرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''[1]

سورۂ نور میں ان کی یہ صفت بیان فرمائی:

﴿رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝﴾

''وہ لوگ جنھیں تجارت اور خرید و فروخت، اللہ کے ذکر، نماز قائم کرنے اور زکاۃ دینے سے غافل نہیں کرتی، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گے۔''[2]

سورۂ فرقان میں اس گروہ کی خصوصیات یہ بیان فرمائیں:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ۖ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ۙ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

[1] المؤمنون 23:1-11۔ [2] النور 24:37۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا ۝ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ وَمَن تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ۝ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا ۝ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۝﴾

''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی (وقار اور عاجزی) سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کریں تو وہ کہتے ہیں: سلام ہے۔ اور وہ جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں رات گزارتے ہیں۔ اور وہ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے، بلاشبہ اس کا عذاب دائمی چمٹنے والا ہے۔ بے شک وہ (جہنم) ٹھہرنے اور قیام کرنے کی بری جگہ ہے۔ اور وہ لوگ کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ تنگی (بخیلی) ہی، اور ان کا خرچ اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔ اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے، اور وہ کسی نفس کو بھی جسے (مارنا) اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، ناحق قتل نہیں کرتے اور وہ زنا نہیں کرتے، اور جو کوئی یہ کام کرے گا، وہ گناہ کی سزا پائے گا۔ قیامت کے دن اس کا عذاب دگنا کر دیا جائے گا، اور وہ اس میں ہمیشہ ذلیل وخوار رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور وہ ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو انھی لوگوں کی برائیوں کو اللہ اچھائیوں سے بدل دے گا، اور اللہ غفور (اور) رحیم ہے۔ اور جو توبہ کرے، اور نیک کام کرے تو بلاشبہ وہ اللہ سے توبہ کرتا ہے جیسے توبہ کرنے کا حق ہے۔ اور وہ جو جھوٹی شہادت نہیں دیتے، اور جب کسی لغو اور بیہودہ کام سے ان کا گزر ہو تو وہ عزت و وقار سے گزر جاتے ہیں۔ اور وہ کہ جب انھیں ان کے رب کی آیات کے ذریعے سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے ہو کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں گر پڑتے۔ اور وہ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔''[1]

سورۂ فتح کے آخر میں فرمایا:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ﴾

''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں، وہ کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت مہربان ہیں، آپ انھیں رکوع و سجود کرتے دیکھیں گے، وہ اللہ کا فضل اور (اس کی) رضامندی تلاش کرتے ہیں، ان کی خصوصی پہچان ان کے چہروں پر سجدوں کا نشان ہے۔''[2]

اس گروہ ''حزب اللہ'' کی خصوصیات اور صفات پر مشتمل قرآنِ کریم کی آیات بے شمار ہیں، ان کا احاطہ کرنا اس جگہ مقصود نہیں کیونکہ ان آیات سے بھی اس گروہ کی خصوصیات کا ایک خاکہ سامنے آ جاتا ہے جس سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ پیغمبرِ امن ﷺ نے اس گروہ کی تعلیم و تربیت کس نصاب اور کن خطوط پر فرمائی تھی اور آج کوئی شخص یا جماعت اگر اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر صحیح انسان اور اچھے افراد پیدا کرنا چاہے تو ان کو یہ کام کس طرح اور کن اصولوں پر انجام دینا چاہیے۔

حزب اللہ کی صفات و خصوصیات

مذکورہ صدر آیات سے ''حزب اللہ'' کی خصوصیات کا جو خاکہ حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے:

① اللہ تعالیٰ، روزِ آخرت، فرشتوں، قرآن مجید اور تمام انبیاء پر کامل ایمان۔

---

[1] الفرقان 25:63-74. [2] الفتح 48:29.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② اپنے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں کی امداد اور غلاموں کی رہائی پر اپنا محبوب مال خرچ کرنا۔

③ نماز قائم کرنا (نماز کو آداب و شرائط کے موافق ادا کرنا)۔

④ مال کی مقررہ زکاۃ ادا کرنا۔

⑤ کسی سے جو معاہدہ ہو جائے، اس کو پورا کرنا۔

⑥ مصیبت اور فقر و فاقے میں اور دشمنِ دین سے جنگ کے وقت ثابت قدم رہنا۔

⑦ نماز میں خشوع (غیر ضروری حرکات سے سکون، خواہ وہ جسمانی ہوں یا ذہنی وفکری)۔

⑧ لغویات سے پرہیز۔ (لغو سے مراد ہر وہ کام، کلام اور مجلس ہے جس میں دین یا دنیا کا کوئی فائدہ نہ ہو)۔

⑨ باطنی پاکیزگی کا اہتمام، یعنی عقائد فاسدہ اور اخلاقِ مذمومہ سے اپنے قلب و دماغ کو پاک رکھنا۔

⑩ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت۔

⑪ اپنے ہر عہد و پیمان پر مضبوطی سے قائم رہنا۔

⑫ نمازوں کی پابندی اور اہتمام۔

⑬ اللہ کی یاد، نماز، روزے اور زکاۃ کا ایسا اہتمام جو دنیا کی ساری فکروں پر غالب ہو اور دنیا کے ہر کاروبار کے ساتھ قائم رہے۔

⑭ روزِ قیامت اور اس کے حساب کا خوف۔

⑮ اپنی چال ڈھال میں تواضع، عجز اور بندگی کو سامنے رکھنا، تفاخر اور تکبر سے مکمل پرہیز کرنا۔

⑯ لڑنے جھگڑنے والوں کے ساتھ سلامت روی کا معاملہ کرنا۔

⑰ رات کا اکثر حصہ رکوع، سجدے اور عبادت میں گزارنا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑱ عذابِ جہنم سے پناہ مانگنا۔

⑲ خرچ کرنے میں اعتدال سے کام لینا کہ نہ اپنی وسعت سے زیادہ خرچ کریں اور نہ کنجوسی اور بخیلی سے کام لیں۔

⑳ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔

㉑ ناحق کسی کو قتل نہ کرنا۔

㉒ زنا اور بدکاری سے مکمل پرہیز کرنا۔

㉓ جھوٹ اور گناہ کی مجالس میں شریک نہ ہونا۔

㉔ کسی بیہودہ کام یا مجلس سے سابقہ پڑ جائے تو شریفانہ انداز سے گزر جانا۔

㉕ اللہ تعالیٰ کے احکام اور آیات کو صحیح طرح سمجھنے کی فکر کرنا، ان پر اندھا دھند عمل کرنے سے بچنا۔

㉖ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ اپنے اہل وعیال کی اصلاح کے لیے کوشش اور دعا کرنا۔

㉗ کفر و کافر کے مقابلہ میں سخت اور دلیر ہونا، اسلام اور مسلمانوں کے معاملہ میں رحیم و کریم ہونا۔

㉘ عام اوقات کا (جو ضرورت سے فارغ ہوں) نماز اور رکوع وسجدہ ہی مشغلہ ہونا۔

㉙ ان کے چہروں پر نماز کے آثار وعلامات موجود ہونا۔

㉚ تمام معاملات میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا اہتمام کرنا۔

یہ ہیں وہ اوصاف وخصوصیات جو پیغمبر امن ﷺ نے ان اَن پڑھ لوگوں میں پیدا کیں جن کی اعتقادی، عملی، علمی، اخلاقی یا تمدنی کوئی کل سیدھی نہ تھی۔ افراد سازی کی ابتدا پیغمبر امن ﷺ نے دارِ ارقم سے کی اور اسی میں اس قدوسی گروہ (حزب اللہ) پر صبغۃ اللہ (اللہ کا رنگ) چڑھا جو کسی رنگ سے مغلوب نہیں ہوتا۔ یہی پیغمبر امن ﷺ کا سب سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑا پہلا کارنامہ اور اسلام کا پہلا سرمایہ اور اصلی طاقت ہے جس نے برقی رفتار سے دنیا کو اپنے رنگ میں رنگ دیا۔[1]

پیغمبر امن ﷺ نے افراد سازی کی اس مہم میں کیسی کیسی مشقتیں اور تکلیفیں اٹھائیں یہ ہمارا موضوعِ بحث نہیں اور نہ مقالہ کے صفحات اس کی اجازت ہی دیتے ہیں، بہرحال آپ ﷺ نے سب سے اہم کام جو مشکل ترین بھی تھا، ہجرت سے قبل کی پوری مکی زندگی میں کرلیا، جس کے لیے پیغمبر امن ﷺ نے نہ ٹینک اور ہوائی جہاز بنائے، نہ قلعہ شکن توپیں اور نہ ایٹم بم و ہائیڈروجن بم بنائے بلکہ یہ سارے کا سارا کام ایک چھوٹے سے گھر ''دارِارقم'' میں خفیہ طور پر کیا گیا۔

اور نورِ امن پھیلتا گیا

نبی ﷺ کی خفیہ تعلیم و تربیت اور علانیہ دعوت کے نتیجہ میں 40 یا 50[2] افراد کا مجموعہ تیار ہوگیا تو دن بدن ان صالح افراد کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ تب آپ ﷺ نے اپنی دعوت بیرونِ مکہ تک وسیع کرنے کا سوچا کیونکہ پیغمبر امن ﷺ کے سامنے جو مہم تھی وہ صرف مکہ والوں ہی کی اصلاح کی نہ تھی بلکہ پوری دنیا کے اطراف و اکناف میں بسنے والوں اور آئندہ نسلوں کے لیے بھی عام تھی اور ظاہر ہے کہ جتنے افراد اس وقت تک تیار ہوئے تھے وہ پورے عالم کی ہمہ گیر اصلاح کا کام پورا نہیں کر سکتے تھے، اس لیے اب دوسرا قدم اس صبغۃ اللہ (اللہ کے رنگ) کو عام کرنے اور حزب اللہ (اللہ کی جماعت) کے افراد کو بڑھانے اور پھیلانے کی طرف اٹھایا گیا۔

[1] دارِارقم میں نبی ﷺ کی افراد سازی کی تفصیلات کے لیے دیکھیے: مختصر سیرت النبی ﷺ، ص:100، پیغمبر امن وسلامتی، ص:29-38، الرحیق المختوم، ص:131,130.

[2] رسالت کے سائے میں، ص:29.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر امن ﷺ طائف میں

چنانچہ نبی ﷺ شوال سنہ 10 نبوت (آواخر مئی یا اوائل جون سنہ 619ء) میں طائف تشریف لے گئے[1] اور قبیلۂ ثقیف کے تین سرداروں (عبد یا لیل، مسعود اور حبیب) کو اپنی دعوت پیش فرمائی، پھر ذی قعدہ سنہ 10 نبوت (اواخر جون یا اوائل جولائی 619ء) میں طائف سے واپس ہو کر مختلف قبائل اور افرد کو دعوت دی۔ غرض یہ تھی کہ شاید ان لوگوں میں چند خام ذہن افراد ایسے مل جائیں جن کو انسانِ کامل بنا کر تربیت یافتہ افراد کا معاشرہ قائم کیا جائے۔

مختلف قبائل اور افراد کو دعوتِ امن

جن قبائل اور افراد کو دعوتِ امن دی گئی، ان میں سے چند قابل ذکر یہ ہیں:

بنو عامر بن صعصعہ، محارب بن خصفہ، بنو فزارہ، غسان، بنو مرہ، بنو حنیفہ، سلیم، عبس، بنو نصر، بنو البکاء، بنو کلب، حارث بن کعب، کندہ عذرہ، حضارمہ وغیرہ، لیکن ان میں سے کسی نے بھی اسلام قبول نہ کیا۔[2]

موسمِ حج اور درسِ امن

البتہ اس سال موسم حج میں اور اس کے کچھ ہی عرصہ بعد آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ پر کئی افراد نے اسلام قبول کر لیا۔ ان میں سے کچھ یثرب (مدینہ) کے باشندے بھی تھے، جیسے سوید بن صامت، ایاس بن معاذ، ابوذر غفاری، طفیل بن عمرو دوسی، ضماد ازدی رضی اللہ عنہم وغیرہ۔

چھ سعادت مند روحیں امن کی شاہراہ پر

پھر گیارہویں سن نبوت کے موسم حج (جولائی 620ء) میں پیغمبر امن ﷺ کو چند کار

① الرحيق المختوم، ص: 180۔ ② الرحيق المختوم، ص: 187.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آمد بیج (یثرب کی چھ سعادت مند روحیں)[1] میسر آئے جو دیکھتے دیکھتے سرو قامت درختوں میں تبدیل ہو گئے۔ ان کی لطیف اور گھنی چھاؤں میں بیٹھ کر مسلمانوں نے برسوں تک ظلم و ستم کی تپش سے راحت اور نجات پائی۔ یہ چھ کے چھ یثرب کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھنے والے عقلاء الرجال تھے۔ انھوں نے اسلام قبول کر لیا تو مدینہ واپس جاتے ہوئے اپنے ساتھ اسلام کا پیغام بھی لے گئے، چنانچہ وہاں کے گھر گھر میں پیغمبر امن ﷺ کا چرچا پھیل گیا۔[2] اور آئندہ سال ذوالحجہ سنہ 12 نبوی (جولائی 621ء) میں یثرب سے بارہ آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعتِ اسلام کی۔[3] پھر آئندہ موسم حج میں نبوت کے تیرھویں سال (جون 622ء) میں یثرب کے 70 سے زیادہ لوگ آئے اور بیعت عقبہ ثانیہ کی۔[4] بیعت مکمل ہو چکی تو پیغمبر امن ﷺ کی تجویز پر بارہ نقیب[5] مقرر ہوئے، نو خزرج سے منتخب کیے گئے اور تین اوس سے مقرر کیے گئے۔ یہی عقبہ کی دوسری بیعت ہے جسے بیعت عقبہ کبریٰ کہا جاتا ہے۔ یہ بیعت ایک ایسی فضا

---

① یہ چھ سعادت مند جوان یہ تھے:

① اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو نجار سے تھا۔

② عوف بن حارث بن رفاعہ رضی اللہ عنہ۔ یہ بھی بنو نجار سے تھے۔

③ رافع بن مالک بن عجلان رضی اللہ عنہ۔ یہ قبیلہ بنو زریق کے جوان تھے۔

④ قطبہ بن عامر بن حدیدہ رضی اللہ عنہ۔ ان کا تعلق قبیلہ بنو سلمہ سے تھا۔

⑤ عقبہ بن عامر بن نابی رضی اللہ عنہ۔ یہ بنو حرام بن کعب سے تھے۔

⑥ حارث بن عبداللہ بن رئاب رضی اللہ عنہ۔ یہ بنو عبید بن غنم کے سپوت تھے۔

② الرحيق المختوم، ص: 196. ③ رحمة للعالمين: 72/1. ④ الرحيق المختوم، ص: 210.

⑤ خزرج کے نو نقیب یہ تھے: ① اسعد بن زرارہ ② سعد بن ربیع بن عمرو ③ عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ ④ رافع بن مالک بن عجلان ⑤ براء بن معرور ⑥ عبداللہ بن عمرو بن حرام ⑦ عبادہ بن صامت بن قیس ⑧ سعد بن عبادہ ⑨ منذر بن عمرو۔ اوس کے تین نقیب یہ تھے: ① اسید بن حضیر بن سماک ② سعد بن خیثمہ بن حارث ③ رفاعہ بن عبدالمنذر بن زبیر رضی اللہ عنہم۔ دیکھیے: سيرة ابن هشام: 493,492/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں زیر عمل آئی جس پر محبت و وفاداری، منتشر اہل ایمان کے تعاون و تناصر، باہمی اعتماد، جاں سپاری اور شجاعت کے جذبات چھائے ہوئے تھے، چنانچہ یثربی اہل ایمان کے دل اپنے کمزور مکی بھائیوں کے لیے شفقت سے لبریز تھے۔ ان کے اندر ان بھائیوں کی حمایت کا جوش تھا اور ان پر ظلم کرنے والوں کے خلاف غم وغصہ تھا۔ ان کے سینے اپنے ان بھائیوں کی محبت سے سرشار تھے جنھیں دیکھے بغیر محض للہ فی اللہ اپنے بھائی قرار دے لیا تھا۔[1]

مکہ سے مدینہ کی طرف

اب وقت آ گیا تھا کہ اسلام کفر وشرک اور جہالت کے لق و دق صحرا میں اپنے ایک وطن کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہو گیا اور یہ سب سے اہم کامیابی تھی جو پیغمبر امن ﷺ نے اپنی دعوت کے آغاز سے اب تک حاصل کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ اپنے اس نئے وطن کی طرف ہجرت کر جائیں، اس لیے اب دوسرا قدم اس ''حزب اللہ'' کے افراد کو تیزی سے بڑھانے، پھیلانے اور ''صبغۃ اللہ'' کو عام کرنے کے لیے اٹھایا تاکہ عالم انسانیت جلد سے جلد امن و امان اور سکون و اطمینان کا گہوارہ بن جائے۔ اب اس قدوسی گروہ کے ہر تربیت یافتہ شخص پر فرض کر دیا گیا کہ وہ اپنے اپنے ماحول کو اپنے رنگ کے مطابق بنانے میں اپنی کوشش اور پوری توانائی خرچ کرے اور اس راہ میں تن من اور دھن کی بازی لگا دے۔

امن کا دوسرا فارمولہ

تجربہ شاہد ہے کہ کسی فرد یا قوم کے بننے اور بگڑنے کا اصل دارومدار اس کی سوسائٹی ہی پر ہوتا ہے۔ انسان فطرتاً اس سے متاثر ہو کر غیر شعوری طور پر بھی اس کا رنگ اختیار کر

[1] الرحیق المختوم، ص:318.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیتا ہے، جب تک انسان کا ماحول درست نہ ہو تو کوئی تعلیم وتربیت کام نہیں دیتی۔ اس لیے پیغمبر امن ﷺ نے ہر شخص پر یہ ذمہ داری عائد کر دی کہ وہ جس طرح اپنے عمل کی اصلاح کی فکر کرے، اپنے اہل وعیال اور خاص احباب کی اصلاح کے لیے بھی ایسی ہی کوشش کرے۔ قرآنِ کریم نے فرمایا:

﴿قُوٓا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا﴾

"تم خود کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔"[1]

پیغمبر امن ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ»

"تم میں سے ہر کوئی نگران ہے اور ہر ایک اپنی رعایا کے بارے میں جوابدہ ہے۔"[2]

یثرب کی طرف اس قدوسی گروہ کی ہجرت اور اس پر کفار قریش کی رکاوٹیں اور ایذائیں، نبیِ کریم ﷺ کی ہجرت، غار کے واقعات، مدینہ کی راہ میں پیش آنے والے معجزہ نما حالات، قباء اور مدینہ میں تشریف آوری اور استقبال وغیرہ کے حالات و واقعات چونکہ ہمارے موضوع میں داخل نہیں، اس لیے ہم ان کو قلم انداز کرتے ہوئے مدینہ میں پیغمبر امن ﷺ کی قیامِ امن کی مساعی کا تذکرہ کرتے ہیں جو دعوتِ اسلامیہ اور رسالت محمدیہ ﷺ کا مقصود بھی تھا اور ہمارا موضوعِ سخن بھی ہے۔

① التحريم 6:66.

② صحيح البخاري، الجمعة، باب الجمعة في القرى والمدن، حديث:893.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب: 3

پیغمبر امن ﷺ مدینہ منورہ میں

مدینہ میں پیغمبر امن ﷺ کو تین طرح کی قوموں سے سابقہ درپیش تھا جن میں سے ہر ایک کے حالات دوسرے سے بالکل جداگانہ تھے۔ یہ تینوں اقوام حسب ذیل تھیں:

① آپ ﷺ کے پاکباز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی منتخب اور ممتاز جماعت۔

② مدینے کے قدیم اور اصلی قبائل سے تعلق رکھنے والے مشرکین جو اب تک ایمان نہیں لائے تھے ان میں قبیلہ اوس اور خزرج مشہور و معروف ہیں۔

③ یہود: یہ لوگ اشوری اور رومی ظلم و جبر سے بھاگ کر حجاز میں پناہ گزین ہو کر وہیں کے ہو کر رہ گئے تھے۔ ان کی وضع قطع، زبان اور تہذیب وغیرہ بالکل عربی رنگ میں رنگ گئی تھی لیکن اس کے باوجود ان کی نسلی عصبیت برقرار تھی اور وہ عربوں میں مدغم نہ ہوئے بلکہ اپنی اسرائیلی یہودی قومیت پر فخر کرتے تھے۔ مدینہ میں ان یہود کے تین مشہور قبیلے تھے:

① بنو قینقاع ② بنو نضیر ③ بنو قریظہ [1]

مسلمانوں کی جماعت میں دو طرح کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو خود اپنی زمین، اپنے مکان اور اپنے اموال کے اندر رہ رہے تھے۔ اور دوسرے وہ مہاجرین جوان ساری سہولتوں سے محروم تھے اور لٹ پٹ کر کسی نہ کسی طرح تن بہ تقدیر مدینہ پہنچ گئے تھے۔

دوسری قوم مدینے کے اصل مشرک باشندے، ان کا حال یہ تھا کہ انھیں مسلمانوں پر کوئی بالادستی حاصل نہ تھی۔ کچھ مشرکین شک و شبہ میں مبتلا تھے اور اپنے آبائی دین کو

[1] الرحیق المختوم، ص: 244-249.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوڑنے میں تردد محسوس کر رہے تھے لیکن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے دل میں کوئی عداوت اور داؤ گھات نہیں رکھتے تھے۔ اس طرح کے لوگ تھوڑے ہی عرصہ بعد مسلمان بلکہ خالص اور پکے مسلمان ہو گئے۔ اس کے برخلاف کچھ مشرکین ایسے تھے جو اپنے سینے میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سخت کینہ اور عداوت چھپائے ہوئے تھے، لیکن انھیں مدمقابل آنے کی جرأت نہ تھی بلکہ حالات کے پیش نظر آپ سے محبت و اخلاص کے اظہار پر مجبور تھے۔ ان میں سرفہرست عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا[1] جو اپنی تمام تر سازشوں کے ساتھ بظاہر مسلمان اور درپردہ کافر تھا۔

تیسری قوم یہود تھی، جیسا کہ گزر چکا ہے کہ یہ لوگ رومیوں کے ظلم و جبر سے بھاگ کر حجاز میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ یہ اپنی قومیت پر فخر کرتے اور عربوں کو اُمی کہتے تھے جس کا مطلب ان کے نزدیک یہ تھا کہ وہ بدھو، وحشی، رذیل، پسماندہ اور اچھوت ہیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ عربوں کا مال ان کے لیے مباح ہے، جیسے چاہیں کھائیں۔ وہ برملا کہا کرتے تھے:

[1] یہ وہ شخص تھا جس کو جنگ بعاث کے بعد اوس اور خزرج نے اپنا متفقہ سربراہ بنائے جانے پر آمادگی ظاہر کی تھی، حالانکہ اس سے قبل یہ دونوں فریق کسی کی سربراہی پر متفق نہیں ہوئے تھے، یعنی یہ شخص مدینہ کا بادشاہ ہونے ہی والا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد آمد ہو گئی اور لوگوں کا رخ اس کے بجائے آپ ﷺ کی طرف ہو گیا۔ اس لیے وہ سمجھتا تھا کہ آپ ﷺ ہی نے اس کی بادشاہت چھینی ہے، لہٰذا وہ اپنے نہاں خانۂ دل میں آپ ﷺ کے خلاف سخت عداوت چھپائے ہوئے تھا۔ اس کے باوجود جب اس نے جنگ بدر کے بعد دیکھا کہ حالات اس کے موافق نہیں ہیں اور وہ شرک پر قائم رہ کر اب دنیاوی فوائد سے بھی محروم ہوا چاہتا ہے تو اس نے بظاہر اسلام قبول کر لیا، لیکن وہ اب بھی درپردہ کافر ہی تھا۔ اس لیے جب بھی اسے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف کسی شرارت کا موقع ملتا تو وہ ہرگز نہ چوکتا، اس کے ساتھی عموماً وہ رؤسا تھے جو اس کی بادشاہت و سربراہی کے زیر سایہ بڑے بڑے مناصب کے حصول کی توقع باندھے بیٹھے تھے۔ دیکھیے: الرحیق المختوم، ص: 247.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿لَیۡسَ عَلَیۡنَا فِی الۡاُمِّیّٖنَ سَبِیۡلٌ ۚ﴾

''ہم پر اُمیوں (عربوں) کی بابت کوئی گناہ نہیں۔''[1]

یعنی اُمیوں کا مال کھانے میں ہماری کوئی پکڑ نہیں۔ ان یہودیوں میں اپنے دین کی اشاعت کے لیے کوئی سرگرمی نہیں پائی جاتی تھی۔ لے دے کر ان کے پاس دین کی جو پونجی رہ گئی تھی وہ تھی مال گیری، جادو اور جھاڑ پھونک وغیرہ۔ انھی چیزوں کی بدولت وہ اپنے آپ کو صاحب علم و فضل اور روحانی پیشوا سمجھتے تھے۔ یہ لوگ دسیسہ کاریوں، سازشوں اور جنگ و فساد کی آگ بھڑکانے میں بڑے ماہر تھے۔ ایک مدت سے یہی لوگ اوس اور خزرج کے درمیان جنگ کے شعلے بھڑکا رہے تھے۔[2]

[1] آل عمران 3:75۔ [2] الرحیق المختوم، ص:248۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ میں پیغمبر امن ﷺ کی مساعیِ امن

پہلا اقدام

پیغمبر امن ﷺ نے ان حالات میں مدینہ میں پیغمبرانہ کردار اور قائدانہ رول ادا کیا اور نئے معاشرے کی تشکیل فرمائی جس کا پہلا قدم یہ تھا کہ آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر شروع کی۔ یہ مسجد محض ادائے نماز ہی کے لیے نہ تھی بلکہ یہ ایک یونیورسٹی تھی جس میں مسلمان اسلامی تعلیمات و ہدایات کا درس حاصل کرتے تھے۔ ایک محفل تھی جس میں مدتوں سے جاہلی کشاکش و نفرت اور باہمی لڑائیوں سے دوچار رہنے والے قبائل کے افراد اب میل و محبت سے مل جل کر رہ رہے تھے، نیز یہ ایک مرکز تھا جہاں سے اس ننھی ریاست کا سارا نظام چلایا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں اس کی حیثیت ایک پارلیمنٹ کی بھی تھی جس میں مجلس شوریٰ اور مجلس انتظامیہ کے اجلاس منعقد ہوا کرتے تھے۔

دوسرا اقدام

مدینہ میں قیامِ امن کے لیے پیغمبر امن ﷺ نے ایک تابناک کارنامہ انجام دیا جسے ''مؤاخات'' کہا جاتا ہے۔ یہ تاریخِ انسانی کا اولین معاہدۂ امن تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ جاہلی عصبیتیں تحلیل ہو جائیں، حمیت و غیرت جو کچھ ہو، وہ اسلام کے لیے ہو، رنگ، نسل اور وطن کے امتیازات مٹ جائیں۔ بلندی اور پستی کا معیار انسانیت و تقویٰ کے علاوہ اور کچھ نہ ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر امن ﷺ نے اس بھائی چارے کو محض کھوکھلے الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا تھا بلکہ اسے ایک ایسا نافذ العمل عہد و پیمان قرار دیا تھا جو خون اور مال سے مربوط تھا۔ یہ خالی خولی سلامی اور مبارکباد نہ تھی کہ زبان پر روانی کے ساتھ جاری رہے مگر نتیجہ کچھ نہ ہو بلکہ اس بھائی چارے کے ساتھ ایثار و غمگساری اور موانست کے جذبات بھی مخلوط تھے اور اسی لیے اس نے نئے معاشرے کو بڑے نادر اور تابناک کارناموں سے پُر کر دیا تھا۔ [1]

تیسرا اقدام

قیامِ امن کے لیے پیغمبر امن ﷺ نے ایک اور عہد و پیمان کرایا جس کے ذریعے سے ساری جاہلی کشاکش اور قبائلی کشمکش کی بنیاد ڈھا دی اور دورِ جاہلیت کے رسم و رواج کے لیے کوئی گنجائش نہ چھوڑی۔ یہ اسلامی ریاست میں پہلا دستوری پیمان تھا جس نے نہ صرف مدینہ منورہ (یثرب) میں امن و امان کی فضا قائم کر دی بلکہ اس کے اثرات اسلامی قلمرو کے تحت آنے والے تمام علاقوں پر بھی مرتب ہوئے۔ دوسرے لفظوں میں یہ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور تھا جس نے مختلف المذاہب قبائل و جماعات کو ایک نظام کے تحت انسانیت کے بہترین مقاصد کے لیے متحد کر دیا۔ اس میں ہر گروہ کے تمام جائز حقوق کی حفاظت کے ساتھ سب کو اجتماعی امن و سکون اور تعمیر و ترقی کی راہ پر لگانے کا بیان ہے۔ دنیائے قدیم و جدید کا کوئی مقنن اس طرح کا نقشۂ حقوق پیش نہیں کر سکتا۔ معروف محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ نے اسے بالکل بجا طور پر دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور قرار دیا ہے۔ آج بھی اقوامِ عالم ایسے ہی نظام کے تحت متحد ہو کر عالمی امن کے خواب کی تعبیر کے لیے مؤثر ترین کوشش کر سکتی ہیں۔ [2]

---

① الرحیق المختوم، ص: 256. ② عہد نبوی ﷺ میں نظامِ حکمرانی، ص: 76.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے عہد و پیمان کی دفعات

ابومحمد عبدالملک بن ہشام نے اس کی ترپین (53) دفعات ذکر کی ہیں [1] جنھیں دورِ حاضر کے عظیم مذہبی سکالر اور سیرتِ نبوی پر دنیا بھر میں اول انعام یافتہ کتاب کے مصنف مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے مختصر کر کے پندرہ (15) دفعات میں بیان کیا ہے۔ ہم انھی کے الفاظ میں ان دفعات کو ذکر کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''یہ تحریر ہے محمد نبی ﷺ کی جانب سے قریشی، یثربی اور ان کے تابع ہو کر ان کے ساتھ لاحق ہونے اور جہاد کرنے والے مومنین اور مسلمانوں کے درمیان کہ

① یہ سب اپنے ماسوا انسانوں سے الگ ایک امت ہیں۔

② مہاجرین قریش اپنی سابقہ حالت کے مطابق باہم دیت کی ادائیگی کریں گے اور مومنین کے درمیان معروف اور انصاف کے ساتھ اپنے قیدی کا فدیہ دیں گے اور انصار کے تمام قبیلے اپنی سابقہ حالت کے مطابق باہم دیت کی ادائیگی کریں گے اور ان کا ہر گروہ معروف طریقے پر اور اہل ایمان کے درمیان انصاف کے ساتھ اپنے قیدی کا فدیہ ادا کرے گا۔

③ اہل ایمان اپنے درمیان کسی بے کس کو فدیہ یا دیت کے معاملے میں معروف طریقے کے مطابق عطا و نوازش سے محروم نہ رکھیں گے۔

④ سارے راست باز مومنین اس کے خلاف ہوں گے جو ان پر زیادتی کرے گا یا اہل ایمان کے درمیان ظلم، گناہ، زیادتی اور فساد کا جویا ہوگا۔

⑤ ان سب کے ہاتھ اس شخص کے خلاف ہوں گے، خواہ وہ ان میں سے کسی کا لڑکا ہی کیوں نہ ہو۔

---

[1] سیرت ابن ہشام: 1/554-561.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑥ کوئی مومن کسی مومن کو کافر کے بدلے قتل کرے گا نہ کسی مومن کے خلاف کسی کافر کی مدد کرے گا۔

⑦ اللہ کا ذمہ (عہد) ایک ہوگا۔ ایک معمولی آدمی کا دیا ہوا ذمہ بھی سارے مسلمانوں پر لاگو ہوگا۔

⑧ جو یہود ہمارے پیروکار ہو جائیں، ان کی مدد کی جائے گی، اور وہ دوسرے مسلمانوں کی مثل ہوں گے۔ نہ ان پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ان کے خلاف تعاون کیا جائے گا۔

⑨ مسلمانوں کی صلح ایک ہوگی۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو چھوڑ کر قتال فی سبیل اللہ کے سلسلے میں مصالحت نہیں کرے گا بلکہ سب کے سب برابری اور عدل کی بنیاد پر کوئی عہد و پیمان کریں گے۔

⑩ مسلمان اس خون میں مساوی ہوں گے جسے کوئی فی سبیل اللہ بہائے گا۔

⑪ کوئی مشرک قریش کی کسی جان یا مال کو پناہ نہیں دے سکتا۔ اور نہ کسی مومن کے آگے اس کی حفاظت کے لیے رکاوٹ بن سکتا ہے۔

⑫ جو شخص کسی مومن کو قتل کرے گا اور ثبوت موجود ہوگا، اس سے قصاص لیا جائے گا۔ سوائے اس صورت کے کہ مقتول کا ولی (سرپرست) راضی ہو جائے۔

⑬ اور یہ کہ سارے مومنین اس کے خلاف ہوں گے۔ ان کے لیے اس کے سوا کچھ حلال نہ ہوگا کہ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔

⑭ کسی مومن کے لیے حلال نہ ہوگا کہ کسی ہنگامہ برپا کرنے والے (یا بدعتی) کی مدد کرے اور اسے پناہ دے۔ جو اس کی مدد کرے گا یا اس کو پناہ دے گا، اس پر قیامت کے دن اللہ کی لعنت ہوگی اور اس کا غضب ہوگا اور اس کا فرض و نفل کچھ بھی قبول نہ کیا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑮ تمھارے درمیان جو بھی اختلاف رونما ہو گا، اسے اللہ عزوجل اور محمد ﷺ کی طرف پلٹایا جائے گا۔'' ①

امن و امان کا پیکر معاشرہ

ان دستوری دفعات کے ذریعے سے پیغمبر امن ﷺ نے ایک نئے معاشرے کی بنیادیں استوار کیں جسے بلاشبہ ''امن و امان کا پیکر معاشرہ'' قرار دیا جا سکتا ہے۔ پیغمبر امن ﷺ قیامِ امن کے لیے اس عہد و پیمان اور دستوری دفعات کے علاوہ بھی معاشرے کی تعلیم و تربیت، تزکیۂ نفس اور مکارمِ اخلاق کی ترغیب میں مسلسل کوشاں رہتے اور اہل عالم کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً محبت و بھائی چارہ، مجد و شرف اور عبادت و اطاعت کے آداب سکھاتے اور بتاتے رہتے تھے۔ آپ کی تعلیماتِ امن میں ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ تفصیلات ملتی ہیں جن کے بیان کے لیے علیحدہ طور پر کئی دفتر درکار ہیں۔

چوتھا اقدام

پیغمبر امن ﷺ نے ایک نئی اسلامی ریاست کی بنیادیں استوار کر لیں تو غیر اقوام و ملل سے امن و امان کے معاہدات کیے۔ اس سے آپ ﷺ کا مقصود یہ تھا کہ ساری انسانیت امن و سلامتی کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرہ ور ہو جائے، چنانچہ ابتدا میں آپ ﷺ نے یہودِ مدینہ کے تینوں قبائل (بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ) کے ساتھ ایک معاہدۂ امن طے کیا جس میں انھیں دین و مذہب اور جان و مال کی مطلق آزادی دی گئی تھی اور جلا وطنی، جائیداد کی ضبطی یا جھگڑے کی سیاست کا کوئی رخ اختیار نہیں کیا گیا تھا۔ یہ معاہدۂ امن اسی معاہدے کے ضمن میں ہوا تھا جسے ہم گزشتہ سطور میں بیان کر چکے ہیں۔

① الرحیق المختوم، ص: 259,258.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میثاقِ مدینہ کی دفعات

اس معاہدے کو ''میثاقِ مدینہ'' کا نام بھی دیا گیا ہے۔ یہ میثاق 1ھ/623ء میں منعقد ہوا۔ اس معاہدے کی دفعات مندرجہ ذیل ہیں:

① بنوعوف کے یہود مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک ہی امت ہوں گے۔ یہود اپنے دین پر عمل کریں گے اور مسلمان اپنے دین پر۔ خود ان کا بھی یہی حق ہوگا اور ان کے غلاموں اور متعلقین کا بھی اور بنوعوف کے علاوہ دوسرے یہود کے بھی یہی حقوق ہوں گے۔

② یہود اپنے اخراجات کے ذمہ دار ہوں گے اور مسلمان اپنے اخراجات کے۔

③ جو طاقت اس معاہدے کے کسی فریق سے جنگ کرے گی سب اس کے خلاف آپس میں تعاون کریں گے۔

④ اس معاہدے کے شرکا کے باہمی تعلقات خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کی بنیاد پر ہوں گے، گناہ پر نہیں۔

⑤ کوئی آدمی اپنے حلیف کی وجہ سے مجرم نہیں ٹھہرے گا۔

⑥ مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

⑦ جب تک جنگ برپا رہے گی یہود بھی مسلمانوں کے ساتھ خرچ برداشت کریں گے۔

⑧ اس معاہدے کے سارے شرکا پر مدینہ میں ہنگامہ آرائی اور کشت وخون حرام ہوگا۔

⑨ اس معاہدے کے فریقوں میں کوئی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا اندیشہ ہو تو اس کا فیصلہ اللہ عزوجل اور محمد رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے۔

⑩ قریش اور اس کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

⑪ جو کوئی یثرب پر دھاوا بول دے، اس سے لڑنے کے لیے سب باہم تعاون کریں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے اور ہر فریق اپنے اپنے اطراف کا دفاع کرے گا۔

⑫ یہ معاہدہ کسی ظالم یا مجرم کے لیے آڑ نہ بنے گا۔[1]

پوری دنیا کا دستورِ امن

میثاقِ مدینہ پیغمبر امن ﷺ کی سیاسی بصیرت اور حسن تدبر کا مثالی شاہکار ہونے کے ساتھ ساتھ رواداری، امن وسلامتی، آزادی اور عدل وانصاف کے ہر جوہر سے مزین ہے۔ یاد رہے یہ وہ تاریخی معاہدہ ہے جو چودہ سو چپیس سال پہلے پیغمبر امن ﷺ نے طے کیا اور اس میں بقول ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ باون (52) جملے یا قانونی زبان میں دفعات شامل ہیں۔[2] اس کی اہمیت اسلامی مؤرخین کی طرح یورپی عیسائیوں نے بھی بڑی شدت سے محسوس کی۔ اسی لیے اس دستور کا کافی حصہ بلکہ مکمل متن، شاہِ کانرڈ دوم (Conrad-II) کے دستور (منعقدہ 1037ء)، شاہ الفانسو نہم (Alfonso-ix) کے قانون حبس بے جا (منعقدہ 1188ء)، میگنا کارٹا (Magna Carta) کے منشورِ اعظم (منعقدہ 1215ء)، برطانوی پارلیمنٹ کے قانون چارہ جوئی (منعقدہ 1355ء)، برطانوی پارلیمنٹ کے قانون حبس بے جا (منعقدہ 1679ء)، امریکہ کے اعلان آزادی (منعقدہ 1776ء)، فرانس کے منشور انسانی حقوق (منعقدہ 1789ء)، تھامس پین کے حقوق انسانی (منعقدہ ومنشورہ 1792ء)، منشورِ اوقیانوس (منعقدہ 1941ء) اور اقوامِ متحدہ کے حقوق انسانی کے منشور (منعقدہ 1948ء) میں بکھرا ہوا ملتا ہے۔ کوئی مقنن و ریفارمر پیغمبر امن ﷺ کی ان دستوری دفعات سے بے اعتنائی اختیار نہیں کر سکا۔[3] میثاقِ مدینہ

① الرحیق المختوم، ص: 264,263.

② دیکھیے: ڈاکٹر حمید اللہ کی کتابیں: عہد نبوی ﷺ میں نظامِ حکمرانی، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، خطباتِ بہاولپور۔ ③ محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق، ص: 145-159.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طے ہو جانے سے مدینہ اور اس کے اطراف واکناف ایک وفاقی حکومت بن گئے جس کا دارالحکومت ''مدینہ منورہ'' اور جس کے سربراہ ''پیغمبر امن'' ﷺ اور جس کا کلمہ ''پیام امن'' تھا۔

قبیلہ جہینہ سے معاہدۂ امن

امن وامان اور سکون وسلامتی کے دائرے کو مزید وسعت دینے کے لیے پیغمبر امن ﷺ نے دوسرے قبائل سے بھی حالات کے مطابق اسی طرح کے معاہدے کیے۔ ان میں سے ایک معاہدہ قبیلہ جہینہ کے ساتھ کیا۔ ان کی آبادی مدینہ سے تین مرحلے (45 یا 50 میل کے فاصلہ) پر واقع تھی۔ [1]

بنوضمرہ سے معاہدۂ امن

پیغمبر امن ﷺ نے ایک معاہدۂ امن غزوۂ ابواء (ودّان) [2] صفر 2ھ میں طے کیا۔ اس مہم میں آپ ﷺ ستر مہاجرین کے ہمراہ بہ نفس نفیس تشریف لے گئے تھے۔ اس غزوے میں آپ ﷺ نے بنوضمرہ کے سردار عمرو بن مخشی ضمری سے حلیفانہ معاہدہ کیا۔ [3] معاہدے کی عبارت یہ تھی:

''یہ بنوضمرہ کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کی تحریر ہے۔ یہ لوگ اپنی جان اور مال کے بارے میں مامون رہیں گے اور جوان پر یورش کرے گا، اس کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی، الّا یہ کہ یہ خود اللہ کے دین کے خلاف جنگ کریں۔ (یہ معاہدہ اس وقت تک کے لیے ہے) جب تک سمندر ان کو تر کرے (یعنی ہمیشہ

① الرحیق المختوم، ص:269.

② ''ودّان'' مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ یہ رابغ سے مدینہ جاتے ہوئے 29 میل کے فاصلے پر پڑتا ہے۔ ''ابواء'' ودّان کے قریب ہی ایک دوسرے مقام کا نام ہے۔

③ مختصر سیرت الرسول ﷺ، ص: 328,327، و رحمة للعالمین: 184/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے ہے) اور جب نبی ﷺ اپنی مدد کے لیے انھیں آواز دیں گے تو انھیں آنا ہوگا۔''①

بنو مدلج سے معاہدۂ امن

ایک معاہدہ پیغمبر امن ﷺ نے غزوۂ ذی العشیرۃ جمادی الاولیٰ یا جمادی الآخرہ 2ھ میں بنو مدلج اور ان کے حلیف بنوضمرہ سے کیا۔ اس میں یہ طے پایا کہ ہم باہمی طور پر امن وسکون سے رہیں گے، جنگ نہیں کریں گے۔ اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ ڈیڑھ یا دو سو مہاجرین تھے۔②

قریش سے معاہدۂ امن

امن و آشتی اور صلح کا ایک تاریخی معاہدہ ''صلح حدیبیہ'' تھا جس میں پیغمبر امن ﷺ نے اپنے عزیز ترین اصحاب کے اضطراب وقلق کے باوجود امن و امان کا پرچم بلند کیا اور انتشار واختلاف کی فضا کو ختم کرنے کے لیے بار ہا اپنی بات منوانے پر اصرار کے بجائے قریش کے نمائندہ کی بات تسلیم کی۔ ذرا دیکھیے:

پیغمبر امن ﷺ نے صلح نامہ کی تحریر لکھواتے ہوئے فرمایا: ''لکھو! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمائندہ قریش: ''میں اس کو نہیں جانتا، باسمك اللّٰھم لکھیے۔''

پیغمبر امن ﷺ: ''ٹھیک ہے، یہی لکھ دیں۔''

پھر فرمایا: ''لکھو! یہ صلح نامہ ہے جس کو محمد رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن عمرو سے طے کیا ہے۔''

نمائندہ قریش: ''نہیں، محمد بن عبداللہ لکھو کیونکہ اگر میں شہادت دیتا کہ آپ اللہ کے

① الرحیق المختوم، ص: 271. ② الرحیق المختوم، ص: 272.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول ہیں تو میں آپ سے کبھی نہ لڑتا۔''

پیغمبر امن ﷺ: ''اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں گو کہ تم نے مجھے جھٹلایا ہے، اچھا محمد بن عبداللہ ہی لکھ دو۔''[1]

صلح حدیبیہ کی دفعات

بہر حال صلح نامہ لکھا گیا جس کی دفعات یہ تھیں:

① دس سال تک لڑائی بند رہے گی، اس عرصے میں فریقین امن وسکون سے زندگی بسر کریں گے۔

② مسلمان اس سال لوٹ جائیں، آیندہ سال آئیں اور تین دن مکہ میں رہ کر زیارت و طواف کر لیں۔ شرط یہ ہے کہ وہ صرف تلواریں لے کر آئیں جو میانوں میں ہوں اور میانیں تھیلوں میں رہیں۔

③ قریش کا کوئی آدمی ولی کی اجازت کے بغیر محمد (ﷺ) کے پاس پہنچ جائے گا تو اسے قریش کی طلب پر واپس کر دیا جائے گا۔ محمد (ﷺ) کا کوئی آدمی قریش کے پاس آجائے گا تو اسے واپس نہ کیا جائے گا۔

④ قریش اور مسلمان ایک دوسرے سے بدعہدی یا خیانت نہ کریں گے، دلوں کی کدورتیں ظاہر نہ کی جائیں گی۔

⑤ جو فرد یا قبیلہ چاہے محمد (ﷺ) سے اور جو چاہے قریش سے معاہدہ کر کے ان کا حلیف بن سکتا ہے۔ گویا وہ لوگ فریقین کی طرف سے شامل معاہدہ سمجھے جائیں گے، لہٰذا ایسے کسی قبیلے پر زیادتی ہوئی تو خود اس فریق پر زیادتی متصور ہوگی۔[2]

① مختصر سیرت الرسول ﷺ، ص: 479، سیرت ابن ہشام: 378/2.

② رسول رحمت ﷺ، ص: 377، الرحیق المختوم، ص 466.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کا اضطراب

بظاہر یہ شرائط مسلمانوں کے لیے سود مند نظر نہیں آتی تھیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں! عرض کی: کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں! عرض کی: پھر ہم اپنے دین کے بارے میں یہ ذلت آمیز شرائط کیوں مانتے ہیں؟ فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور وہ ضرور میری مدد فرمائے گا۔ [1]

مذکورہ بالا مکالمہ مسلمانوں کے اس صلح پر عدمِ اطمینان کا آئینہ دار ہے لیکن پیغمبر امن ﷺ نے قیامِ امن کی خاطر اپنے جاںنثار ساتھیوں کو صبر کی تلقین کی اور صلح کے معاہدے کو منظور کر لیا۔ کیا دنیا میں کوئی مصلح و ریفارمر ایسا بھی ہے؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ قطعی طور پر ایسا امن کا پیامبر اور صلح جو نہ آج کوئی ہے نہ اس سے پہلے تھا اور نہ مستقبل ہی میں ہوسکتا ہے:

مَضَتِ الدُّهُورُ وَمَا أَتَيْنَ بِمِثْلِهِ

وَلَقَدْ أَتَى فَعَجَزْنَ عَنْ نُظَرَائِهِ

”زمانے گزر گئے لیکن وہ ان جیسا نہ لا سکے اور جب وہ آگئے تو ان کی مثل بھی پیش نہ کر سکے۔“

تیماء کے یہودیوں سے معاہدۂ امن

اسی طرح پیغمبر امن ﷺ نے تیماء کے یہودیوں سے صلح قبول کر لی۔ تیماء کے یہودیوں

[1] مختصر سیرت رسول ﷺ، ص: 482، الرحیق المختوم، ص:472۔ علاوہ ازیں صلح حدیبیہ کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: فتح الباری: 7/439-458، سیرت ابن ہشام، زاد المعاد، تاریخ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لابن الجوزی رحمہ اللہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو جب خیبر، فدک اور وادی القری کے باشندوں کے سپر انداز ہونے کی اطلاع ملی تو انھوں نے از خود آدمی بھیج کر صلح کی پیشکش کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی پیشکش بلا چون و چرا قبول فرمالی اور ان کے متعلق ایک تحریری امن نامہ رہتی دنیا تک کے لیے لکھ دیا جو یہ تھا:

''یہ تحریر ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بنو عادیا کے لیے۔ ان کے لیے ذمہ ہے اور ان پر جزیہ ہے۔ ان پر نہ زیادتی ہوگی، نہ انھیں جلا وطن کیا جائے گا۔ رات معاون ہوگی اور دن پختگی بخش (یعنی یہ معاہدہ دائمی ہوگا)۔ یہ تحریر خالد بن سعید نے لکھی تھی۔''[1]

آج کی مہذب دنیا میں اس طرح کی کوئی مثال مل سکتی ہے کہ دشمن اور وہ بھی یہود جیسا جو اس وقت اپنی دسیسہ کاریوں اور فتنہ بازیوں کے لحاظ سے ناقابل معافی تھا، امان طلب کرے، صلح کی پیشکش کرے اور اسے بلا چون و چرا قبول کر لیا جائے؟

﴿ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴾

''لاؤ تم اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔''[2]

امن و امان کا بحرِ ذخّار

پیغمبر امن ﷺ نے قیامِ امن کے لیے جو تگ و تاز اور جدوجہد کی، اس میں انسانیت کے تحفظ اور ''انسانی حقوق'' کے حوالے سے آپ ﷺ کے خطبۂ فتح مکہ (رمضان 8ھ) کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ فتح مکہ کا واقعہ حکومتِ امن کی تاسیس، امن، آزادی، رواداری، عدل وانصاف اور انسانی مساوات کی حقیقی تاریخ کو ظاہر کرتا ہے، نیز یہ رسول اللہ ﷺ کے پیغمبر امن ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ آیئے! اس کی تفصیلات ملاحظہ کرتے ہیں کہ آپ کس

[1] طبقات ابن سعد: 279/1، الرحیق المختوم، ص: 514. [2] البقرۃ 111:2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح رحم و کرم، جود وسخا، لطف و احسان، عفو و درگزر اور رفق و ملاطفت کا انداز اپناتے ہیں۔ آپ ﷺ کے بنیادی ''انسانی حقوق'' کے اس اولین تاریخی چارٹر ''خطبۂ فتح مکہ'' کی اہم دفعات درج ذیل ہیں:

① اعلانِ امن ② اعلانِ آزادی ③ اعلانِ مساوات انسانی

قریش مکہ نے جس طرح ظلم وتعدی میں کمی نہیں کی، اسی طرح بدعہدی اور پیمان شکنی میں بھی اپنی مثال چھوڑ گئے۔ آخری معاہدۂ صلح ''حدیبیہ'' کا معاہدہ تھا۔ اس میں ایک طرف مسلمان اور ان کے حلیف بنوخزاعہ، دوسری طرف قریشِ مکہ اور ان کے حلیف بنوبکر تھے۔ صلح کی بنیادی شرط یہ تھی کہ دس برس تک دونوں فریق صلح و امن پر قائم رہیں گے لیکن ابھی دو برس بھی نہیں گزرے تھے کہ بنوبکر نے بنوخزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے ان کی مدد کی، حتی کہ خود سہیل بن عمرو حملے میں شریک ہوا جس نے معاہدۂ امن پر دستخط کیے تھے۔ بنوخزاعہ نے بیت اللہ میں پناہ لی اور اللہ کے نام پر امان مانگی، اس پر بھی بے دریغ قتل کیے گئے۔ چالیس آدمی بچ کر مدینہ پہنچے اور پیغمبر امن محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا حال زار سنایا۔ اب معاہدے کی رو سے آپ ﷺ کا فرض ہو گیا کہ قریش کی عہد شکنی برداشت نہ کریں، چنانچہ دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ آپ ﷺ نے کوچ کیا اور بغیر کسی قابل ذکر خونریزی کے مکہ کی فتح ظہور میں آ گئی۔ ①

اظہارِ امن کا پہلا قطرہ

پیغمبر امن ﷺ نے سفر مکہ کی تیاریاں شروع کیں تو حسن اتفاق سے پہلی ہی منزل پر بطورِ فالِ رحمت رفق و ملاطفت کے اظہار کا موقع پیش آ گیا۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ ایک بدری صحابی تھے۔ انھوں نے خفیہ طور پر قریش کو ایک خط لکھا اور انھیں اسلامی لشکر کی

① رسول رحمت ﷺ، ص: 443.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیاریوں کی خبر دے دی۔ ان کا خط راستے ہی میں پکڑ لیا گیا۔ پیغمبر امن ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے کہا: واللہ مجھے سزا دینے میں جلدی نہ کیجیے۔ اصل واقعہ سن لیجیے: ''میں قبیلۂ قریش سے کوئی خاندانی تعلق نہیں رکھتا، صرف ان کا حلیف ہوں اور مہاجرین تو ان کے ساتھ خاندانی تعلق بھی رکھتے ہیں جن کی وجہ سے اپنے بال بچوں کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ قریش پر ایک احسان کر دوں جس کے صلے میں شاید میں بھی اسی قسم کی محافظت کا مستحق ہو جاؤں۔ میرا قصور صرف اتنا ہے ورنہ میں مرتد نہیں ہوا۔''[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان پر اس قدر برہم ہوئے کہ آپ ﷺ سے ان کی گردن اڑا دینے کی اجازت چاہی، لیکن آنحضرت ﷺ نے شرکتِ بدر کی فضیلت کی بنا پر انھیں بالکل معاف کر دیا۔[2]

اس اولین واقعہ ہی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ پیغمبر امن ﷺ کا سلوک ان لوگوں کے ساتھ کیا تھا جن کی وجہ سے آپ ﷺ کے مفاد کو سخت نقصانات پہنچ سکتے تھے۔

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے یقیناً بغیر کسی مخالفانہ مقصد کے یہ کارروائی کی، لیکن نیت

---

① امام سہیلی رحمہ اللہ نے بعض مغازی کے حوالے سے خط کا مضمون یہ بیان کیا ہے:

امام بعد! اے جماعت قریش! رسول اللہ ﷺ تمھارے پاس رات جیسا سیل رواں کی طرح بڑھتا ہوا لشکر لے کر آ رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر وہ اکیلے بھی تمھارے پاس آ جائیں تو اللہ ان کی مدد کرے گا اور ان سے اپنا وعدہ پورا کرے گا، لہٰذا تم لوگ اپنے متعلق سوچ لو۔ والسلام!

جبکہ امام واقدی رحمہ اللہ نے ایک مرسل سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے سہیل بن عمرو، صفوان بن امیہ اور عکرمہ کی طرف یہ لکھا تھا کہ ''رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں غزوے کا اعلان کر دیا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ آپ ﷺ کا ارادہ تم لوگوں کے سوا کسی اور کا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگوں پر میرا ایک احسان رہے۔'' (الرحیق المختوم، ص:542.)

② صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الفتح، حديث: 4274.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی صفائی اس نقصانِ عظیم کی کیا تلافی کر سکتی تھی جو اس خط کے پہنچنے سے اسلامی فوج پر وارد ہو سکتا تھا۔ جنگ کی حالت میں آج بڑی سے بڑی متمدن قومیں بھی جو کچھ کر رہی ہیں، وہ ہمارے سامنے ہے۔ فوجی رازوں کا افشا اور جنگ کی حالت میں دشمن سے خط و کتابت ایک ایسا جرم ہے جس کی سزا موت کے سوا اور کچھ نہیں۔ با ایں ہمہ پیغمبر امن ﷺ جو رحمت و رافت لے کر دنیا میں تشریف لائے تھے، ان کے آگے انسانی جرائم اور معاصی کے بڑے بڑے سمندر بھی چند قطرہ ہائے آب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے تھے۔ اس کے نظائر اگر سننا، دیکھنا اور پڑھنا چاہیں تو ساری عمر محض اسی تذکرے میں بسر ہو سکتی ہے اور حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی معافی تو اس بحرِ رحمت کا ایک ذرۂ کرم ہے ؎

دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر
ماہم چناں در اول وصف تو ماندہ ایم

ابوسفیان کی مرعوبیت

پیغمبر امن ﷺ فتح مکہ کے سفر میں جب مقام ''مرّ الظہران'' سے گزر رہے تھے تو ابوسفیان کے سامنے سے ایک دستہ گزرا۔ اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: یہ کون سا قبیلہ ہے؟ انھوں نے غفار کا نام لیا تو ابوسفیان نے کہا: ''مجھے ان سے کچھ مطلب نہیں۔'' اسی طرح جہینہ، سعد بن ہذیم اور سُلیم وغیرہ کے قبائل سامنے سے گزرے لیکن وہ بالکل مرعوب نہ ہوا۔ اس کے بعد ایک عظیم فوج سامنے آئی جس میں بالکل نئے لوگ اور نئے انداز سے چلنے والے مجاہدین تھے۔ ابوسفیان پر پہلی مرتبہ تعجب اور دہشت طاری ہوئی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ لوگ کہاں کے ہیں؟ اور کس قبیلے سے آئے ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: یہ مدینے کے انصار ہیں:

﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پس اللہ جلد ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرتا ہوگا، اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔'' (1)

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ (جن کے ہاتھ میں انصار کا علم تھا) نے ابوسفیان کی مرعوبیت دیکھ کر کہا:

اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ

اَلْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ

''آج خونریزی اور مار دھاڑ کا دن ہے۔ آج (کعبہ کی) حرمت حلال کر لی جائے گی۔''

یہ محض ایک تعریض تھی جس سے ایک پرجوش مجاہد، قدیم دشمن کو دیکھ کر باز نہ رہ سکا۔ وہاں سے جب پیغمبر امن ﷺ کا گزر ہوا تو ابوسفیان نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے دل شکن فقرے آپ ﷺ کو سنائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''سعد نے بالکل غلط کہا، آج تو خانۂ کعبہ کی چھنی ہوئی عزت از سرِ نو واپس دلائی جائے گی۔ آج اس پر غلاف چڑھایا جائے گا۔ آج کا دن لٹے ہوئے کو امن دلانے کا دن ہے۔'' (2)

یہ بھی مذکور ہے کہ علم سعد رضی اللہ عنہ سے لے کر ان کے فرزند قیس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا گیا۔

پیغمبر امن ﷺ کا دریائے کرم

یہ کہہ کر نبی ﷺ سورۂ فتح پڑھتے ہوئے آگے بڑھے اور مقام حجون میں جھنڈا نصب کرنے کا حکم دیا۔ مکہ کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا گیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دائیں

(1) المائدة 5:54. (2) صحيح البخاري، المغازي، باب أين ركز النبي الراية يوم الفتح؟ حديث: 4280.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف سے، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بائیں طرف سے، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پیادہ فوج کو لے کر اور خود پیغمبر امن ﷺ بھی حجون کی طرف سے اقدام کرتے ہیں۔ اب مکہ ہر طرف سے گھرا ہوا تھا اور مجاہدین کے سامنے آنے کی کسی میں تاب نہ تھی، یہاں تک کہ ابوسفیان چیخ اٹھا:

''ہائے آج قریش کا سرسبز باغ بالکل اُجاڑ دیا جائے گا، آج قریش کا خاتمہ ہے۔''

اس پُر حسرت اور مایوسانہ فقرے پر (جو پیغمبر امن ﷺ کے سب سے بڑے دشمن کی نامراد زبان سے نکلا تھا) رحمت کونین ﷺ کے دریائے کرم نے جوش مارا اور فرمایا:

«مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ وَّمَنْ أَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ آمِنٌ، وَّمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ»

''جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے، اس کے لیے امان ہے۔ جو شخص ہتھیار ڈال دے، اس کے لیے امان ہے۔ جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے، اس کے لیے بھی امان ہے۔''[1]

دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

«مَنْ دَخَلَ دَارَ أَبِي سُفْيَانَ فَهُوَ آمِنٌ، وَّمَنْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ دَارَهُ فَهُوَ آمِنٌ، وَّمَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَهُوَ آمِنٌ»

''جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے، اس کے لیے امن ہے۔ جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے، اس کے لیے امن ہے اور جو شخص مسجد (الحرام) میں پناہ لے اس کے لیے بھی امن ہے۔''[2]

چنانچہ اس اعلانِ امن سے اہل مکہ نے پورا فائدہ اٹھایا:

① صحيح مسلم، الجهاد، باب فتح مكة، حديث: 1780. ② سنن أبي داود، الخراج، باب ماجاء في خبر مكة، حديث: 3022.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«فَتَفَرَّقَ النَّاسُ إِلٰى دُورِهِمْ وَإِلَى الْمَسْجِدِ»

''جب رن پڑا تو لوگ پناہ لینے کے لیے مسجد (الحرام) اور اپنے اپنے گھروں میں گھس گئے۔''[1]

تمام سردارانِ قریش نے خانۂ کعبہ کے دامن میں پناہ لی تھی۔

ام ہانی رضی اللہ عنہا کے پناہ گزیں

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے ایک مشرک کو پناہ دی اور آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو پیغمبر امن ﷺ نے فرمایا: ''اے ام ہانی! جس کو تم نے پناہ دی، اس کو ہم نے بھی پناہ دی۔''[2] غرض آپ ﷺ کے عفو و کرم نے پورے مکہ کو اپنے دامن میں چھپایا اور عین حالت جنگ میں بھی کسی نے کسی کے مال و اسباب کو ہاتھ تک نہ لگایا۔

مساواتِ انسانی پیغمبر امن ﷺ کی زبانی

قریش صحن مسجد میں صفیں باندھے پیغمبر امن ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے بابِ بیت اللہ کے دونوں بازو پکڑ کر جو تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں قریش کو مخاطب کرتے ہوئے انسانی مساوات کے خلاف ان کے وضع کردہ قوانین اور طبقاتی و نسبی امتیازات کے خاتمے کا تاریخ ساز اعلان کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، صَدَقَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ .... يَامَعْشَرَ قُرَيْشٍ! إِنَّ اللهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ نَخْوَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَظُّمَهَا

[1] سنن أبي داود، الخراج، باب ما جاء في خبر مكة، حديث: 3022.

[2] صحيح البخاري، الجزية والموادعة، باب أمان النساء وجوارهن، حديث: 3171.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِالْآبَاءِ، النَّاسُ كُلُّهُمْ مِنْ آدَمَ، وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ»

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یگانہ و یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا، اپنے بندے کی نصرت فرمائی اور تمام مخالف جتھوں کو تنہا توڑ ڈالا...... اے قریش! جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا، تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔''[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں اسے مزید وضاحت کے ساتھ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے گھمنڈ اور باپ دادوں کے نام پر ایک دوسرے کو بڑا جتانے کو تم سے دور کر دیا ہے۔ پس آدمی تو دو ہی طرح کے ہیں: اللہ سے ڈرنے والے باعزت و کریم یا بدکار جو بدبختی کے مارے ہوں، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے وقعت ہیں۔ سارے انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾

''اے لوگو! بلاشبہ ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے تمھارے خاندان اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بلاشبہ اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ عزت والا (وہ ہے جو) تم میں سے زیادہ متقی ہے، بلاشبہ اللہ بہت علم والا، خوب باخبر ہے۔''[2]

[1] سنن أبي داود، الديات، باب في دية الخطاء شبه العمد، حديث: 4547. [2] الحجرات 13:49 - جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الحجرات، حديث: 3270.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھیے! [اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ مِنْ آدَمَ وَ آدَمُ مِنْ تُرَابٍ] انسانی مساوات کے درس کے لیے کل سات الفاظ ہیں لیکن ان میں وہ سب کچھ آ گیا جو مساوات کے باب میں کہا جا سکتا ہے اور مساوات کی بنیادی دلیل بھی پیش کر دی، جس سے اختلاف کی جرأت کسی کو نہیں ہو سکتی، یعنی جب تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں تو وہ کالے ہوں یا گورے، شرقی ہوں یا غربی، سب بھائی بھائی ہیں اور بھائیوں میں اونچ نیچ کا مطلب کیا؟ انسانی عظمت کا انحصار نہ رنگ پر ہے، نہ نسل و خاندان پر اور نہ دولت پر، اس کا انحصار صرف تقویٰ اور حسن عمل پر ہے۔ باقی ہر معاملے میں مسابقت رقابت و حسد کا باعث ہوتی ہے لیکن تقویٰ میں ایسی کوئی چیز آ ہی نہیں سکتی۔

عام معافی کا اعلان

پھر پیغمبر امن ﷺ قریش سے مخاطب ہوئے اور پوچھا: تمھارا کیا خیال ہے کہ میں آج تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ سب نے کہا: آپ کریم ہیں، کریم کی اولاد ہیں، آپ سے صرف بھلائی اور خیر کی امید ہے۔ فرمایا: میں آج وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا:

«لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ»

''آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔''

«فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ» ''تم سب آزاد ہو۔''[1]

پیغمبر امن ﷺ کی رحیمی و کریمی

مکہ مکرمہ میں اسی موقع پر ایک واقعہ پیش آیا جو اس بنا پر بطورِ خاص قابلِ ذکر ہے کہ

① الرحيق المختوم، ص: 551، و تهذيب سيرة ابن هشام، ص: 227.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے پیغمبر امن ﷺ کی رحیمی اور کریمی کی شان بدرجہ احسن آشکار ہوتی ہے۔ ایک شخص آنحضرت ﷺ سے کوئی بات کرنے کے لیے آیا، سامنے پہنچا تو ہیبت نبوت سے اس پر لرزہ طاری ہوگیا۔ نبی ﷺ نے یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا:

«هَوِّنْ عَلَيْكَ، فَإِنِّي لَسْتُ بِمَلِكٍ، إِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ قُرَيْشٍ، تَأْكُلُ الْقَدِيدَ»

''کچھ پروانہ کرو، میں بادشاہ نہیں، قریش کی ایک غریب خاتون کا فرزند ہوں جو سوکھا گوشت کھاتی تھی۔''[1]

بے مثال حسنِ سلوک

تاریخ عالم کے اوراق کھنگال ڈالیے، اس کمال حسن سلوک کی کوئی مثال نہیں مل سکے گی۔ یہ عفو عام ان لوگوں کے لیے تھا جو اکیس سال تک نبیِ کریم ﷺ اور آپ کے جانثاروں کے خلاف اذیتوں، دکھوں اور مصیبتوں کے وہ تمام طوفان برابر برپا کرتے رہے تھے جو ان کے بس میں تھے۔ ان کی تلواریں، ان کی برچھیاں، ان کے تیر مسلسل آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر برستے رہے تھے۔ کیا خوب فرمایا مولانا آزاد مرحوم و مغفور نے پیغمبر امن ﷺ کے متعلق کہ ''مظلومی میں صبر، مقابلے میں عزم، معاملے میں راست بازی اور طاقت واختیار میں درگزر، تاریخ انسانیت کے وہ نوادر ہیں جو کسی ایک

[1] سنن ابن ماجه، الأطعمة، باب القديد، حديث:3312.

فتح مکہ کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: کتب صحاح ستہ اور ان کی شروحات کے ساتھ ساتھ سیرت ابن ہشام: 2/469-522، محسن انسانیت ﷺ، ص: 457-471، مختصر سیرت النبی ﷺ، ص: 301-318، نبی رحمت ﷺ، ص: 429-456، رحمۃ للعالمین: 1/109-119، مختصر سیرت الرسول ﷺ از شیخ عبداللہ، ص: 527-555.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی کے اندر اس طرح کبھی جمع نہیں ہوئے۔“[1]

یہی اسوۂ حسنہ قیامت تک ہر انسان کے لیے دنیا و آخرت میں فوز و فلاح کی ابدی دستاویز ہے۔

کوئی اور ہوتا تو......

کیا قریش کی تاریخ ظلم و جنگ کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ ان سے یہ سلوک کیا جائے گا۔ کوئی اور ہوتا تو آج اکڑ کر مکے میں داخل ہوتا اور ایک ایک واقعے کا انتقام لیتا، چن چن کے ان افراد کو تلوار کا لقمہ بناتا جنھوں نے ذرا بھی کوئی زیادتی کی ہوتی۔ مفتوح شہر میں قتل عام کرا دیتا۔ لوگوں کے مال اور عورتوں کی عصمتیں نیلامی پر چڑھ گئی ہوتیں لیکن فاتح چونکہ پیغمبر امن ﷺ تھے، اس لیے آپ ﷺ نے زمین پر قبضہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ انسانوں کے دلوں کو فتح کرنا چاہا۔ یہاں تک کہ مہاجرین سے کہا کہ وہ اپنے اپنے مکانوں اور املاک سے دست بردار ہو جائیں۔[2]

امن و امان کے مظاہرے

امن و امان کا اس سے بڑا مظاہرہ کیا ہو گا کہ کعبہ کی کنجی ہمیشہ کے لیے انھی عثمان بن طلحہ کو تفویض فرمائی جن سے ایک بار درِ کعبہ کھلوانے کی خواہش حضور ﷺ نے دعوت کے ابتدائی دور میں کی تو اس نے سختی سے انکار کر دیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے مستقبل پر نگاہ جماتے ہوئے عثمان سے فرمایا:

”ایک دن آئے گا کہ یہ کنجی میرے اختیار میں ہو گی اور میں جسے چاہوں گا تفویض کروں گا۔“

---

① رسول رحمت ﷺ، ص:439.   ② محسن انسانیت ﷺ، ص:464.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عثمان کی نگاہ اتنی دور رس کیسے ہوتی، اس نے کہا:

”شاید اس روز تمام افرادِ قریش ہلاک ہو چکے ہوں گے۔“

فرمایا:

”نہیں! وہ تو قریش کی سچی عزت کا دن ہوگا۔“

اس مکالمے کو ذہن میں تازہ کریں تو تصور ہی کہتا ہے کہ پیغمبرِ امن ﷺ کے علاوہ دوسرا کوئی بھی ہوتا تو اپنا اختیار دکھانے کے لیے لازماً کنجی عثمان سے لے کر کسی اور کو دے دیتا، لیکن پیغمبر امن ﷺ کلید کعبہ حاصل کرنے کے لیے بنی ہاشم کی طرف سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسے جگری عزیز کی درخواست سے صرفِ نظر کر لیتے ہیں اور کلیدِ کعبہ ہمیشہ کے لیے سابق ہاتھوں میں رہنے دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے کنجی دیتے ہوئے جب عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو برسوں پہلے کی وہ بات یاد دلائی تو وہ پکار اٹھے:

”بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”آج کا دن نیکی اور وفا کا دن ہے۔“[1]

قیامِ مکہ ہی کے زمانے میں ایک بار پیغمبر امن ﷺ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ فضالہ بن عمیر چھپ کر ارادۂ قتل سے آیا۔ آپ ﷺ خود ہی پاس جا پہنچے اور اس کے دل کی بات بتا دی۔ فضالہ اس گرفت پر شرمسار ہوا۔ آپ ﷺ نے استغفار کے لیے کہا اور اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا، معاً اس کے دل کی دنیا بدل گئی۔ ارادۂ قتل کے مجرم سے یہ سلوک اور کس سے متوقع ہو سکتا ہے؟[2]

① محسن انسانیت ﷺ، ص: 465,464، مختصر سیرت الرسول ﷺ، ص: 544.

② محسن انسانیت ﷺ، ص: 467، مختصر سیرت الرسول ﷺ، ص: 547.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورتوں میں سے سب سے بڑی مجرمہ ہند بنت عتبہ تھی۔ اس نے سرگرمی سے مخالفتیں کی تھیں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ کیا تھا بلکہ ان کا کلیجہ چبا گئی تھی اور فتح مکہ کے موقع ہی پر جب ابوسفیان نے قریش کو مقابلہ نہ کرنے کا مشورہ دیا تو اس نے ان کی مونچھ پکڑ لی اور کہا: بنو کنانہ! اس کم بخت کو قتل کر دو۔ آج وہی ہند چہرہ چھپانے کے لیے نقاب پہن کر حاضر خدمت ہوئی۔ اور اس نے اسلام لانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اسی دوران میں اس کے اور پیغمبر امن ﷺ کے مابین جو گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ یہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ چوری نہیں کرو گی۔'' اس کے علاوہ کچھ اور باتیں ہوئیں تو نبی ﷺ کو پتا چل گیا کہ یہ ہند ہے۔ آپ ہنس پڑے اور پوچھا: کیا تم ہند ہی ہو؟ اس نے کہا: ہاں، یا رسول اللہ! پیچھے جو کچھ ہو چکا، اس کو معاف فرما دیں، اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے گا۔ پیغمبر امن ﷺ نے اسے بھی معاف فرما دیا۔[1]

پیغمبر امن ﷺ جب مہم لے کر مکہ کو چلے تو شروع ہی سے ایسی تدابیر اختیار کیں کہ خون ریزی نہ ہونے پائے۔ اپنے ارادے کو اخفا میں رکھ کر سفر کیا اور قریش کو کسی تیاری اور آس پاس سے کوئی مدد حاصل کرنے کا موقع دیے بغیر مکہ کے دروازے پر یکا یک جا پہنچے۔ اس طرح مخالف طاقت جو پہلے ہی حد درجہ کمزور ہو چکی تھی بالکل مبہوت رہ گئی، پھر ابوسفیان جس کی ذہنی شکست کا آغاز بہت قبل ہو چکا تھا، اسے مناسب تدابیر سے بالکل مرعوب کر دیا گیا۔ ابوسفیان کے جھک جانے کی وجہ سے کوئی موقع نہ رہا کہ اہل مکہ مزاحمت کریں۔ یہی مقصد تھا جس کے تحت آپ ﷺ نے ایک فوجی افسر (حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ) کو محض ایک سخت نعرہ لگانے کی بنا پر دستے کی کمان سے الگ کر دیا اور اہلِ مکہ کو اطمینان

[1] مختصر سیرت الرسول ﷺ، ص: 549.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلایا کہ آج کا دن کعبے کی حرمت کا دن ہے۔[1]

پیغمبر امن ﷺ نے اسلام کے کٹر دشمنوں اور خود اپنی ذات پر اور اپنے محبوب ساتھیوں پر بیس اکیس سال تک مظالم ڈھانے والوں، تمسخر کرنے والوں، غلاظت پھینکنے والوں، راستے میں کانٹے ڈالنے والوں، قید کرنے والوں، قتل کی سازش کرنے والوں، وطن سے نکالنے والوں، پھر تلوار لے کر میدانِ جنگ میں اترنے والوں کے بھیانک اور سنگین جرائم بالکل بھلا دیے اور عام معافی کا اعلان کر دیا۔ آپ ﷺ پیغمبر امن تھے، ایک دنیوی فاتح نہ تھے کہ جبر وقوت سے کچھ لوگوں کو محکوم بنالینا اور ڈنڈے کے زور سے ڈرا دھمکا کر ان کو اپنے احکام کا پابند بنالینا کافی ہوتا۔ آپ ﷺ کے مقصد کے لیے ایسے مفتوحین بے کار تھے جنھیں مارے باندھے اطاعت میں لیا گیا ہو۔ آپ ﷺ کو دلوں کی تبدیلی درکار تھی اور دلوں کی تبدیلی ہمیشہ نرمی اور احسان وعفو کی صورت ہی میں ہوسکتی ہے۔ آپ ﷺ کا مدعا جبھی پورا ہوسکتا تھا کہ اہل مکہ شرمسار اور نادم ہوکر نیا دور شروع کریں۔ ایک نظریۂ حق اور تعمیری نصب العین رکھنے والی ہستی کے لیے کوئی دوسری فاتحانہ پالیسی قابل عمل نہ تھی۔

حنین کے لیے تیاری

پیغمبر امن ﷺ مکۃ المکرّمہ میں امن وامان کا پھریرا لہرا رہے تھے کہ قبیلۂ ہوازن کی تیاریوں کا حال معلوم ہوا۔ مصدقہ معلومات عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ نے حاصل کیں تو سفر کی تیاری شروع ہوئی۔ جنگی ضروریات کے لیے پیغمبر امن ﷺ نے عبداللہ بن ربیعہ سے تین ہزار درہم کی رقم قرض لی اور صفوان بن امیہ رئیس مکہ سے اسلحۂ جنگ (خصوصاً 100 زرہیں) مستعار لیا۔ کتنا نادر واقعہ ہے کہ ایک فاتح جس نے مکمل طور پر قریش کو زیر

[1] محسن انسانیت ﷺ، ص: 470.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لیا تھا اور جوان سے مال اور اسلحہ بالجبر وصول کر سکتا تھا، اسے اس مقامِ عظمت پر ہوتے ہوئے بھی اخلاقی قدروں اور اصولوں کا کتنا پاس تھا کہ جو کچھ لیا قرض اور مستعار لیا۔ پیغمبر امن ﷺ کی یہی شان ہوتی ہے۔

حنین کے مالِ غنیمت کی تقسیم

6 شوال 8 ھ میں بارہ ہزار کا اسلامی لشکر مکہ سے مارچ کرتا ہے اور منگل اور بدھ کی درمیانی شب 10 شوال کو حنین پہنچتا ہے جہاں دشمن کے جنرل کمانڈر مالک بن عوف نے پہلے ہی پہنچ کر اپنی فوج راستوں، گزرگاہوں، گھاٹیوں، پوشیدہ جگہوں اور دروں میں پھیلائی ہوئی تھی۔ مسلمان اس سے قطعی طور پر بے خبر تھے۔ انھیں مطلق علم نہ تھا کہ اس وادی کے تنگ دروں کے اندر ثقیف و ہوازن کے جیالے گھات لگائے بیٹھے ہیں، اس لیے وہ پورے اطمینان کے ساتھ وادی میں اتر رہے تھے کہ اچانک ان پر تیروں کی بارش ہوگئی، پھر فوراً ہی ان پر دشمن کے پرے کے پرے یک دم اکٹھے ٹوٹ پڑے۔ اس اچانک حملے سے مسلمان سنبھل نہ سکے اور ان میں ایسی بھگدڑ مچی کہ کوئی کسی کی طرف دیکھ نہ رہا تھا۔

﴿ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾

”پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل کی اور اس نے ایسے لشکر بھیجے جو تم نے نہیں دیکھے اور جن لوگوں نے کفر کیا، انھیں عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔“ [1]

مطلع صاف ہوا تو پتہ چلا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مالِ غنیمت اکٹھا فرما رہے ہیں اور دشمن

[1] التوبۃ 26:9.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکست کھانے کے بعد طائف و اوطاس کا رخ کر رہا ہے۔ اب مالِ غنیمت کے ڈھیر اور قیدیوں کا انبوہِ کثیر ہے۔ 24 ہزار اونٹ، 40 ہزار بکریاں، 4 ہزار اوقیہ چاندی (یعنی ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم جس کی مقدار چھ کوئنٹل سے چند کلو ہی کم ہوتی ہے) اور چھ ہزار قیدی۔ پیغمبر امن ﷺ مال تقسیم کیے بغیر طائف گئے۔ وہاں محاصرہ طول پکڑ گیا، پھر محاصرہ ختم کر کے واپس جعرّانہ آئے تو کئی روز تک مالِ غنیمت تقسیم کیے بغیر ٹھہرے رہے۔ اس تاخیر کا مقصد یہ تھا کہ ہوازن کا کوئی وفد آئے اور اس نے جو کچھ کھویا ہے، سب لے جائے لیکن تاخیر کے باوجود جب آپ ﷺ کے پاس کوئی نہ آیا تو آپ ﷺ نے مال کی تقسیم شروع کر دی۔ اس میں سے قرآنی قانون کے مطابق تالیفِ قلب کی جو مد رکھی گئی ہے، اس کے تحت پیغمبر امن ﷺ نے مکہ کے باشندوں اور ان کے لیڈروں کو دل کھول کر بہت سا مال دیا۔ مقصد یہ تھا کہ ان کے زخموں پر مرہم رکھا جا سکے۔ ان سے زیادہ حرمان نصیب اس وقت آسمان کے نیچے کون ہوگا جن کی قیادتوں کے تخت الٹ گئے تھے۔ جن کے لیے تاریخ کی ساری فضا ہی نے رنگ بدل لیا تھا۔ ان کے احساسات کا عالم کیا ہوگا جب وہ پیغمبر امن ﷺ کے قرابت دار ہوتے ہوئے پچھلی صفوں میں کھڑے تھے اور انصار و مہاجرین حضور ﷺ کے دست و بازو بنے ہوئے تھے، چنانچہ ان کے زخموں پر اگر احسان کا مرہم نہ رکھا جاتا تو ان کی ٹیسیں بار بار دبی دبی انتقامی رو پیدا کرتی رہتیں اور وہ بادلِ ناخواستہ مطیع رہ کر اسلامی ریاست کے مقاصد کو اندر ہی اندر غارت کرنے کا موجب ہوتے۔ کیسا عجیب سماں ہوگا کہ ابوسفیان، حکیم بن حزام اور صفوان بن امیہ اور ان جیسے دوسرے اکابر اسی شخص کے ہاتھوں سے آج عطیات حاصل کر رہے تھے جسے انھوں نے برسوں گالیاں دی تھیں، جھوٹا کہا تھا، مذاق اور طنز کا نشانہ بنایا تھا، بدنی اذیتیں دی تھیں، قید میں ڈالا تھا، قتل کے منصوبے بنائے تھے، گھر سے نکالا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا اور جس کے خلاف تلوار اٹھا کر اسے امن وچین کا ایک لمحہ بسر کرنے کا موقع نہ دیا تھا۔ انسان نوازی کی ایسی کتنی مثالیں تاریخ کے بے پایاں دفتروں میں ملتی ہیں؟

پرانے دشمنوں سے حسن سلوک

ذرا دیکھو تو سہی! کہ ابوسفیان بن حرب کو چالیس اوقیہ (چھ کلو چاندی) اور ایک سو اونٹ عطا کیے گئے۔ اس نے کہا: میرا بیٹا یزید؟ آپ ﷺ نے اتنا ہی یزید کو بھی دیا۔ اس نے کہا: میرا بیٹا معاویہ؟ آپ ﷺ نے اتنا ہی معاویہ کو بھی دیا (تنہا ابوسفیان کو اس کے بیٹوں سمیت تقریباً 18 کلو چاندی اور تین سو اونٹ حاصل ہو گئے)۔ حکیم بن حزام کو ایک سو اونٹ دیے گئے۔ اس نے مزید سو اونٹوں کا سوال کیا تو اسے پھر ایک سو اونٹ دیے گئے۔ اسی طرح صفوان بن امیہ کو سو اونٹ، پھر سو اونٹ اور پھر سو اونٹ، یعنی تین سو اونٹ دیے گئے۔ حارث بن کلدہ کو بھی سو اونٹ دیے گئے اور کچھ مزید قریشی اور غیر قریشی رؤسا کو سو سو اونٹ دیے گئے۔ کچھ دوسرے لوگوں کو پچاس پچاس اور چالیس چالیس اونٹ دیے گئے۔ یہاں تک کہ لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ محمد ﷺ اس طرح بے دریغ عطیہ دیتے ہیں کہ انھیں فقر کا اندیشہ ہی نہیں۔ ذیل کا شعر اسی واقعہ سے متعلق ہے۔

هُوَ الَّذِي لَا يَتَّقِي فَقْرًا إِذَا
يُعْطِي وَلَوْ كَثُرَ الْأَنَامُ وَدَامُوا

”یہ وہ ہستی ہے جو عطا وبخشش پہ آتی ہے تو اسے تہی دست ہو جانے کا اندیشہ نہیں ہوتا، خواہ اس کے سامنے کتنی ہی مخلوق سائل بن کر کیوں نہ آ جائے اور متواتر آتی رہے۔“[1]

[1] محسن انسانیت ﷺ، ص: 561۔ غزوۂ حنین اور طائف کے مفصل حالات کے لیے دیکھیے: صحیح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنین کے اسیرانِ جنگ

ادھر 6 ہزار اسیرانِ جنگ قسمت کے فیصلے کے منتظر تھے۔ پیغمبر امن ﷺ دو ہفتے منتظر رہے کہ شاید کوئی ان کے بارے میں آ کر بات چیت کرے۔ مالِ غنیمت کی تقسیم بھی اسی لیے روکے رکھی مگر جب کوئی نہ آیا تو تقسیم عمل میں آ گئی۔ تقسیم کے بعد حلیمہ سعدیہ (نبی ﷺ کی رضاعی والدہ) کے قبیلے سے معززین کا وفد زہیر بن صرد کی قیادت میں قیدیوں کے متعلق بات چیت کرنے حاضر ہوا۔ زہیر نے حضور ﷺ کو مخاطب بنا کر بڑی مؤثر تقریر کی اور کہا:

”جو عورتیں چھپروں میں محبوس ہیں ان میں تیری پھوپھیاں، مائیں، بہنیں اور خالائیں ہیں (ان سے مراد رسول اللہ ﷺ کی رضاعی مائیں، خالائیں، پھوپھیاں اور بہنیں ہیں)۔ اللہ کی قسم! اگر سلاطینِ عرب میں سے کسی نے ہمارے خاندان میں دودھ پیا ہوتا تو ان سے بہت کچھ امیدیں ہوتیں، آپ ﷺ سے تو ہمیں اور بھی زیادہ توقعات ہیں۔“

پیغمبر امن ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ میں تو خود منتظر تھا کہ کوئی آئے، مجبوراً مالِ غنیمت تقسیم کر دیا گیا۔ اب جو قیدی بنو ہاشم کے حصے میں آئے ہیں، ان کو میں تمھارے حوالے کرتا ہوں۔ باقیوں کے لیے مسلمانوں کے مجمع عام میں نماز کے بعد بات کروں گا۔ نماز کے بعد زہیر نے اپنی درخواست دہرائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے صرف اپنے خاندان پر اختیار ہے، البتہ میں تمام مسلمانوں سے سفارش کرتا ہوں۔ فوراً مہاجرین اور

◄◄ البخاري المغازي، باب غزوة طائف، و صحيح مسلم، ابواب السير، سيرة ابن هشام: 2/523-604، الرحيق المختوم، ص: 665-680، رحمۃ للعالمین: 2/121-124، مختصر سیرت الرسول ﷺ، ص: 584558، فقه السيرة للغزالي، ص: 299,298، الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ﷺ از قاضی عیاض: 1/86، محسن انسانیت ﷺ، ص: 472-477، رسول رحمت ﷺ، ص: 453-464، نبی رحمت ﷺ، ص: 457-474.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انصار بول اٹھے کہ ہمارا حصہ بھی حاضر ہے۔ صرف بنوسلیم اور بنوفزارہ کے لیے یہ تجربہ انوکھا تھا کہ لڑکر مفتوح ہونے والے قیدی مفت میں رہا کر دیے جائیں۔ آخر پیغمبر امن ﷺ نے ان کو چھ اونٹ فی قیدی دے کر بقیہ کو بھی رہا کرا دیا۔ پورے 6 ہزار قیدی آزاد ہو گئے۔ ہر قیدی کو آپ ﷺ نے ایک ایک قبطی چادر عطا فرما کر واپس کر دیا۔[1]

نبی ﷺ فاتح یا پیغمبر امن ﷺ؟

غزوۂ حنین و طائف سے فارغ ہو کر پیغمبر امن ﷺ نے جعرانہ ہی سے عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ ادا کیا۔ بعد ازاں عتاب بن اسید کو مکہ کا والی بنا کر آپ ﷺ مدینہ روانہ ہو گئے۔ مدینہ واپسی 24 ذوالقعدہ 8ھ کو ہوئی۔ اب آپ ﷺ مدینہ منورہ میں ایک فاتح کی حیثیت سے...... نہیں نہیں...... فاتح نہیں بلکہ ''پیغمبر امن ﷺ'' کی حیثیت سے داخل ہوئے کیونکہ فاتح اور پیغمبر میں نمایاں فرق ہے اور پھر آپ ﷺ تو محض پیغمبر ہی نہیں بلکہ پیغمبر امن وسلامتی تھے۔

ایک فاتح جب ملک گیری کے ارادے سے میدان جنگ کا رخ کرتا ہے تو طبل و دہل کے غلغلے اور قرنا و بوق کے ترانے خیر مقدم بجا لاتے ہیں، سر پر پرچم لہراتا ہے، چترِ شاہی آفتاب کی شعاعوں کو بھی اس کی طرف نگاہِ کرم سے دیکھنے نہیں دیتا، جاہ وجلال کا یہ دیوتا میدان جنگ میں ایک مجسمے کی طرح کھڑا کر دیا جاتا ہے اور تمام فوج اسی مرصع بت کے گرد طواف کرنے لگتی ہے۔ عظمت و جبروت کا یہ منظر دنیا کو دفعتہً مرعوب کر دیتا ہے اور اس رعب وداب کے احساس سے اس دنیوی فاتح کا سر بادۂ کبر ونخوت سے لبریز ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خاک وخون میں مل کر بھی یہ نشہ نہیں اترتا۔ اگر کوئی اس سرِ پُرغرور کو ٹھکرا دیتا ہے تو اس سے مغرورانہ صدا بلند ہوتی ہے۔

[1] الرحیق المختوم، ص: 573,572.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاتح جب فوج کو روانہ کرتا ہے تو اسے غرور و طاقت کی یاد دلاتا ہے، اس کے جوش کو دو آتشہ کرتا ہے، قدیم کارنامہ ہائے شجاعت کا تذکرہ کر کے اس کے دل کو گرماتا ہے۔
فاتح جب منزل پر اترتا ہے تو فرش و بساطِ شاہانہ سے زمین آراستہ و پیراستہ کی جاتی ہے، خیموں کا شہر آباد کیا جاتا ہے، وہ جنگ سے واپس آتا ہے تو اس کے سامنے شادیانے بجائے جاتے ہیں، جشن شاہانہ کی تیاریاں کی جاتی ہیں، عیش وطرب کے گانے گائے جاتے ہیں..... قصہ مختصر کہ ایک فاتح میدانِ جنگ میں سرِ پُرغرور ہوتا ہے، زبانِ خودستا ہوتا ہے، غیظ وغضب کا آتش کدہ ہوتا ہے جبکہ پیغمبر اور پھر پیغمبر امن ﷺ!
وہ گھر سے جب نکلتا ہے تو اگرچہ مخلصین ومومنین اور جاں نثاروں کی ایک جماعت ساتھ ہوتی ہے لیکن وہ اپنا رفیق سفر صرف اللہ کو بناتا ہے اور یوں دعا گو ہوتا ہے:

«اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ»

''اے اللہ! اس سفر میں تو ہی ہمارا ساتھی ہے اور تو ہی ہمارا جانشین ہے۔''[1]

وہ سواری کی پشت پر قدم رکھتا ہے تو یوں اللہ کا شکر ادا کرتا ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۙ وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝﴾

''پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے تابع کر دیا ورنہ ہم اسے قابو میں کر سکنے والے نہیں تھے اور بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں۔''[2]

وہ سفر سے پلٹتا ہے تو راہ میں اللہ کی حمد کا ترانہ گاتا ہوا چلتا ہے:

---

[1] صحيح مسلم، الحج، باب استحباب الذكر إذا ركب دابته.....، حديث: 1342.

[2] الزخرف 13:43.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«آيِبُونَ، تَائِبُونَ، عَابِدُونَ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ»

''ہم واپس لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب ہی کی تعریف کرنے والے ہیں۔''[1]

وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھتا ہے تو غلغلۂ تکبیر (اللہ اکبر) بلند کرتا ہے۔ نیچے اترتا ہے تو ترنم ریز تسبیح و تہلیل ہوتا ہے۔

فوج کو روانہ کرتا ہے تو نہ اسے غرور و طاقت کی یاد دلاتا ہے، نہ اس کے جوش کو دو آتشہ کرتا ہے، نہ قدیم کارنامہ ہائے شجاعت کا تذکرہ کر کے اس کے دل کو گرماتا ہے بلکہ اس کے دین، امانت اور تمام نتائجِ اعمال کو اللہ کے سپرد کر کے رخصت کرتا ہے:

«أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِينَكُم وَأَمَانَتَكُم وَخَوَاتِيمَ أَعْمَالِكُمْ»

''میں تمھارا دین، تمھاری امانتیں اور تمھارے اعمال کا اختتام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔''[2]

وہ منزل پر اترتا ہے تو نہ سلاطین کی طرح اس کے خیمے قائم کیے جاتے ہیں، نہ فرش و بساطِ شاہانہ سے زمین آراستہ کی جاتی ہے اور نہ میدان کا نشیب و فراز ہموار کیا جاتا ہے۔ وہ اللہ کا نام لے کر فرشِ خاک پر لیٹ جاتا ہے اور اس نام کی عظمت کے سہارے پر زمین ہی کو اپنی حفاظت کی خدمت سپرد کر دیتا ہے:

«يَا أَرْضُ! رَبِّي وَرَبُّكِ اللّٰهُ، أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيكِ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ»

''اے زمین! میرا اور تیرا رب اللہ ہی ہے۔ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں تیرے شر

① صحيح مسلم، الحج، باب استحباب الذكر إذا ركب دابته......، حديث: 1342.

② سنن أبي داود، الجهاد، باب في الدعاء عند الوداع، حديث: 2601.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے، اور اس شر سے جو تیرے اندر ہے اور جو تیرے اندر پیدا کیا گیا ہے اور ہر اس چیز کے شر سے جو تجھ پر چلتی پھرتی ہے۔‘‘[1]

وہ سفر جہاد سے واپس گھر پہنچتا ہے تو سب سے پہلے اسے اللہ تعالیٰ کا گھر یاد آتا ہے اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرتا ہے۔

جب اسے فتح وظفر کی خبر ملتی ہے تو نہ اس کے سامنے شادیانے بجائے جاتے ہیں نہ جشن شاہانہ کی تیاریاں کی جاتی ہیں اور نہ عیش وطرب کے گانے گائے جاتے ہیں۔ وہ صرف اپنے اللہ کے آگے سر بہ سجود ہو جاتا ہے اور سجدۂ شکر بجالاتا ہے۔

اسے جب مشیتِ ایزدی سے شکست ہوتی ہے تو وہ فوج کو بالکل جوش وغیرت نہیں دلاتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو غیرت کی سلسلہ جنبانی کرتا ہے کیونکہ وہ اپنی فوج کو اللہ کی فوج یقین کرتا ہے، چنانچہ کہتا ہے:

«اَللّٰهُمَّ! إِنَّكَ إِنْ تَشَأْ، لَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ»

’’یا اللہ! اگر تو چاہے تو زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔‘‘[2]

وہ اپنی فوج کی قلت اور دشمن کے لشکر کی کثرت دیکھتا ہے تو صرف رحمت الٰہی ہی سے مدد طلب کرتا ہے اور کسی دنیوی طاقت کے آگے دست سوال نہیں پھیلاتا:

«لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ نَظَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَهُمْ وَأَصْحَابُهُ ثَلَاثُمِائَةٍ وَّتِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَاسْتَقْبَلَ نَبِيُّ اللهِ ﷺ الْقِبْلَةَ ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ: «اَللّٰهُمَّ! أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي، اَللّٰهُمَّ! آتِ مَا وَعَدْتَنِي، اَللّٰهُمَّ!

[1] سنن أبي داود، الجهاد، باب ما يقول الرجل إذا نزل المنزل، حديث: 2603.

[2] صحيح مسلم، الجهاد، والسير، باب استحباب الدعاء بالنصر عند لقاء العدو، حديث: 1743.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّكَ إِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ» فَمَا زَالَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ مَادًّا يَدَيْهِ، مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، حَتّٰى سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ مَنْكِبَيْهِ، فَأَتَاهُ أَبُوبَكْرٍ، فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَأَلْقَاهُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ الْتَزَمَهُ مِنْ وَرَائِهِ، وَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! كَفَاكَ مُنَاشَدَتُكَ رَبَّكَ، فَإِنَّهُ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ»

''رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے دن مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے جبکہ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم 319 تھے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے قبلے کی طرف منہ کر کے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور اپنے رب سے پکار پکار کر یوں دعا مانگنا شروع کی: ''یا اللہ! میرے لیے اپنے کیے ہوئے وعدے پورے فرما! یا اللہ! مجھے وہ عطا فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے! یا اللہ! اگر تو نے اہلِ اسلام کی اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ آپ مسلسل اپنے رب سے ہاتھ دراز کیے، قبلے کی طرف منہ کر کے دعا مانگتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی چادر مبارک آپ کے شانہ مبارک سے گر پڑی، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے، آپ کی چادر کو اٹھایا اور اسے آپ کے کندھے پر ڈال دیا، پھر آپ کے پیچھے سے آپ سے لپٹ گئے اور عرض کی: اے اللہ کے نبی! آپ کی اپنے رب سے دعا کافی ہو چکی، عنقریب وہ آپ سے اپنے کیے ہوئے وعدے کو پورا کرے گا۔''[1]

میدان جنگ میں اسے شدید زخم لگتا ہے تو اس حالت میں صرف یہ کہہ کر خاموش ہو

[1] صحیح مسلم، الجهاد والسير، باب الإمداد بالملائكة في غزوة بدر......، حديث: 1763.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے:

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ»

''اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما کیونکہ وہ جانتے نہیں۔''①

لیکن جب کبھی اس کے ہاتھ سے جہاد کا اصل مقصد (عبادتِ الٰہی) فوت ہو جاتا ہے تو وہ از سر تا بقدم غضبِ الٰہی اور قہرِ الٰہی کا پیکر جلال و جبروت بن جاتا ہے:

«مَلَأَ اللهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا ، شَغَلُونَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطٰى»

''اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ انھوں نے ہمیں صلاۃِ وسطیٰ (عصر کی نماز) نہیں پڑھنے دی۔''②

فاتح میدانِ جنگ میں سرِ پُرغرور مگر ایک پیغمبر جبین نیاز ہوتا ہے۔ ایک بادشاہ میدانِ جنگ میں زبانِ خودستا مگر ایک داعیِ حق زبان شکر سنج ہوتا ہے۔ ایک جنگجو میدانِ کارزار میں غیظ و غضب کا آتش کدہ مگر ایک منادِ توحید رحم و کرم کا سرچشمہ ہوتا ہے۔

دو متضاد حالتوں کا انجام

ان دونوں متضاد حالتوں کا انجام بھی نہایت مختلف اور عبرت خیز ہے۔ بادشاہوں کے سرِ پُرغرور بارہا ٹھکرا دیے گئے، لیکن کسی مویدمن اللہ کی جبینِ نیاز خاکِ مذلت سے آلودہ نہ ہوئی۔ بادشاہوں کی زبانِ خودستا بارہا ذلت کے ساتھ خاموش کر دی گئی لیکن کسی داعیِ الٰہی کا نغمۂ حمد و شکر کبھی بھی چپ نہ ہوا۔ بادشاہوں کے غیض و غضب کے شعلے بارہا بجھا دیے گئے مگر پیغمبر کے دریائے کرم کو دنیا کے خس و خاشاک نہ روک سکے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

① صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب 54، حديث: 3477۔ ② صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الدعاء على المشركين......، حديث: 2931۔ یہ اندازِ بیان مولانا ابوالکلام آزاد ؒ کی کتاب (رسول رحمت ﷺ، ص: 724-727) سے ماخوذ ہے۔ فجزاه الله احسن الجزاء۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝ ﴾

''اور درحقیقت ہمارا وعدہ پہلے ہی اپنے ان بندوں کے لیے صادر ہو چکا ہے جو رسول ہیں کہ یقیناً انھی کی مدد کی جائے گی اور بلاشبہ ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔''[1]

وفودِ عرب وعجم کا استقبال

یہ بیان بڑا طویل ہو گیا ہے۔ بتایا جا رہا تھا کہ پیغمبر امن ﷺ جب مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں بھی امن وسلامتی کے وہ سلسبیل وکوثر جاری فرمائے کہ وفودِ عرب حیران رہ گئے اور پیچھے رہنے والوں کے لیے بھی پیامِ امن لے گئے، پھر تو وفود کا سیلاب اتر آیا۔ عوام و خواص خود آگے بڑھنے لگے اور اسلام کے دروازے پر خود دستک دینے لگے کہ ہم اندر آنا چاہتے ہیں۔ ہمیں جتنا امن وامان اور احترام انسانیت پیغمبر امن ﷺ کے ہاں نظر آتا ہے وہ کسی قانون و دستور اور منشور و دیوان میں نہیں ملا۔ یہ دور دورِ توسیع ہوتا ہے۔ جب یہ آجاتا ہے تو پھر تمام مزاحمتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ منفی رجحانات میدان چھوڑ دیتے ہیں مگر اس دور تک پہنچنے کے لیے پیغمبر امن ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں نے بڑے بڑے وار اپنے بدنِ ناتواں پر سہے، خون پسینہ ایک کر دیا۔

- ایک طرف فکری دعوت کے میدان میں ثابت کر دیا کہ دلیل کی قوت ہمارے ساتھ ہے۔
- دوسری طرف اخلاقی دائرے میں دھاک بٹھا دی کہ پیغمبر امن ﷺ کا لایا ہوا نظام اور آپ ﷺ کا تربیت یافتہ انسان بہترین نمونۂ انسانیت ہے۔
- تیسری طرف سیاسی بصیرت کے لحاظ سے اپنا سکہ جما دیا کہ ہم لوگ معاملات کی گرہوں کو کھولنا باندھنا جانتے ہیں۔

[1] الصّٰفّٰت 37:171-173.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھی طرف میدانِ کارزار میں اپنا لوہا منوایا کہ ہم مزاحمتوں سے نمٹ سکتے ہیں اور ظلم و جور کو ناکوں چنے چبوا سکتے ہیں۔

پیغمبر امن صلی اللہ علیہ وسلم نے دماغوں کو متاثر کیا، دلوں کو جھنجوڑا، جذبات و احساسات کو ساتھ لیا، سعادت مند روحوں کو متفق بنا کر گلے لگایا، تب کہیں جا کر وہ وقت آیا کہ امن کے متلاشی چہار جانب سے نئے مرکز امن اور مرکز امید مدینہ منورہ کی طرف گامزن ہوئے اور پیامِ امن لیتے گئے۔ اتنے وفود آئے کہ سیرتِ طیبہ میں اس سال کا نام ''عام الوفود'' پڑ گیا۔ سیرت و تاریخ کی قدیم کتابوں میں مدینے میں آنے والے وفود کی تعداد کم سے کم 15 اور زیادہ سے زیادہ 104 ملتی ہے، لیکن ملک کی وسعت، قبیلوں اور ان کی ضمنی و ذیلی شاخوں کی کثرت کے پیش نظر ایک سو چار کی تعداد بھی بہت کم معلوم ہوتی ہے۔ خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ جن قبیلوں یا ان کی ذیلی شاخوں کے وفود کا ذکر روایتوں میں آ چکا ہے، ان کے علاوہ جتنے قبیلے یا گروہ ہوں گے، وہ سب قلبِ عرب کی مرکزی قوت سے بے نیاز ہو کر اپنی سابقہ روش پر قائم رہے ہوں گے یا عالم انسانیت کے اس حیرت انگیز انقلاب کا اثر ان پر بالکل نہیں پڑا ہو گا جس کی عملی شہادتیں ایک سو چار وفود دے رہے ہیں۔ ظن غالب یہی ہے کہ باقی قبیلوں اور گروہوں کے قبولِ اسلام کا تو کسی وجہ سے ذکر نہ آیا یا ان کی طرف داعی بھیجے گئے اور قبولِ اسلام کے بعد وہ قبیلے اور گروہ چپ چاپ ان اہم اسلامی مہمات میں شریک ہو گئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وسیع پیمانے پر شروع ہو گئی تھیں۔ [1]

ان وفود کی آمد اس کثرت سے اور اتنی پے در پے ہوئی کہ صحیح معنوں میں

﴿وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾

[1] رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، ص: 558.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور تو لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔''[1]

کا مفہوم سامنے آ جاتا ہے۔ درحقیقت انسانی فطرت خود امن و امان اور سکون و راحت کی طرف جھکاؤ رکھتی ہے، پھر پیغمبر امن ﷺ نے قرآنِ کریم کے استدلالی زور اور دل گداز اسلوبِ بیان کے ساتھ امن و سکون کو پیش کیا اور اپنی مقدس سیرت اور عملی زندگی سے اس کا ایسا کامل مظاہرہ کیا کہ انسانیت رام ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ عوام کے راستے میں کوئی رکاوٹ تھی تو وہ سابق جاہلی قیادت کی بدامنی تھی۔ ظلم وستم کے تودے تھے۔ جب ان کو یہ اطمینان ہو گیا کہ مدینے کی اسلامی ریاست میں بدامنی نہیں بلکہ پیغمبر امن ﷺ کے ہاں خیر، امن، رحمت، عفوو درگزر اور شفقت ہی شفقت ہے تو پھر ان کے سینے امن وسکون کے پیام کے لیے پوری طرح کھل گئے، امن و امان کے ساغر بھر بھر پیے اور پھر جا کر اپنے اپنے علاقوں اور قبیلوں میں خُم کے خُم لنڈھا دیے۔ یوں امن و امان کا اجالا پھیلتا گیا اور وہ ''حزب اللہ'' جو دارِ ارقم میں 40 یا 50 نفوسِ قدسیہ پر مشتمل تھی، بدر میں تین سو تیرہ، احد میں سات سو، خندق میں تین ہزار، فتح مکہ میں دس ہزار، حنین میں بارہ ہزار اور تبوک میں تیس ہزار تک جا پہنچی۔ جب پیغمبر امن ﷺ نے انسانی حقوق و فرائض کا عالمی اور دائمی منشور (خطبۂ حجۃ الوداع) پیش کیا، اس وقت ''حزب اللہ'' کی عددی قوت تقریباً ایک لاکھ چوالیس ہزار ہو چکی تھی۔

امن عالم کا ابدی اور عالمی چارٹر

اب ہم امن عالم کا ابدی چارٹر پیش کرنے جا رہے ہیں جو امن و امان کی معراج اور انسانی حقوق کے تحفظ کا دائمی نشان ہے۔ اس کی قدامت و اخرویت، کاملیت و عمومیت اور فصاحت و بلاغت کے باعث اسے ''حجۃ الاسلام'' ''حجۃ البلاغ'' ''حجۃ التمام'' ''حجۃ الکمال''

[1] النصر 2:110.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ''حجۃ الوداع'' کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔[1]

انسانیت کے محسن اعظم، سید عرب و عجم، پیغمبر امن و سلامتی حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ کے انسانیت کے نام منشورِ اعظم ''خطبۂ حجۃ الوداع'' کے بارے میں یہ کہنا بجا ہے کہ یہ امن و امان کے لیے انسانیت کا سب سے پہلا منشورِ انسانی حقوق "Declaration of Human Rights" اور ظلمت کدۂ عالم سے انسان دشمنی، بدامنی، ناانصافی، جبر و تشدد اور استحصال و استبداد کے خاتمے پر مبنی فلاحی نظام ہے۔

مغربی دستورِ امن اور پیغمبر امن ﷺ کا دستور

عہد حاضر میں مغربی علمبرداروں اور امن و امان کے نام نہاد ترجمانوں کی جدوجہد اور تحریک کا آغاز خود ان کی اپنی زبانی اور اپنی تاریخ کی روشنی میں میگنا کارٹا کے منشور (مجریہ 15 جون 1215ء) سے ہوا ہے۔ مغربی دنیا کی اس تحریک کا نکتۂ اختتام اور منتہائے ارتقا اقوام متحدہ کے منشور انسانی حقوق (مجریہ 10 دسمبر 1948ء) کو قرار دیا جاتا ہے جبکہ پیغمبرِ امن ﷺ کا پیامِ امن ان سے کئی صدیاں پہلے 10ھ کو نافذ العمل ہوا تھا۔ اس لحاظ سے اس پیامِ امن کو تاریخ عالم کے تمام انسانی حقوق کے منشوروں پر تاریخی اولیت و تقدیم اور ابدی فوقیت کا حامل قرار دینا بالکل بجا ہے۔

مغربی دنیا کے خود ساختہ، ناپائدار دستور میں تغیر و تبدل، اضافہ و تنسیخ کا عمل وقتی تقاضوں اور مصلحتوں کی وجہ سے جاری رہتا ہے۔ یہی اس کے نقص کی دلیل ہے جس کی بنا پر وہ تمام بنی نوع انسان کے لیے قابل عمل نہیں ہوسکتا۔ امن عالم کے ان مغربی علمبرداروں کے قول و فعل کا تضاد ہے جس کی وجہ سے دنیا کے گوشہ گوشہ میں آج ہر جگہ حریت کی قدر و منزلت پامال اور شرف انسانیت کی مٹی پلید ہو رہی ہے۔ انسانیت کے

[1] بذل القوۃ في حوادث سني النبوۃ، ص: 278.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان نام نہاد علمبرداروں نے امن عالم، عدل وانصاف اور خاتمۂ دہشت گردی کے نام پر جو کردار ادا کیا ہے، اسے جنگ عظیم اول و دوم، جنگ خلیج، بوسنیا، روانڈا، عراق اور افغانستان کی جنگوں کی روشنی میں دیکھا جاسکتا ہے۔ ان ممالک میں انھوں نے انسانیت اور امن عالم کے خلاف ایسے سنگین جرائم سے تاریخ رقم کی جس کی مثال تاریخ عالم کے تاریک سے تاریک دور میں بھی ملنا مشکل ہے۔ یہ بھی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جو قومیں عہد حاضر میں امن عالم اور خاتمۂ دہشت گردی کے پرفریب اور بلند وبانگ دعوے کررہی ہیں، وہی انسانیت کا خون چوسنے، دہشت گردی پھیلانے اور دہشت گردی کرنے میں پیش پیش ہیں۔

آج اسلام، اسلامی دنیا اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتِ بابرکات کو انسانی حقوق، امن و امان اور مساوات کے حوالے سے ہدفِ تنقید بنانے والے درحقیقت تاریخی صداقت اور ناقابل تردید ابدی حقیقت کو جھٹلا کر انسانیت کے خلاف اپنے سیاہ کارناموں اور تاریخِ مظالم کے سفاکانہ جرائم سے توجہ ہٹا کر اس پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔ پیغمبر امن ﷺ نے ''خطبۂ حجۃ الوداع'' کی صورت میں امن عالم کا ''منشورِ اعظم'' اس تاریخی دور میں عطا فرمایا جب عہد حاضر کی ترقی یافتہ اقوام تہذیب وتمدن سے بہت دور تھیں۔ اس میں مغربی دنیا امن وامان تو درکنار انسانی حقوق کے نام بلکہ انسانیت کے نام سے بھی واقف نہیں تھی بلکہ انسانیت اور انسانیت نوازی سے حد درجہ دور تھی۔ اس حقیقت کا اظہار و اعتراف کرتے ہوئے یورپ کا نامور دانشور اور مؤرخ رابرٹ بریفالٹ (Robert Briffalt) لکھتا ہے:

''پانچویں صدی عیسوی کے آغاز سے دسویں صدی عیسوی کے اختتام تک یورپ پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اس دور میں وحشت ودہشت زمانۂ قدیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی درندگی کی حدتک زیادہ بڑھ چکی تھی......۔"[1]

ایک اور مغربی دانشور جے۔ ایچ ڈینی سن (J.H.Deneson) لکھتا ہے:

"پانچویں صدی عیسوی اور چھٹی صدی عیسوی میں مغرب کی مہذب دنیا افراتفری کے دہانے پر کھڑی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چار ہزار سال کی مدت میں جس تہذیب نے بال و پر نکالے تھے، وہ منتشر ہونے والی ہے اور انسان پھر درندگی کی جانب لوٹنے والا ہے جس میں ہر قبیلہ اور فرقہ ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرا ہو جائے گا اور امن و امان معدوم ہو جائے گا۔"[2]

علامہ سید ابوالحسن علی ندوی "Thilly" کی کتاب "History of Phylosophy" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"یورپین قومیں جو شمال مغرب کے اندر دور تک آباد تھیں، جہالت و ناخواندگی کے مہیب سایہ میں تھیں اور خونریز جنگوں میں مشغول، وہ تمدنِ انسانی کے کارواں سے بہت پیچھے اور علوم وفنون کی دنیا سے بہت دور تھیں۔ نہ بیرونی دنیا کو ان سے کوئی سروکار تھا نہ ان کو بیرونی دنیا سے کوئی مطلب۔ ان کے جسم گندے اور دماغ اوہام و خرافات سے بھرے ہوئے تھے۔"[3]

پیغمبر امن ﷺ نے اس تاریک دور میں انسان کو انسانیت نوازی کا عملی درس دیا۔ انھیں حقوق و فرائض سے آگاہ کیا اور امن و امان کے منشورِ اعظم "خطبۂ حجۃ الوداع" کو نافذ العمل بنا کر دستورِ حیات کا لازمی عنصر اور جزو لاینفک بنا دیا۔ رومانیہ کا مشہور غیر مسلم ادیب و سیرت نگار گونسٹن ویرژیل جارج "خطبۂ حجۃ الوداع" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

① The Making of Humanity, London, 1919, P:164. (بحوالہ محسن انسانیت اور انسانی حقوق، ص:36.)
② محسن انسانیت اور انسانی حقوق، ص:37.   ③ نبی رحمت ﷺ، ص:55.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جب ہم یہ خطبہ پڑھتے ہیں تو باوجود اس کے کہ ہم یورپی ہیں اور پیغمبر امن (ﷺ) کی آواز ہم نے نہیں سنی، نہ ہم اس مقام پر اس مجمع میں موجود تھے، پھر بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اسلام میں اس خطبہ کا بہت اثر رہا ہے اور آج بھی ہے۔"[1]

خطبۂ حجۃ الوداع کی آفاقیت اور دفعات

خطبۂ حجۃ الوداع کو اگر دفعات کی شکل میں دیکھا جائے تو کم از کم اس میں 40 دفعات ہیں۔ یہ تمام تر دفعات مثبت اقدامات پر مبنی اور تعمیری افکار پر مشتمل ہیں۔ یہ تمام دنیائے انسانیت کی اصلاح و فلاح کی ضامن، امن و امان کی داعی اور سکون و راحت کی پیامبر ہیں۔ اس میں پیغمبر امن ﷺ کی کوئی ذاتی غرض، کوئی نسلی، قومی، جماعتی مفاد، کسی گروہ کی حمایت، کسی قسم کے منصب واقتدار، جاہ وحشمت اور تفاخر کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ منشورِ امن کی یہ دفعات، دفعاتِ محض، خالی خولی منصوبہ، کاغذی دستاویز، غیر فطری اور ناقابل عمل چارٹر، تخیلاتی وتصوراتی پروگرام یا صرف تجاویز اور سفارشات پر مبنی نہیں تھیں بلکہ پوری انسانی دنیا کی اصلاح وفلاح، حقوق وفرائض، امن وامان اور سکون وراحت کی سرمدی، حتمی اور عملی دفعات تھیں جو حقیقتاً مظلوم، سسکتی اور دم توڑتی طبقاتی اور نسلی ونسبی عصبیتوں کی غیر انسانی اور ظالمانہ تقسیم کا شکار مظلوم انسانیت کے نام تاریخی اور انقلابی فرمان اور مژدۂ جانفزا تھی۔

پیغمبر امن ﷺ نے انسانیت کی بقا کے لیے سب سے پہلے جان، مال، عزت، خاندان کے تحفظ کا حق اور اجتماعی طور پر پورے انسانی معاشروں کے تحفظ کے حقوق کا نہ صرف رسمی اعلان کیا بلکہ یقینی طور پر اس کے عملی نفاذ کی ضمانت فراہم کر کے جبر واستبداد

[1] محمد رسول اللہ ﷺ از گونسٹن ویڑریل جارج، ص: 424.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور استحصالی طرزِ زندگی کا ناطقہ بند کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا»

''یقیناً تمھارا خون، تمھارا مال اور تمھاری آبرو آپس میں (تاقیامت) اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ دن، اس مہینہ میں اور اس شہر میں محترم ہے۔''[1]

دنیا میں عدل و انصاف اور ظلم و جور کا محور صرف تین چیزیں ہیں: جان، مال اور آبرو۔ غالباً جہاں کہیں بھی بدامنی کی فضا قائم ہوئی، لازمی طور پر ان چیزوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے ہوئی۔ عرب میں تو جان و مال کی کچھ قیمت نہ تھی، جو شخص جسے چاہتا قتل کر دیتا تھا، جس کا مال چاہتا چھین لیتا تھا، جس کی عزت پر چاہا ڈاکا ڈال لیا۔ آج امن و سلامتی کے پیغمبر ﷺ نے تمام عالم کو ''امن عالم'' کا دستور دیتے ہوئے مذکورہ بالا اعلان فرما دیا۔

جاہلیت کے بے ہودہ اور لچر کلچر میں بے شمار قسم کی خرافات تھیں۔ عجیب و غریب دستور تھے جنھوں نے انسانیت کو یرغمال بنا رکھا تھا۔ ان کی وجہ سے امن و امان تو کجا بدامنی و وحشت بھی آخری حدوں کو چھو رہی تھی۔ پیغمبر امن ﷺ نے فرمایا:

[1] صحيح البخاري، العلم، باب قول النبي ﷺ رب مبلغ أوعى من سامع، حديث:67، یہ خطبہ حجۃ الوداع کی دفعات ہیں۔ مکمل خطبہ اور اس کی توضیحات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: صحيح البخاري، حديث:1739-1742، و صحيح مسلم، حديث:1679، و سنن أبي داود، حديث:1905، و سنن ابن ماجه، حديث:3055، و مسند أحمد بن حنبل:371/3، و مجمع الزوائد و منبع الفوائد:3:265-274، و سيرة ابن هشام:253/4، و تاريخ طبري:148/3، و الطبقات الكبرى: 172/2، والكامل في التاريخ از إمام ابن الأثير رحمه الله: 146/2، و فتح الباري: 20/11، ومرقاة المفاتيح:298/5، و البيان والتبيين:29/2، والإتقان في علوم القرآن: 178/1، وجمهرة خطب العرب: 157/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِّنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ»

''لوگو! یاد رکھو جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں پاؤں کے نیچے رسوا ہیں۔''①

امن و امان کی منزل کے حصول میں سب سے بڑا سنگِ گراں طبقاتی نظام تھا جو دنیا کی تمام قوموں کے تمام مذاہب نے تمام ممالک میں مختلف صورتوں میں قائم کر رکھا تھا۔ سلاطین و بادشاہ سایۂ یزدانی سمجھے جاتے تھے جن کے آگے کسی کو چون و چرا کی مجال نہ تھی۔ ائمہ مذاہب کے ساتھ کوئی شخص مسائل مذہبی میں گفتگو کا مجاز نہ تھا۔ شرفا رذیلوں سے ایک بالاتر مخلوق سمجھی جاتی تھی۔ غلام آقا کے ہمسر ہونے کا تصور ہی نہیں کر سکتے تھے۔ آج پیغمبر امن ﷺ کی زبانِ اطہر سے یہ تمام فرقے، یہ تمام امتیازات، یہ تمام طبقات اور حد بندیاں توڑنے کا اعلان ہو رہا تھا۔ فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ! أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلٰى أَسْوَدَ وَلَا لِأَسْوَدَ عَلٰى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوٰى»

''لوگو! بے شک تمھارا رب ایک ہے، بے شک تمھارا باپ بھی ایک ہے، یاد رکھو! کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ فام پر اور سیاہ فام کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، ہاں جس میں تقویٰ (زیادہ) ہو وہ زیادہ عزت والا ہے۔''②

یہ اعلان اس وقت کیا گیا جب مختلف قوموں اور خاندانوں کے مافوق البشر ہونے کا عقیدہ قائم تھا اور بہت سی نسلوں اور خاندانوں کا نسب نامہ اللہ تعالیٰ اور سورج و چاند سے ملایا جا رہا تھا۔ قرآن کریم نے یہودیوں اور عیسائیوں کا قول نقل کیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی چہیتی اور لاڈلی اولاد ہیں:

① صحيح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حديث:1218. ② مسند أحمد:411/5.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ط﴾

''اور یہودیوں اور عیسائیوں نے کہا: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔''[1]

فراعنۂ مصر اپنے آپ کو سورج دیوتا کا اوتار، چینی اپنے شہنشاہ کو آسمان کا بیٹا اور شاہانِ ایران اپنے آپ کو مقدس آسمانی مخلوق سمجھتے تھے۔ ہندوستان میں سورج بنسی اور چاند بنسی خاندان موجود تھے۔ عربوں کا نظریہ تھا کہ ہم کعبہ کے نگہبان اور متولی ہیں، لہٰذا بنی نوع انسان میں ہمارا اہم مرتبہ و مقام ہے اور جو حقوق ہمیں حاصل ہیں اور کسی کو حاصل نہیں۔ جیسا کہ آیندہ صفحات میں ہم اس کا تفصیلی تذکرہ کریں گے۔

آقا و غلام کی طبقاتی کشمکش نے معاشرے کا امن وامان تباہ کیا ہوا تھا۔ یہ عدم مساوات ایک بڑی بدامنی کو جنم دے رہی تھی۔ دولت و حشمت کے سبب بھائی، بھائی کا اور دوست دوست کا دشمن تھا۔ پیغمبر امن ﷺ نے مساوات کا درس دیا اور بھائی چارے کی فضا قائم کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَنَّ كُلَّ مُسْلِمٍ أَخُو الْمُسْلِمِ، وَأَنَّ الْمُسْلِمِينَ إِخْوَةٌ، أَرِقَّاءَكُمْ أَرِقَّاءَكُمْ أَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ، وَاكْسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ»

''ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔[2] اپنے غلاموں کا خیال رکھو، اپنے غلاموں کو اپنے سمجھو (غیر نہ سمجھو)۔ جو خود کھاؤ، وہی انھیں کھلاؤ اور جو خود زیب تن کرو، وہی انھیں پہناؤ۔''[3]

عرب میں کسی خاندان کا کوئی شخص کسی کے ہاتھوں قتل ہو جاتا تو اس کا انتقام لینا خاندانی ذمہ داری بن جاتا یہاں تک کہ سیکڑوں برس گزرنے پر بھی یہ فرض باقی رہتا تھا۔

[1] المائدۃ 5: 18. [2] سیرۃ ابن ھشام: 4/251،252. [3] المصنف لعبد الرزاق: 9/440.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی بنا پر لڑائیوں، قتل و غارت گری اور جنگ و جدل کا ایک لامتناہی و غیر منقطع سلسلہ شروع ہو جاتا جو قبیلوں کے قبیلے اور خاندانوں کے خاندان میدانِ کارزار میں لے آتا۔ عرب کی زمین ہمیشہ خون سے رنگین رہتی۔ پیغمبر امن ﷺ آج اس رسم بد کا خاتمہ اپنے قبیلے اور خاندان سے شروع کر کے عالم انسانیت کو امن کی راہ دکھلاتے ہیں۔ فرمایا:

«وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ كُلُّهَا مَوْضُوعَةٌ، وَّإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ»

''جاہلیت کے خون (انتقامی) باطل کر دیے گئے اور سب سے پہلے میں (اپنے خاندان کے) ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون باطل قرار دیتا ہوں۔''[1]

تمام عرب میں سودی کاروبار کا ایک جال پھیلا ہوا تھا۔ اس میں غربا کا ریشہ ریشہ جکڑا ہوا تھا اور وہ ہمیشہ کے لیے اپنے قرض خواہوں اور مہاجنوں کے غلام بن کر ان کے لیے بدامنی کی من مانی کارروائیاں کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔ جو انکار کرتا، اسے چوری، ڈاکا زنی اور لوٹ کھسوٹ کے مال سے سودی قسطیں ادا کرنا پڑتیں۔ پیغمبر امن ﷺ نے بدامنی کی اس راہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا اور اس کے لیے بھی معلم حق سب سے پہلے اپنے خاندان کو پیش کرتے ہیں۔ فرمایا:

«وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ، وَّأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَانَا، رِبَا عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ»

''جاہلیت کے تمام سود باطل کر دیے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا سود، عباس بن عبدالمطلب کا سود باطل قرار دیتا ہوں۔''[2]

[1] صحيح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حديث:1218. [2] صحيح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حديث:1218.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرب کے ہاں عورتوں کے معاشی، معاشرتی، عائلی اور آئینی حقوق کا کہیں ذکر نہیں۔ عرب ہی نہیں، دنیا کے تمام مذاہب اور تمام تہذیبیں اس باب میں بہیمیت کی حد سے تجاوز کر چکی تھیں۔ اسے نہایت نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ عہد جاہلیت میں تو جب کسی کو لڑکی کی پیدائش کی خبر دی جاتی تو اس کے چہرے کا رنگ سیاہ ہو جاتا اور وہ اسے بہت بری خبر خیال کرتا۔ اس کی وجہ سے دوسروں کے سامنے آنے سے شرم محسوس کرتا۔ بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دی جاتی کہ یہ حالت جنگ میں قبیلے کی مدافعت کریں گے جبکہ لڑکیاں تو اپنی مدافعت کے لیے بھی بھائیوں کی محتاج تھیں۔ مالی میراث کے حقدار صرف اور صرف مرد تھے، اس لیے کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر اسلحہ اٹھا کر جنگ کرتے ہیں جبکہ عورتیں ان صفات سے محروم ہیں، لہٰذا وہ وارث یا ورثہ کی حقدار نہیں ہو سکتیں۔[1] عورت کا مقصد صرف ترقیٔ نسل اور مردوں کی خدمت تھا۔[2] نیز دختر کشی کا انداز ایسا کہ ؎

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر دختر   تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب شوہر کے تیور   کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جا کر
وہ گود ایسے نفرت سے کرتی تھی خالی   جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی[4]

حضرت قیس بن عاصم تمیمی رضی اللہ عنہ اعتراف کرتے ہیں کہ میں نے بارہ یا تیرہ بیٹیوں کو زندہ دفن کیا۔[4] یہ زندہ درگور کرنا کبھی غیرت کے نام پر ہوتا، کبھی غربت وافلاس کے نام پر اور کبھی نحوست کی بنا پر۔[5] یہ تو عرب معاشرہ تھا۔ عورت کے ساتھ زیادتی، ظلم وستم اور بہیمیت کی تاریخ بڑی اندوہناک ہے۔ عورت یونانی تہذیب، رومن تہذیب، قدیم

---

① تاریخ الجاھلیة، ص: 158,157. ② تمدن عرب، ص: 374. ③ مسدس حالی، ص: 17.

④ أسد الغابة في معرفة الصحابة: 4/433.

⑤ بلوغ الأرب از محمود شکری آلوسی: 3/524.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انگلستانی تہذیب، قدیم روسی تہذیب، میسوپوٹیمی تہذیب، قدیم مصری تہذیب، قدیم ایرانی تہذیب، ہندوستانی تہذیب اور قدیم چینی تہذیب میں عربوں سے زیادہ مظلوم و مقہور ہے جس کی تفصیل ان کی کتابوں میں مل سکتی ہے۔①

غرضیکہ عورت مظالم کا شکار تھی۔ اسے مجسم گناہ، گناہوں کا محل، ہزار مکاریوں کا مخزن، امرت ملا ہوا زہر، زہریلی ناگن، جہنم کا دروازہ اور بدی کا منبع سمجھا جاتا تھا۔ وہ مظلوم و مقہور اور محکوم و مجبور، مردوں کے طرح طرح کے مظالم کا تختۂ مشق بنی ہوئی تھی۔ وہ دل ہی دل میں اس ذلت و رسوائی کے سیاہ بادلوں کے خاتمہ کے لیے دست بہ دعا تھی کہ رحمتِ ربانی جوش میں آئی اور عورت کی دنیا پر چھائی ہوئی تاریکی کے مہیب بادل چھٹ گئے۔ اس کی شامِ غم صبحِ عید سے بدل گئی کیونکہ پیغمبر امن و راحت اور طبقۂ نسواں کے محسن اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے 9 ذوالحجہ 10ھ بروز جمعہ مارچ 632ء کو میدان عرفات میں ایک لاکھ چوالیس ہزار نفوسِ قدسیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ لِنِسَاءِكُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا وَّلَكُمْ عَلَيْهِنَّ حَقًّا أَنْ لَّا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ غَيْرَكُمْ تَكْرَهُونَهُ، وَلَا يُدْخِلْنَ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ بُيُوتَكُمْ إِلَّا بِإِذْنِكُمْ، وَلَا يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ، وَّلَا يَعْصِينَ فِي مَعْرُوفٍ فَإِنْ خِفْتُمْ نُشُوزَهُنَّ فَإِنَّ اللهَ قَدْ

① دیکھیے: روحِ اسلام، ص:360,359، و المرأة في القرآن، ص:73-76، و المرأة المسلمة امام التحديات، ص:16، دین رحمت ﷺ، ص:105، روایات تمدن قدیم، ص:156، وانسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، تاریخ اور عورت، ص:32، اسلام میں عورت کی قیادت، ص:15، عورت، جنسی تفریق اور اسلام، ص:28,27، ایران بعہد ساسانیان، ص:430-441، الملل والنحل، ص:86، المرأة بين تكريم الإسلام وإهانة الجاهلية، ص:52، اسلام اور نظریہ مساوات مرد وزن، ص:17-23.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَذِنَ لَكُمْ أَنْ تَعِظُوهُنَّ وَتَعْضُلُوهُنَّ وَتَهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَتَضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ، فَإِنِ انْتَهَيْنَ وَأَطَعْنَكُمْ فَعَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَإِنَّمَا النِّسَاءُ عِنْدَكُمْ عَوَانٌ لَّا يَمْلِكْنَ لِأَنْفُسِهِنَّ شَيْئًا وَّإِنَّمَا أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَاتِ اللهِ، فَاتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ وَاسْتَوْصُوا بِهِنَّ خَيْرًا»

''اے لوگو! تمھاری بیویوں کا تمھارے ذمہ حق ہے اور تمھارا ان پر حق ہے۔ تمھارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمھارا فرش تمھارے غیر سے نہ رندوائیں، بالخصوص جن کو تم برا سمجھتے ہو (یہ قید اضافی ہے) اور کسی ایسے شخص کو تمھارے گھر میں داخل نہ ہونے دیں جس کو تم ناگوار سمجھتے ہو، الّا یہ کہ تمھاری اجازت ہو۔ اور وہ کوئی کھلی بے حیائی کی بات نہ کریں اور کسی امرِ خیر میں نافرمانی نہ کریں۔ اگر تمھیں ان کی طرف سے سرکشی کا خوف ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھیں اجازت ہے کہ ان کو نصیحت کرو، ان کو (اطاعت پر) مجبور کرو اور (پھر بھی اطاعت نہ کریں تو) ان کی خوابگاہوں سے علیحدہ رہو اور انھیں مارو، ایسی مار جو شدید نہ ہو کہ جس سے نشان پڑ جائے، پھر اگر وہ (کسی مرحلہ میں) باز آ جائیں اور تمھاری اطاعت کرنے لگیں تو وہ شرعی قاعدے کے مطابق نان ونفقہ کی حقدار ہیں۔ بلاشبہ عورتیں تمھارے پاس بایں طور مقید ہیں کہ وہ اپنی ذات کے لیے کسی چیز پر قادر نہیں (محکوم ہیں)۔ بلاشبہ تم نے ان کو بامان اللہ حاصل کیا ہے، یعنی حق تعالیٰ کا ان سے عہد امان ہے۔ ان کو اپنے اوپر اللہ کے کلمات (احکام نکاح) کے ساتھ حلال کیا ہے، لہٰذا عورتوں کے بارے میں اسی اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرو، یعنی ان سے حسن سلوک کرو۔"[1]

عرب کی بدامنی اور نظامِ ملک کی بے ترتیبی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ ہر شخص مطاع و مقتدا ہونے کا مدعی تھا اور دوسرے کی ماتحتی اور فرماں برداری کو اپنے لیے ننگ و عار جانتا تھا۔ عرب ہی نہیں بلکہ عجم بھی اس عادتِ بد میں مبتلا ہو کر عالم انسانیت کا امن و امان تباہ کر رہا تھا۔ امن کے داعی پیغمبر امن ﷺ کا ارشاد ہوتا ہے:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ! اتَّقُوا اللهَ وَاسْمَعُوا، وَأَطِيعُوا، وَإِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ مُّجَدَّعٌ مَّا أَقَامَ فِيكُمْ كِتَابَ اللهِ»

"اے لوگو! اللہ سے ڈرو، (اپنے امیر کی) بات سنو، اور اس کی اطاعت کرو، اگرچہ تم پر کسی حبشی غلام کو جو ناک کٹا ہوا ہو، امیر بنا دیا جائے جبکہ وہ تمھارے معاملات میں اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) کو نافذ کرے۔"[2]

قیامِ امن کے لیے اسلام سے پہلے بہت سے مذاہب و نظریات دنیا میں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابیں اور صحیفے بھی عطا کیے جن میں واقعی امن و امان کا درس تھا، لیکن امتوں نے ان کی بنیاد خود صاحب شریعت کے تحریری اصول پر نہ رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں جو ہدایات ملی تھیں، بندوں کی ہوس پرستیوں نے ان کی حقیقت گم کر دی تھی جس کی وجہ سے معاشروں میں امن و امان کے بجائے بدامنی اور راحت و سکون کے بجائے ظلم و جور کی جڑیں مضبوط ہو چکی تھیں۔ پیغمبر امن ﷺ ابدی امن کا دستور اپنی زندگی ہی میں اپنے ہاتھوں سے اپنی امت کے سپرد کرتے ہیں۔ فرمایا:

«فَاعْقِلُوا أَيُّهَا النَّاسُ قَوْلِي، فَإِنِّي قَدْ بَلَّغْتُ وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَّا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا أَمْرًا بَيِّنًا كِتَابَ

① سيرة ابن هشام: 251/4، والروض الأنف: 384/4. ② مسند أحمد: 381/5.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللهِ وَ سُنَّةَ نَبِيِّهِ»

''اے لوگو! میری بات غور سے سنو۔ میں نے تم لوگوں تک (حق تعالیٰ کا پیغام امن) پہنچا دیا ہے۔ اور تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ روشن دلیل (پیغامِ امن) اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت ہے۔''[1]

ازدواجی زندگی میں ناکامی، بیویوں کا شوہروں پر عدم اعتماد، شوہر کا بیوی سے بدظن ہونا، بیویوں کا خاوندوں کے مالوں سے چوری کرنا، یہ سب اعمال معاشرتی زندگی کے وہ ناسور ہیں جو امن وامان کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور معاشرے میں عجیب قسم کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ پیغمبر امن ﷺ نے اس بدامنی کو دفعتاً ختم کرنے کے اصول بتائے اور فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ! اسْمَعُوا قَوْلِي فَإِنِّي قَدْ بَلَّغْتُ وَاعْقِلُوا تَعْلَمُنَّ أَنَّ كُلَّ مُسْلِمٍ أَخُوا الْمُسْلِمِ وَأَنَّ الْمُسْلِمِينَ إِخْوَةٌ، فَلَا يَحِلُّ لِامْرِىءٍ مِّنْ أَخِيهِ إِلَّا مَا أَعْطَاهُ عَنْ طِيبِ نَفْسٍ مِّنْهُ، فَلَا تَظْلِمُنَّ أَنْفُسَكُمْ، أَلَا لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ أَنْ تُعْطِيَ مِنْ مَّالِ زَوْجِهَا شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِهِ»

''لوگو! میری بات سنو، بلاشبہ میں نے پیغام رسانی کا فرض ادا کر دیا، اسے سمجھو اور یاد رکھو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔ کسی شخص کے لیے اپنے بھائی کا مال کھانا حلال نہیں ہے، الا یہ کہ وہ

① سيرة ابن هشام: 251/4، و الروض الأنف: 384/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوش دلی سے اس کو کچھ دے دے۔[1] خبردار! کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ دے دے۔[2]

قوموں کی تباہی و بربادی ہمیشہ آپس کے جنگ و جدال اور باہمی خونریزیوں کا نتیجہ رہی ہے۔ خانہ جنگی بسا اوقات اتنی تباہی مچاتی ہے کہ شاید دشمن قوتیں اتنا نقصان نہ کریں۔ گھر کا بھیدی اگر گھر والوں سے محاذ آرائی شروع کر دے تو بیگانے آتش اختلاف کو اور بھڑکاتے بلکہ مزید ایندھن دینے کے ساتھ ساتھ خود بھی جلانے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ امن عامہ کو بدامنی میں تبدیل کرنے کا اس سے بڑا اور مؤثر فارمولہ اور کوئی نہیں۔ پیغمبر امن ﷺ نے اس بارے میں بآواز بلند فرمایا:

«وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَسَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ، أَلَا فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي ضُلَّالًا ، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ»

''تم سب کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا اور وہ تم سے تمھارے اعمال کی باز پرس کرے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ خود ہی ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔''[3]

عرب میں بدامنی اور ظلم و ستم کا ایک پہلو یہ تھا کہ اگر خاندان میں کسی ایک شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوتا تو اس خاندان کا ہر شخص اس جرم کا قانونی مجرم سمجھا جاتا۔ اکثر اصلی مجرم کے روپوش یا فرار ہونے کی صورت میں مذکورہ خاندان میں سے جس پر قابو چلتا، اسے پکڑ کر سزا دی جاتی۔ باپ کے جرم میں بیٹے کو سزا دی جاتی اور بیٹے کے جرم کا خمیازہ باپ کو بھگتنا پڑتا۔ یہ سخت ظالمانہ قانون تھا جو مدت سے ان لوگوں میں نافذ تھا اگرچہ

[1] تاريخ الطبري: 403/2. [2] مسند أبي داود الطيالسي، حديث: 1127.
[3] صحيح البخاري، المغازي، باب حجة الوداع، حديث: 4406.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنِ کریم نے ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ ''کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''① کے وسیع قانون کی رو سے اس ظلم کی ہمیشہ کے لیے بیخ کنی کر دی تھی، لیکن اس وقت کہ جب دنیا کے آخری نبی ﷺ ایک نیا نظامِ امن امت کو دے رہے تھے، اس اصول کو فراموش نہ کر سکے، چنانچہ پیغمبر امن ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا لَا يَجْنِي جَانٍ إِلَّا عَلٰى نَفْسِهِ، وَلَا يَجْنِي وَالِدٌ عَلٰى وَلَدِهِ، وَلَا وَلَدٌ عَلٰى وَالِدِهِ»

''خبردار! مجرم اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے، خبردار! باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں، اور بیٹے کے جرم کا جواب دہ باپ نہیں ہے۔''②

حجۃ الوداع کے موقع پر پیغمبر امن ﷺ نے امانت کی ادائیگی، ملکیت کا تحفظ اور قرض کی واپسی جیسے انسانی حقوق کو بھی بیان فرمایا تاکہ معاشرے کے کسی گوشہ میں بدامنی کا کوئی پہلو باقی نہ رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَمَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَانَةٌ فَلْيُؤَدِّهَا إِلٰى مَنِ ائْتَمَنَهُ عَلَيْهَا، اَلدَّيْنُ مَقْضِيٌّ، وَالْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ، وَالْمِنْحَةُ مَرْدُودَةٌ، وَالزَّعِيمُ غَارِمٌ»

''جس کے پاس کسی کی امانت ہو اسے چاہئے کہ وہ اس کی امانت ادا کرے۔③ قرض ادا کیا جائے، عاریتاً لی ہوئی چیز واپس کی جائے، اور دودھ کے لیے ہدیہ لی ہوئی اونٹنی دودھ سے استفادہ کے بعد واپس لوٹائی جائے، اور ضامن ضمانت کا ذمہ دار ہے۔''④

① بني اسرائيل 15:17. ② جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة التوبة، حديث: 3087. ③ سيرة ابن هشام: 251,250/4. ④ جامع الترمذي، الوصايا، باب ماجاء لاوصية لوارث، حديث: 2120.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جان کے تحفظ اور قصاص و دیت کے مسئلہ میں قانونی انصاف و مساوات نہ ہونے کی وجہ سے اکثر جھگڑے طول پکڑتے اور خاندانوں کے خاندان ملیا میٹ ہو جاتے اور پھر اس بارے میں ہر ایک طبقہ کے لیے الگ الگ رعایات تھیں جن کی تقسیم ظالمانہ تھی، پیغمبر امن ﷺ نے اسے امن و امان کی راہ کا سنگ گراں سمجھتے ہوئے یہ سارے طبقات ختم فرمائے اور قصاص و دیت کے معاملے میں ایک واضح اصول دے دیا، چنانچہ فرمایا:

«وَإِنَّ قَتِيلَ خَطَأَ الْعَمْدِ بِالسَّوْطِ وَالْعَصَا وَالْحَجَرِ مِئَةٌ مِّنَ الْإِبِلِ مِنْهَا أَرْبَعُونَ فِي بُطُونِهَا أَوْلَادُهَا فَمَنِ ازْدَادَ بَعِيرًا فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ»

''بلاشبہ قتلِ خطا کی صورت میں، یعنی کوڑے، لاٹھی اور پتھر سے مرنے والے کی دیت (خون بہا) سو اونٹ ہیں۔ ان میں سے چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں گی جن کے پیٹوں میں بچے ہوں، چنانچہ جس نے اس سے ایک اونٹ بھی زیادہ لیا تو یہ (زیادتی رقصاص و دیت میں عدم مساوات) اہل جاہلیت میں سے ہے۔''[1]

چنانچہ اس میں بادشاہ و فقیر، وزیر و امیر، دولت مند و حاجت مند، غنی و گدا، شہر یار و شاہ سوار، تاجدار و چوبدار، فرمان روا و بے نوا، قوم و قبیلہ، خاندان، رنگ و نسل، امیر و غریب، حاکم و محکوم کا کوئی امتیاز نہیں۔ بقول علامہ اقبال ؎

خون شہ رنگین تر از معمار نیست

''بادشاہ کا خون معمار کے خون سے زیادہ رنگین تو نہیں ہوتا۔''

سب سے آخر میں پیغمبر امن ﷺ نے اسلامی معاشرے میں قیام امن کے وہ اصول و ضوابط بیان فرمائے جن کو اسلام کی بنیاد اور امن کی ضمانت قرار دیا جا سکتا ہے۔ جو فرد

[1] مسند أحمد: 3/410.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سوسائٹی کی اصلاح میں دنیوی اور اخروی طور پر نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَيُّهَا النَّاسُ! اعْبُدُوا رَبَّكُمْ، وَصَلُّوا خَمْسَكُمْ، وَصُومُوا شَهْرَكُمْ، وَأَدُّوا زَكَاةَ أَمْوَالِكُمْ وَأَطِيعُوا ذَا أَمْرِكُمْ، تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ»

''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ نمازیں پڑھو، رمضان کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکاۃ ادا کرو اور اولو الامر کی اطاعت کرو، تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''[1]

محترم قارئین! ان دستوری دفعات کے ذریعے سے پیغمبر امن ﷺ نے ایک نئے معاشرے کی بنیادیں استوار کیں، پھر قیام امن کے لیے ان دستوری دفعات کے علاوہ بھی اپنے قول و فعل سے معاشرے کی تربیت کی۔ انھیں تزکیۂ نفس کا سبق دیا، مکارم اخلاق کی ترغیب دی، رذائل اخلاق سے نفرت دلائی، چنانچہ آپ ﷺ کی تعلیماتِ امن میں ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ ہدایات وارشادات ملتے ہیں۔ پیغمبر امن ﷺ کا صرف اخلاقی نظام ہی پڑھ لیا جائے بلکہ اس کی فہرست ہی ملاحظہ کر لی جائے تو آپ ﷺ کی تعلیماتِ امن کی آفاقیت، ہمہ گیریت اور اولیت کا ثبوت مل جاتا ہے۔ اب ہم پیغمبر امن ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کا ایک مختصر خاکہ رنقشہ پیش کرتے ہیں۔

پیغمبر امن ﷺ کی اخلاقی تعلیمات

پیغمبر امن ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے جو درج

[1] مسند أحمد: 251/5، و صحيح ابن حبان، حديث: 4563.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذیل ہیں:

① حقوق و فرائض: ایک انسان پر دوسرے انسان کے متعلق جو فرائض عائد ہوتے ہیں، ادا کرنے والے کی نسبت سے انھیں فرائض اور جس کے متعلق وہ ادا کیے جائیں، اس کی نسبت سے انھیں حقوق کہا جاتا ہے۔ انھی حقوق و فرائض کو ''حقوق العباد'' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

② آداب: رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، بولنے چالنے، کھانے پینے، سونے جاگنے اور نہانے دھونے سے متعلق مفید اصول و ضوابط کو آداب کہا جاتا ہے۔ انھی آداب کی پابندی اور عدم پابندی سے انسان کے مہذب و غیر مہذب ہونے کی نشان دہی ہوتی ہے۔

③ فضائلِ اخلاق و رذائلِ اخلاق: انسان کے ذاتی کردار کی اچھائیوں کو فضائل اخلاق اور برائیوں کو رذائل اخلاق کہا جاتا ہے۔ فضائل کو اپنانا ضروری ہوتا ہے اور رذائل سے بچنا ضروری ہوتا ہے۔

ذیل میں ان حقوق و فرائض، آداب اور فضائل و رذائل کی ایک مختصر سی فہرست پیش کی جا رہی ہے تاکہ انسان وقتاً فوقتاً ان پر نظر ڈالتا رہے اور اس کی لوحِ ذہن و دماغ پر ان کا نقشہ اچھی طرح ثبت ہو جائے۔

حقوق و فرائض ایک نظر میں

حقوق الوالدین (ماں باپ کے حقوق)، حقوق الاولاد (بال بچوں کے حقوق)، حقوق الزوجین (میاں بیوی کے حقوق)، اہل قرابت کے حقوق (عزیز رشتہ دار، دوست و احباب اور سسرال وغیرہ کے حقوق)، اساتذہ کے حقوق، تلامذہ کے حقوق، ہمسایہ کے حقوق، یتیموں کے حقوق، بیوہ کے حقوق، حاجت مندوں کے حقوق، غلاموں اور لونڈیوں کے حقوق، خادموں اور ملازموں کے حقوق، مہمان کے حقوق، عام مسلمانوں کے حقوق،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عام انسانوں کے حقوق (مسلم اور غیر مسلم)، جانوروں کے حقوق۔

آداب ایک نظر میں

طہارت کے آداب، کھانے پینے کے آداب، مجلس کے آداب، ملاقات کے آداب، گفتگو کے آداب، باہر نکلنے اور چلنے پھرنے کے آداب، سفر کے آداب، سونے کے آداب، لباس کے آداب، خوشی کے آداب اور سوگ کے آداب۔

فضائلِ اخلاق ایک نظر میں

اتحاد و اتفاق، احسان و سلوک، اخوت و محبت، استغنا و بے نیازی، اعتدال و میانہ روی، امانت و دیانت، انصاف و عدل، ایثار و کرم، ایفائے عہد، برائی کا بدلہ بھلائی، بردباری و تحمل، بہبود و فلاح، تواضع و خاکساری، حسن معاملہ، حق گوئی و بے باکی، حوصلہ مندی، شرم و حیا، خشیت الٰہی، خوش خلقی و خوش مزاجی، رحم و کرم، رفق و لطف، زہد و قناعت، سادگی، سخاوت و فیاضی، شفقت و رافت، شیریں کلامی، صبر و ثبات، صدق و راستی (زبان کی سچائی، دل کی سچائی، عمل کی سچائی)، عفت و پاکبازی، عفو و درگزر، غریب پروری، مساوات پسندی، نرم خوئی، ہمسایہ سے حسن سلوک، یتیم نوازی، خودداری و عزتِ نفس، شجاعت و بہادری اور استقامت۔

رذائلِ اخلاق ایک نظر میں

استہزاء و تمسخر (مذاق بازی)، اسراف (حلال جگہوں میں حد سے بڑھ کر خرچ کرنا)، افشائے راز، اقتدار کی حرص، بخل، بددیانتی، بدکاری، بدگمانی، بدگوئی، بغض و کینہ، بہتان طرازی و افترا بازی، بے حیائی، بے صبری و تکلف پسندی، تباہی و بربادی، تبذیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(گناہوں کے کاموں میں خرچ کرنا)، تجارت میں فسق و فجور، تعصب جاہلی، تفرقہ بازی، جاسوسی، جدل و بے جا بحث، جھگڑے اور تنازعات، جھوٹ، جھوٹی گواہی، چغل خوری، چوری، حب دنیا، حسد، خوشامد و مداحی، خیانت (آنکھ، دل اور عمل کی خیانت)، دجل و دھوکا، دغابازی، دہشت گردی، دورنگی و دورخاپن، ذخیرہ اندوزی، رشوت، رہبانیت، ریاکاری، زناکاری، زیادتی، سودخوری، شراب خوری، طعنہ زنی، طمع و لالچ، ظالم کو نہ روکنا، ظلم و ستم، عریانیت، عناد، عورتوں سے مشابہت، عیب جوئی، غاصبانہ قبضہ، غدر وغداری، غصہ واشتعال بازی، غلول (مال غنیمت سے تقسیم سے پہلے خفیہ طور پر مال اٹھا لینا)، غیظ وغضب، فحاشی وفحش گوئی، فخر وغرور اور گھمنڈ، کبر وتکبر، گالی گلوچ، قتل و غارت گری، قطع تعلقی، لعنت کرنا، مال کی حرص، ناانصافی، ناپ تول میں کمی وبیشی، نسل پرستی، نفاقِ عملی، نفرت و بیزاری، وعدہ خلافی اور ہوس وحرص۔

اخلاقیات کے موضوع پر کتب

مذکورہ بالا حقوق وفرائض، آداب، فضائل اخلاق اور رذائل اخلاق کی فہرست جن کتابوں سے ترتیب دی گئی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ اگرچہ صرف اسی ایک موضوع (اخلاقیات وآداب) پر ایک ضخیم مکتبہ موجود ہے:

① محاسن اخلاق، اردو از مولوی ذکاء اللہ

② جوامع الآداب، عربی، للقاسی رحمہ اللہ

③ تہذیب الاخلاق، عربی، للندوی رحمہ اللہ

④ کیمیائے سعادت، اردو، فارسی از امام غزالی رحمہ اللہ

⑤ احیاء علوم الدین، عربی از امام غزالی رحمہ اللہ

⑥ مخزنِ اخلاق، اردو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑦ محاسن اسلام از عبدالرحمٰن بن ناصر بن سعدی رحمہ اللہ

⑧ مداواۃ النفوس، لابن حزم رحمہ اللہ، عربی

⑨ اسلام کی اخلاقی تعلیمات از محمد ایوب اصلاحی

⑩ اسلامی اخلاق وآداب از منشی عبدالرحمٰن خان

⑪ اسلام میں بنیادی حقوق از شیخ محمد بن صالح عثیمین

⑫ اسلام کا اخلاقی نظام از مولانا قاری محمد طیب

⑬ ہمسائیگی کے حقوق از اُم محمود اشمونی

⑭ آداب زندگی از مولانا محمد یوسف اصلاحی

⑮ ریاض الصالحین از امام نووی رحمہ اللہ

⑯ ہمارے رسول پاک ﷺ از طالب ہاشمی رحمہ اللہ

⑰ اخلاق پیمبری ﷺ از طالب ہاشمی رحمہ اللہ

⑱ اخلاق رسول ﷺ نمبر (سیارہ ڈائجسٹ)، نواں ایڈیشن جون 2004ء

اس قدر تنوع، تفصیل، ہمہ گیریت اور آفاقیت دنیا کے کسی اور مصلح، ریفارمر اور مقنن کے پاس نہیں ہے۔ یہ امتیاز صرف اور صرف پیغمبر امن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے جن کی امت سے ہونے کا شرف ہمیں حاصل ہے۔ فالحمد للّٰہ علی ذلك.

عقیدۂ توحید اور اس کا زندگی پر اثر

پیغمبر امن ﷺ نے قیام امن کے لیے اعلان کیا کہ یہ دنیا بلا حاکم و مالک کے یا کئی حاکموں کی مشترکہ ملکیت نہیں بلکہ اس کا ایک ہی بادشاہ ہے جو اس کا خالق و صانع اور حاکم و مدبر ہے اور خلق و امر کا اختیار اسی کو ہے:

﴿ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اُسی کا کام پیدا کرنا اور اسی کا کام حکم دینا ہے۔''①

اس دنیا کی ہر چیز اسی کے حکم اور قدرت کے ذریعے سے وجود میں آتی ہے۔ اس طرح یہ کائنات اپنی تخلیق و وجود میں اس کے ماتحت اور تابع فرمان ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝ ﴾

''کیا وہ لوگ اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین چاہتے ہیں؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ چاہتے اور نہ چاہتے ہوئے بھی اللہ کا فرمانبردار ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔''②

رسول اللہ ﷺ نے انسان کو توحید کے صاف، آسان، قابل قبول، حوصلہ بخش اور حیات آفرین و جرأت آموز عقیدہ کے ذریعے سے نئی زندگی بخشی جس کے نتیجے میں وہ ہر خوف و خطر سے آزاد ہو گیا۔ اب اس کو اللہ کے سوا کسی شے سے ڈرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اسے یہ یقین ہو گیا کہ اللہ واحد ہی نقصان پہنچانے والا، نفع دینے والا، بخشنے والا، روکنے والا اور وہی اکیلا ضروریات کو پورا کرنے والا ہے۔ یہ پیغمبرِ امن ﷺ ہی تھے جنھوں نے انسانیت کو عقیدۂ توحید کا نادر تحفہ عطا کیا جو صدیوں سے ایک نایاب اور فراموش شدہ حقیقت بن گیا تھا۔ پیغمبر امن کی بعثت کے بعد ساری دنیا سے اس کی صدائے بازگشت سنائی دی اور تقریباً تمام ہی عالمی فلسفے اور دینی تحریکیں کم و بیش اس سے متاثر ہوئیں۔

بعض عظیم مذاہب جن کی شرک اور بت پرستی پر نشوونما ہوئی تھی اور وہ ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی تھی وہ بھی بالآخر (دبی زبان اور سرگوشی کے لہجے میں ہی سہی) اس کے معترف نظر آنے لگے کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

① الأعراف 54:7. ② آل عمران 83:3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی اخوت کا بلیغ اور تاریخی اعلان

پیغمبرِ امن ﷺ کی دوسری بڑی عطا اور دنیا پر ان کا باقی رہنے والا احسان، وحدت انسانی کا تصور ہے۔ اس سے پہلے انسان قبائل و اقوام کے اونچے نیچے طبقات اور تنگ نسلی دائروں میں بٹا ہوا تھا اور ان طبقات کا باہمی فرق ایسا اور اتنا تھا کہ جتنا انسان وحیوان، آزاد و غلام اور عابد و معبود کا ہوسکتا ہے۔ آپ ﷺ سے پہلے وحدت و مساواتِ انسانی کا تصور خواب و خیال بن چکا تھا۔ پیغمبرِ امن ﷺ نے صدیوں کی طویل خاموشی اور چھائے ہوئے اندھیرے میں یہ انقلابی، عقلوں کو جھنجھوڑ دینے والا اور حالات کا رخ موڑ دینے والا اعلان فرمایا:

> ''اے لوگو! تمھارا رب ایک اور تمھارا مورث اعلیٰ بھی ایک ہے۔ خبردار! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی سرخ فام کو سیاہ فام پر اور کسی سیاہ فام کو سرخ فام پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ ہی کے سبب سے۔''[1]

یہ فرمان دو اعلانوں مشتمل پر ہے جو امن و سلامتی کے قیام کے لیے دو ستونوں کی حیثیت رکھتے ہیں جن پر ہر جگہ اور ہر زمانہ میں امن و امان کی عمارت قائم ہوئی: ایک وحدتِ ربوبیت اور دوسری وحدتِ بشریت۔ اس طرح ایک انسان دوسرے انسان کا دو طرح سے بھائی ہوتا ہے، ایک رشتہ جو بنیادی ہے وہ یہ کہ دونوں کا رب ایک ہے، دوسرا جو ثانوی ہے وہ یہ کہ دونوں کے باپ (مورث اعلیٰ) ایک ہی ہیں۔[2]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: www.KitaboSunnat.com

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا

---

[1] مسند أحمد: 411/5.

[2] تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات از ابوالحسن علی ندوی، ص: 38.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝﴾

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کر کے ان دونوں سے مرد اور عورتیں کثرت سے پھیلا دیے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم آپس میں سوال کرتے ہو، اور رشتے توڑنے سے ڈرو، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔''[1]

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝﴾

''اے لوگو! بلاشبہ ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے تمھارے خاندان اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بلاشبہ اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ عزت والا (وہ ہے جو) تم میں سے زیادہ متقی ہے، بلاشبہ اللہ بہت علم والا، خوب باخبر ہے۔''[2]

علم وفہم اور فکر وفلسفہ کی اس طویل مسافت نے جسے عالم انسانیت نے دعوت اسلامی، اسلامی معاشرہ اور داعیوں و مصلحوں کی کوششوں کے نتیجہ میں طے کیا ہے۔ اس انقلاب انگیز و زلزلہ افگن اعلان حق کو آج روزمرہ کی ایک حقیقت بنا دیا ہے جسے آج دنیا کی ہر سیاسی و معاشرتی تنظیم اپنائے ہوئے ہے۔ اس کا ایک نتیجہ ''حقوق انسانی کا منشور'' (Charter of human rights) بھی ہے جس کا علم اقوام متحدہ اٹھائے ہوئے ہے۔ اس طرح کے وہ سب اعلانات جنھیں تمام جمہوری ممالک اور حقوق انسانی اور مساوات انسانی

---

① النسآء 1:4. ② الحجرات 13:49.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی علم بردار تنظیمیں دہراتی رہتی ہیں اور کسی کو ان پر تعجب نہیں ہوتا۔[1]

انسان کی شرافت وعظمت کا اعلان

پیغمبر امن ﷺ نے قیام امن کے لیے تیسرا کام یہ کیا کہ انسان کی شرافت وعظمت اور اس کے علوئے منزلت کا اعلان کیا تا کہ فتنہ وفساد میں اس کا خون ارزاں قیمت پر نہ بہے۔ آپ ﷺ سے پہلے انسان ذلت ونکبت کی پستی میں گر چکا تھا اور روئے زمین پر اس سے زیادہ ذلیل وحقیر کوئی چیز نہیں رہ گئی تھی۔ پیغمبر امن ﷺ نے انسانیت کو اس کی شرافت وعظمت واپس کی اور اس کا کھویا ہوا وقار واعتبار بحال کیا اور یہ اعلان کیا کہ انسان اس کائنات کا سب سے قیمتی وجود اور گرانقدر جوہر ہے۔ دنیا میں اس سے زیادہ باعظمت اور محبت وحفاظت کی مستحق اور کوئی شے نہیں۔ آپ ﷺ نے انسان کا درجہ اتنا بلند بیان کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نائب وخلیفہ قرار پایا جس کے لیے اس نے دنیا پیدا کی اور اسے اپنے لیے پیدا کیا۔

اس ارشاد نبوی سے زیادہ انسان کی عزت وعظمت کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے:

«اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللهِ، فَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلٰى عِيَالِهِ»

”اللہ کی مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کو مخلوق میں سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔“[2]

پیغمبر امن ﷺ کی بعثت سے پہلے ایک ایک فرد کی مرضی پر ہزاروں انسانوں کی

---

[1] انسانی وحدت اور مساوات کے تصور پر تفصیلی معلومات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات از سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ، ص: 31-49.

[2] المعجم الأوسط للطبراني، حديث: 5541، ومجمع الزوائد: 191/8، (سنده ضعيف جدا).

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگیاں موقوف رہتی تھیں۔ کوئی بادشاہ اٹھتا اور ملکوں، قوموں، کھیتوں اور آبادیوں کو پامال کرتا چلا جاتا اور راج ہٹ یا سیاسی تفوق کی خاطر خشک وتر کو تہس نہس کر کے رکھ دیتا۔ سکندر اعظم (Alexander the Great) آندھی اور طوفان کی طرح اٹھتا ہے اور صدیوں کی قدیم اور ترقی یافتہ تہذیبوں اور تمدنوں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ جولیس سیزر (Julius Caesar) اور دوسرے فاتحین اور فوجی قائدین انسانی آبادیوں میں اس طرح شکار کھیلتے ہیں اور ہزاروں، لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارتے چلے جاتے ہیں جیسے مشاق و بے درد شکاری بلا امتیاز جنگلی جانوروں کا شکار کرتے ہیں۔ [1]

عربوں کی نظر میں انسانی زندگی کی قدر و قیمت اتنی کم تھی کہ جنگ اور خونریزی ان کے لیے ایک کھیل بن گئی تھی۔ معمولی سا واقعہ بھی جنگ کا محرک بن جاتا تھا۔ انسانی خون پانی کی طرح بہایا جاتا اور ہزاروں آدمی موت کے گھاٹ اتار دیے جاتے۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد کے غزوات کی کل تعداد ستائیس یا اٹھائیس ہے اور سرایا کی کل تعداد ساٹھ تک پہنچتی ہے۔ ان میں سب سے کم خون بہایا گیا، یعنی طرفین کے صرف 1018 آدمی مارے گئے۔ ان غزوات پر جن اخلاقی تعلیمات اور مشفقانہ و ہمدردانہ ہدایت کا سایہ اور پرتو تھا، اس نے ان کو انتقامی کارروائی اور غصے کی آگ بجھانے کی بجائے تادیبی کارروائی اور ہدایت وفلاح کا سامان کرنے کا ذریعہ بنا دیا تھا۔ [2]

① انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم، طبع 1964ء ② نبیِ رحمت ﷺ، ص: 496,495.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین ودنیا کا اجتماع

قیامِ امن کے لیے پیغمبر امن ﷺ نے ایک کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ انسانی زندگی میں دین و دنیا کا اجتماع پیدا کیا جبکہ قدیم مذاہب اور خاص طور پر مسیحیت نے انسانی زندگی کو دو حصوں میں بانٹ رکھا تھا۔ اس میں ایک حصہ دین کے لیے اور دوسرا دنیا کے لیے مخصوص تھا۔ اسی طرح اس کرۂ ارضی کو بھی دو کیمپوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک کیمپ دینی لوگوں کا تھا اور دوسرا دنیا داروں کا۔ یہ دونوں کیمپ صرف الگ ہی نہ تھے بلکہ ان کے درمیان ایک بڑی خلیج حائل تھی۔ دونوں کے درمیان ایک آہنی دیوار کھڑی تھی، دونوں میں پنجہ آزمائی اور رسہ کشی جاری تھی کیونکہ ان کے کہنے کے مطابق انسان دو کشتیوں میں بیک وقت سوار نہیں ہو سکتا اور معاشی جدوجہد اور خوشحالی دارِ آخرت اور خالق کائنات سے غفلت برتے بغیر حاصل نہیں کی جا سکتی۔ اس طرح حکومت و سلطنت کو دینی و اخلاقی تعلیمات اور اللہ کے خوف سے الگ رکھ کر ہی باقی رکھا جا سکتا ہے اور دوسری طرف مذہبی زندگی رہبانیت اور دنیا و مافیہا سے قطع تعلق کے بغیر نہیں گزاری جا سکتی، پھر اس صورت حال کو مسیحی انتہا پسندوں نے اور ابتر کر دیا جو فطری بشریت کو روحانی تزکیہ اور قربِ الٰہی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے۔ جنھوں نے اسے گمراہ کرنے اور سخت ترین احکام اور ظالمانہ تعلیمات کے ذریعے سے اسے سزا دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ انھوں نے دین کو ایسی وحشت ناک اور نفرت انگیز شکل میں پیش کیا کہ جس سے اس کے ماننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس کے نتیجہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آخر کار دین کا حلقۂ اثر بری طرح سمٹنے لگا۔ نفسانیت و ہویٰ پرستی (اپنے وسیع معنوں میں) اپنے عروج پر پہنچ گئی اور دنیا دو متضاد پہلوؤں کے درمیان ڈولنے لگی، پھر (دینی احساس کی کمزوری کے سبب) لادینیت اور عمومی اخلاقی انتشار کے عمیق گڑھے میں گرتی چلی گئی۔

پیغمبر امن ﷺ نے دین و دنیا کے مابین اس وسیع خلیج کو پاٹ دیا اور ان دونوں متحارب کیمپوں کو (جو ایک زمانہ سے ایک دوسرے سے برسرپیکار اور کھلی دشمنی اور مسلسل نفرت کا شکار تھے) صلح وصفائی اور محبت کے ساتھ آپس میں ملا دیا اور امن واتحاد کے ساتھ جینا سکھا دیا۔ اپنے اس کارنامے کی روشنی میں پیغمبر امن ﷺ ''رسول وحدت'' اور بیک وقت ''بشیر ونذیر'' نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے نوع انسانی کو دو جنگ آزما محاذوں سے اٹھا کر ایمان و احتساب، انسان نوازی اور اللہ کی رضا جوئی کے محاذ پر لگا دیا اور ہمیں یہ جامع، معجزنما اور وسیع المعنی دعا سکھا دی:

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝﴾

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔''[1]

اس طرح پیغمبر امن ﷺ نے دین و دنیا کی علیحدگی کے نظریے کو حرف غلط بنا کر پوری زندگی کو عبادت اور ساری روئے زمین کو سجدہ گاہ بنا دیا اور انسان کو متحارب ومتصادم چھاؤنیوں سے نکال کر ایک متحد محاذ پر لا کھڑا کیا جہاں کے بادشاہ آپ کو فقیروں کی گدڑی میں، عابد و زاہد ملوک و امرا کی پوشاک میں نظر آئیں گے، جو حلم و برداشت کے پہاڑ، علم وحکمت کے سرچشمے، رات کے عبادت گزار اور دن کے شہسوار ہوں گے اور ان کی شخصیت

[1] البقرة 201:2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کوئی تضاد اور بے اعتدالی نظر نہ آئے گی۔"[1]

حدود اور تعزیری قوانین کا نفاذ

قیامِ امن کے لیے پیغمبر امن ﷺ نے ایک کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ حدود و تعزیرات کا نفاذ فرمایا جو انسان کی اجتماعی زندگی کو پورے امن و عافیت کے ساتھ بسر کرنے کا ذریعہ ہے۔ ان کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ سوسائٹی میں برائیاں رواج نہ پائیں، بدچلنی روکی جائے اور معاشرے میں بدنظمی و بے راہ روی پیدا نہ ہونے پائے۔ یہی وجہ ہے کہ ان برائیوں اور جرائم کی سزا سخت رکھی گئی جن کا برا اثر نہ صرف اصل مجرم ہی تک محدود رہتا ہو بلکہ اس سے پورے سماج اور معاشرے کی فضا متاثر ہوتی ہو اور دوسرے بے شمار انسانوں میں دیکھا دیکھی معصیت کے رجحانات اور جذبات پیدا ہوتے ہوں، حتی کہ رفتہ رفتہ اس کثرت سے یہ جرائم ہونے لگیں کہ ان کی اصلاح اور روک تھام دشوار ہو جائے۔ اس وقت تک کوئی نظام امن و امان کا نظام نہیں کہلا سکتا جب تک اس طرح کے جرائم کے سدباب کے لیے معمولی سزاؤں اور محض ترغیب و ترہیب پر اکتفا کیا جائے گا، بلکہ اس کے لیے عین مصلحت اندیشی اور حکمت عملی یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرے جو نظامِ امن کے لیے کسی بھی طرح مہلک ثابت ہوتا ہو تو اسے ایسی سخت اور عبرتناک سزا دی جائے جس سے نہ صرف وہ خود اس کے اعادہ سے باز آ جائے بلکہ وہ تمام لوگ بھی جو اس جرم کی طرف کوئی طبعی میلان رکھتے ہوں لرز جائیں اور ارتکابِ جرم کی ہمت و جرأت نہ کر سکیں۔ اسلامی حدود و تعزیرات میں اسی اصل الاصول کو پیش نظر رکھ کر بعض جرائم کے لیے سخت سزائیں رکھی گئی ہیں، چنانچہ ان میں سے چند مثال کے طور پر درج ذیل ہیں تاکہ اس بات کی پوری طرح وضاحت ہو جائے کہ ان

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات: 87-93.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطرناک جرائم کی سزائیں کسی ظالمانہ اصول پر مبنی نہیں بلکہ عادلانہ حکمت اور مصالح امن کے عین مطابق ہیں۔

زنا

جب انسان اپنی حیوانیت سے مغلوب ہو کر اس ممنوع فعل کی طرف اقدام کرتا ہے تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ صنف نازک کا ایک ہی فرد بہت سے انسانوں کی خواہش نفس کا مرکز بن جاتا ہے اور ہر شخص اس سے اپنی آتش نفس بجھانے کا متمنی ہوتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ انساب میں اشتباہ، ہتک عزت، حقوق کی پامالی اور کبھی کبھی خون ریزی اور باہمی جنگ و پیکار بھی ہوتا ہے، اس لیے اجماعی نقطہ نظر سے غور کیا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ یہ جرم ان جرائم میں سے ایک ہے جن کی مضرتیں انسانی تمدن اور نظامِ امن پر حملہ آور ہو کر تہذیب و معاشرت کی متاع تاراج کر ڈالتی ہیں، چنانچہ اس کے لیے سزا بھی سخت رکھی گئی کہ اس کا مرتکب اگر شادی شدہ ہے تو اسے سنگسار کیا جائے اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو اسے 100 کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے۔

قذف

کسی شریف مرد یا عورت پر زنا کی تہمت اور جھوٹا الزام لگانا، صرف اسی کے لیے رسوائی اور اذیت کا باعث نہیں ہوتا بلکہ اس سے خاندانی عداوت کا شاخسانہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور انتقامی جذبے کی آگ بھڑک کر جنگ و جدل کی نوبت آ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زوجین کے ازدواجی تعلقات بھی ایک بے بنیاد شبہ کی بنا پر ناخوش گوار ہو جاتے ہیں اور امن و امان کی صورتِ حال تہ و بالا ہو جاتی ہے، لہٰذا اس کے مرتکب کو 80 کوڑے لگانے کا حکم صادر ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوری

انسان جب کسب معیشت کا کوئی صحیح ذریعہ نہ پا کر اور کفاف زندگی کا کوئی سہارا باقی نہ دیکھ کر چوری کو ذریعہ معاش بناتا ہے تو نہ صرف اپنے لیے بلکہ بہت سے دوسرے انسانوں کے لیے بھی ہلاکت و تباہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے، چنانچہ اس کے لیے سزا بھی سخت ترین تجویز کی گئی کہ ایسے جرم کے مرتکب کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

رہزنی و قزاقی

تمدنی زندگی پر حملہ کرنے والے جرائم میں قزاقی ایک بڑا جرم اور بدترین معصیت ہے۔ ڈاکوؤں کی اچانک اور ظالمانہ حرکتوں سے امن عامہ بالکل تباہ ہو جاتا ہے اور کوئی شخص بھی جان و مال اور عصمت کو محفوظ نہیں پاتا اور ان سے حفاظت کی فوری تدبیر سے بالکل قاصر و مجبور محض ہوتا ہے، لہٰذا اس جرم کے مرتکبین کے لیے جلاوطنی، قتل، پھانسی یا دونوں ہاتھ کاٹنے، یا دونوں پاؤں (یا ایک ہاتھ اور مخالف سمت کا پاؤں) کاٹنے کی سزا رکھی گئی۔

شراب نوشی

عقل، انسان کا ایک مابہ الامتیاز جوہر ہے جو اخروی فوز و فلاح اور دنیوی کامیابیوں کا ذریعہ ہے۔ اسی کی بدولت وہ خیر و شر اور صحیح و غلط میں فرق و تمیز کرتا ہے جبکہ شراب نوشی انسانیت کے اس امتیازی جوہر کو معطل و بے کار اور تعقل و تفکّر سے محروم کر دیتی ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شرابی سے عالمِ بدمستی میں ایسی ایسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو انسانیت کے لیے ننگ و عار اور امن اجتماعی کے لیے مفسدہ عظیم بن جاتی ہیں، چنانچہ ایسے جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے 40 کوڑوں کی سزا متعین کی گئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جرائم کی مذکورہ بالا مثالیں ان بدترین جرائم میں سے چند ایک ہیں جن کے مہلک جراثیم نظامِ امن و امان کو تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ''دینِ امن'' اور پیغمبر امن ﷺ نے ان جرائم کی سزا مقرر کرتے وقت صرف زجر و توبیخ پر اکتفا نہ کیا بلکہ ہر جرم کی تباہ کاریوں کی نوعیت ملحوظ رکھ کر سزائیں متعین کیں، چنانچہ جو جرم نظامِ امن کی بربادی کے لیے جتنا زیادہ تباہ کن تھا، اس کی سزا بھی ویسی ہی سخت و عبرتناک مقرر کی گئی، پھر پیغمبر امن ﷺ کا حکیمانہ اسلوب و انداز یہ ہے کہ برائی اور جرم کے خاتمہ کے لیے اس کے اسباب و عوامل کو بھی ختم کر دینے کا حکم دیا ہے۔ زنا اور بدکاری ہی سے منع نہیں فرمایا بلکہ غیر محرم کو دیکھنے، تنہائی میں اس کے ساتھ بیٹھنے، سفر کرنے، نرم لہجے میں بات کرنے، بناؤ سنگار اور زیب و زینت اختیار کر کے باہر نکلنے اور مٹک مٹک کر چلنے سے بھی منع فرمایا۔ شراب سے منع فرمایا تو اوائل میں ان برتنوں کے استعمال سے بھی روک دیا گیا جن میں یہ تیار کی جاتی تھی۔ قتل ناحق ہی سے نہیں روکا بلکہ قتل پر اعانت، اشارۂ قتل، سرِ عام ننگی تلواروں اور اسلحہ کی نمائش کی بھی سختی سے ممانعت فرمائی۔ اختلاف و انتشار، قطع تعلقی اور لڑائی جھگڑے ہی سے منع نہیں فرمایا بلکہ گالی گلوچ، طعن و ملامت، تنابز بالالقاب، بغض و حسد، عناد اور غیظ و غضب سے بھی روک دیا جو عموماً لڑائی جھگڑے، اختلاف اور قطع تعلقی کا سبب بنتے ہیں تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

ظالموں کی ستم ظریفی

ان تعلیمات اور احسانات کے باوجود آج پیغمبر امن ﷺ کی بابت کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ ''امن کے دشمن، جنگ و جدل کے جویا اور انسانیت کے دشمن'' ہیں تو پھر اور کون سا ایسا ہوگا جس کی تعلیمات امن کا درس دیتی ہوں؟ انسانیت کی دوست ہوں؟ تلاش کریں، اگر مل جائے تو بتا دیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝﴾

''پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا اور نہ کبھی کرو گے تو اس آگ سے بچ جاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''①

کیا پیغمبر امن ﷺ انسانیت کے دشمن ہیں؟

آج پیغمبر امن ﷺ کی بابت کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کی تلوار اور آپ ﷺ کے قرآن سے دنیا کو خطرہ ہے کیونکہ آپ (ﷺ) کی تعلیمات اور قرآن (نعوذ باللہ) دہشت گردی، انسانیت دشمنی اور انتشار و اختلاف کا درس دیتے ہیں۔ یہ بات پہلے بھی 1870ء میں شائع شدہ ایک کتاب ''دی لائف آف محمد'' میں یوپی، بھارت کے گورنر ولیم میور نے لکھی۔ وہ اپنے خبثِ باطن کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے:

''دو چیزیں انسانیت کی سب سے بڑی دشمن ہیں: محمد (ﷺ) کا قرآن اور محمد (ﷺ) کی تلوار۔''②

حالانکہ اگر قرآن کریم اور پیغمبر امن ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو ان دونوں میں سراسر انسانیت کی فلاح و بہبود اور عالم انسانیت کے لیے امن و راحت کا پیغام ملتا ہے۔ شرف آدمیت کے وہ اصول ملتے ہیں جو دنیا کے کسی دستور میں نہیں ملتے۔ پیغمبر امن ﷺ نے انسانیت کی عظمت و احترام پر حقوق انسانی (Human Rights) کے متعلق وہ دائمی تصور دیا ہے جسے بلا خوف تردید انسانیت نوازی پر مبنی دائمی دستاویز کہا جا سکتا ہے۔ پھر آپ ﷺ کا ''معاہدۂ حلف الفضول'' تو سراسر مظلوموں کی امداد کا پہلا تاریخی

① البقرۃ 2:24.   ② موجِ کوثر، ص: 163.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منشور ہے۔ اسی طرح تاریخ انسانی کا اولین معاہدۂ امن ''مواخات'' ہے۔ ریاستی حقوق کی پہلی تحریری اور تاریخی دستاویز ''میثاقِ مدینہ'' ہے۔ بنیادی انسانی حقوق کا پہلا منشور ''خطبۂ فتح مکہ'' ہے۔ اسی طرح انسانی حقوق کا عالمی اور دائمی منشور ''خطبۂ حجۃ الوداع'' ہے۔ یہ سب دساتیر و معاہدات حقوقِ انسانی ہی کے لیے تو ہیں۔ اس پر مستزادیہ کہ یہ دساتیر، معاہدات اور تعلیمات فقط کاغذی، تخیلاتی اور دفعاتِ محض نہیں بلکہ عملی طور پر نافذ العمل بھی ہیں۔ اس کے باوجود بھی اگر یہ کہا جائے کہ پیغمبر امن ﷺ کی تلوار سے عالم انسانیت کو خطرہ ہے تو اس سے بڑھ کر تعصب اور ہٹ دھرمی کی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔ کچھ متعصب لوگ ایسے بھی ہیں کہ جب ان کو کچھ سمجھ نہیں آتا تو یہی کہنے لگے کہ ''اسلام بزورِ شمشیر پھیلایا گیا ہے'' حالانکہ یہ ایسا جھوٹ ہے کہ شاید آسمان کے سائے میں ایسا بڑا جھوٹ کبھی نہ بولا گیا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سفید جھوٹ کی تردید کرنا بھی سچ کی توہین و تحقیر ہے۔ اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر امن ﷺ کا نظریۂ جہاد اور آپ ﷺ کی جنگی پالیسی بیان کر دی جائے تاکہ واضح ہو کہ وہ سراسر امن عالم کی ضمانت ہے۔

پیغمبر امن ﷺ کی جنگی پالیسی

محسن انسانیت ﷺ کی جنگی پالیسی کا اساسی کلیہ یہ تھا کہ مخالف عنصر کا خون بہانے کے بجائے اسے بے بس کر دیا جائے تاآنکہ یا تو وہ تعاون کرے یا مزاحمت چھوڑ دے، چنانچہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے ابواب کو جن محققین و مفکرین نے ہمارے سامنے آشکار کیا ہے، ان میں ارض ہندو پاک کے ایک مایہ ناز فرزند ڈاکٹر حمید اللہ ہیں۔ موصوف نے سرورِ عالم ﷺ کی جنگی پالیسی کو یوں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اصل میں آنحضرت ﷺ نے دشمن کو نیست و نابود کرنے کے بجائے مجبور کرنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پسند فرمایا۔‘‘[1]

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

’’آنحضرت ﷺ کی سیاست قریش کو تباہ و نابود کرنے پر نہیں بلکہ بالکل محفوظ رکھ کر بے بس اور مغلوب کر دینے پر مشتمل تھی۔‘‘[2]

اپنے اس نظریے کو فاضل محقق نے حضور ﷺ کی اختیار کردہ تدابیر کی تفصیل دے کر اور سلسلۂ واقعات پر تبصرہ کر کے بڑی خوبی سے ثابت کیا ہے۔[3]

دراصل پیغمبر امن ﷺ کو اگرچہ چارو ناچار میدانِ کارزار میں اترنا پڑا کیونکہ شہادت گہ الفت کے باہر باہر سے کوئی راہ نصب العین کی طرف نہ جاتی تھی۔ لیکن آپ ﷺ زمین کے ٹکڑوں کے بجائے روحوں کو فتح کرنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ تلوار کے زور سے بدنوں کو مطیع بنانے کے بجائے دلیل سے دماغوں کو اور اخلاق سے دلوں کو مسخر کرنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ کا اصل معرکہ رائے عامہ کے میدان میں تھا اور اس میدان میں حریفوں نے زک اٹھائی اور تیزی سے بازی ہارتے چلے گئے۔ جنگی کارروائی اس تصادم کا بہت چھوٹا جز ہے جو پیغمبر امن ﷺ کو امن دشمنوں سے پیش آیا۔

دیکھیے! غزوۂ خیبر کی مہم کے دوران میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغمبر امن ﷺ نے کیا تاکید کی تھی؟ فرمایا:

’’اے علی رضی اللہ عنہ! اگر تمھارے ذریعے سے ایک شخص کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی تو یہ تمھارے لیے سرخ اُونٹوں سے بھی بہتر ہوگا۔‘‘[4]

یعنی اصل مقصود دشمن کا جانی نقصان اور خونریزی نہیں بلکہ فوقیت اسی بات کو ہے کہ

---

[1] عہد نبوی کے میدان ہائے جنگ، ص: 44.   [2] عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص: 240.

[3] تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: محسن انسانیت ﷺ، ص: 387.

[4] صحیح البخاري، المغازي، باب غزوة خیبر، حدیث: 4210.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ سے زیادہ افراد کے دل و دماغ میں تبدیلی واقع ہو اور وہ نظامِ امن کو قبول کرلیں۔ یہ نمایاں جنگی انداز ہم نے محض بطور نمونہ پیش کیا ہے، ورنہ ایسے شواہد کی کمی نہیں جن سے پیغمبر امن ﷺ کا بنیادی نقطۂ نظر سامنے آ جاتا ہے۔ جنگ جوئی اور خونریزی کرنے والے لوگ مغلوب الغضب اور جلد باز ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس ہم آپ ﷺ کو ٹھنڈے عزم اور لمبے حوصلے سے آراستہ پاتے ہیں۔ آپ ﷺ کی جنگی پالیسی میں قوت کے استعمال کے بجائے حکمت و زیرکی کام کرتی دکھائی دیتی ہے۔ حکمت و زیرکی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ حضور ﷺ مدینہ میں جاتے ہی مختلف عناصر کو جوڑ جاڑ کر اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھ دیتے ہیں۔ کسی انقلابی نظریے پر بغیر ایک قطرۂ خون بہائے نظامِ ریاست کو یوں استوار کر دینے کی مثال ساری تاریخ میں نہ مل سکے گی۔ صحیح معنوں میں غیر خونی (Blood Less) انقلاب ہمیں یہی ایک ملتا ہے جس کی بنیادوں میں انسانی خون کا ایک قطرہ نہ گرا اور جس کی نیو کے پتھروں میں کسی ایک فرزند آدم کا لاشہ شامل نہیں۔ یہ محیر العقول واقعہ خود پیغمبر امن ﷺ کی مخصوص شان کا ترجمان ہے۔

جنگوں میں جانی نقصانات کے اعداد و شمار

پیغمبر امن ﷺ کی آٹھ سالہ جنگی کارروائیوں کی یہ خاص نوعیت جانی نقصان کے اعداد و شمار سامنے رکھنے سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ ماننا پڑتا ہے کہ آپ ﷺ نے کم سے کم خونریزی کا اصول سامنے رکھا اور برائے نام حد تک قلیل جانی نقصان کے ساتھ دس لاکھ مربع میل رقبہ کی سلطنت قائم کر دکھائی۔ آپ ﷺ کی جنگی کارروائیوں میں طرفین سے کام آنے والے افراد کی تعداد درج ذیل ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

	نام غزوہ یا سریہ	مسلمانوں کا نقصان	دشمن کا نقصان
		شہید	مقتول
①	غزوۂ بدر	22	70
②	غزوۂ احد	70	30
③	غزوۂ احزاب	6	10
④	غزوۂ خیبر	18	93
⑤	سریہ موتہ	12	نامعلوم
⑥	غزوۂ فتح مکہ	2	12
⑦	غزوۂ حنین وطائف	6	71
	کل تعداد	136	286

سات غزوات و سرایا میں دونوں طرف سے کام آنے والے افراد کی کل تعداد 422 ہے۔ عام طور پر مؤرخین اور سیرت نگاروں نے رسول اللہ ﷺ کے غزوات وسرایا کی تعداد 82 لکھی ہے جو کہ درست نہیں۔ غزوات کی تعداد صرف سات ہے، البتہ حیاتِ طیبہ کی تمام چھوٹی بڑی کارروائیوں اور نقل وحرکت کی تعداد 82 ہے جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

	کارروائیوں کے نام	کارروائیوں کی تعداد	شہداء کی تعداد	دشمن مقتولین
①	تبلیغ اسلام اور تکمیل معاہدات	5		
②	بت شکنی کی مہمات	3		

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③	دشمن کی طرف سے ڈاکا زنی کے بعد مسلمانوں کا تعاقب	10	19	12
④	ذاتی نوعیت کے واقعاتِ قتل	5		5
⑤	غلط فہمی کی بنا پر پیش آنے والے تصادم	6		127
⑥	سرحدوں کی حفاظت کے لیے کی گئی کارروائیاں	38	73	11
⑦	دشمن کی طرف سے دھوکا دہی اور بغاوت کے واقعات	8	82	410
⑧	جنگیں (غزوات وسرایا)	7	136	282
	کل تعداد	82	310	847

82 کارروائیوں میں دونوں طرف سے کام آنے والے افراد کی کل تعداد 1157 ہے،[1] یعنی پیغمبر امن ﷺ کی دس سالہ مدنی زندگی کے آٹھ سالوں میں پیش آنے والی 82 کارروائیوں میں طرفین سے کام آنے والے تمام افراد کی کل تعداد 1157 ہے۔

82 کارروائیوں میں کام آنے والے افراد کی یہ محیر العقول تعداد اس زمانے کی ہے جس زمانے میں انتقام در انتقام کی شکل میں ہونے والی طویل جنگوں میں لاکھوں انسانوں کی ہلاکت ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔

① دونوں جدول ترتیب دینے میں زیادہ انحصار قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ اور مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ کی تحقیق پر کیا گیا ہے۔مزید تفصیل کے لیے الرحیق المختوم اور رحمۃ للعالمین 2/183-200 کا مطالعہ فرمائیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امن پسند ”مہذبوں“ کی امن پسندی

آیئے ایک نظر آج کے نام نہاد مہذب، داعیانِ تہذیب اور امن پسند یورپ کی رزم آرائیوں پر ڈالیں اور دیکھیں کہ کس کی تلوار عالم انسانیت کی دشمن ہے، اور کون انسانیت کا دشمن ہے:

30 سالہ جنگ (1618ء۔ 1648ء) میں جرمنی، فرانس، آسٹریا اور سویڈن وغیرہ نے حصہ لیا۔ اس میں صرف جرمنی کے ایک کروڑ بیس لاکھ آدمی مارے گئے۔ ①

1857ء کی جنگ آزادیِ ہند میں انگریزوں نے 27 ہزار مسلمانوں کو پھانسی دی اور اس کے علاوہ سات دن تک برابر قتل عام ہوتا رہا جس کا کوئی حساب و شمار نہیں۔ ②

امریکی خانہ جنگی 1861ء سے 1865ء تک جاری رہی۔ اس میں 8 لاکھ افراد مارے گئے اور 74 کروڑ پاؤنڈ خرچ ہوئے۔ ③

1907ء کی ہیگ کانفرس میں غیر مقاتلین کو تحفظ دینے کا معاہدہ ہوا لیکن اس معاہدے کے بعد جب ریاست ہائے بلقان اور ترکی کے درمیان دوسری جنگ ہوئی تو اس میں 240000 غیر مقاتل مسلمان تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ ④

جنگ عظیم اول (1914ء۔ 1918ء) میں مجموعی طور پر 75 لاکھ افراد ہلاک ہوئے اور ایک کھرب 86 ارب ڈالر کے وسائل حیات نذر آتش کیے گئے۔ ⑤

1918ء میں سوویت یونین نے قازاقستان پر قبضہ کیا تو وہاں کی تمام مساجد اور دینی مدارس منہدم کر دیے۔ علماء اور اساتذہ کو فائرنگ اسکواڈ سے ہلاک کر دیا گیا۔ ان ظالمانہ

① رسول رحمت ﷺ، ص: 783. ② تاریخ ندوۃ العلماء: 4/1.
③ رسول رحمت ﷺ، ص: 784. ④ الجهاد في الإسلام، ص: 571.
⑤ جہانگیر انسائیکلوپیڈیا آف جنرل نالج، ص: 381، بحوالہ کتاب الجہاد، ص: 64.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارروائیوں میں دس لاکھ قازاق مسلمان شہید ہو گئے۔ ①

جنگ عظیم دوم (1939ء۔ 1945ء) میں مجموعی طور پر ساڑھے چار کروڑ انسان ہلاک ہوئے۔ صرف ایک شہر سٹالن گراڈ میں دس لاکھ افراد لقمۂ اجل بنے۔ جرمنی میں بے شمار انسان گیس چیمبروں کے ذریعے سے ہلاک کیے گئے۔ بیک وقت چار براعظموں یورپ، امریکہ، ایشیا اور افریقہ پر مسلسل 6 برس تک اس منحوس جنگ کے مہیب سائے چھائے رہے۔ چار براعظموں کے انسٹھ ممالک (پچاس اتحادی اور 9 محوری) آپس میں دست و گریبان ہوئے جن میں سے صرف ایک ملک امریکہ کا اس جنگ میں تین کھرب ساٹھ ارب ڈالر کا خرچہ ہوا۔ ②

1945ء میں جدید تہذیب و تمدن کے بڑے علمبردار امریکہ نے جاپان کے شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر آبادی سے بھرے یہ دونوں شہر صفحۂ ہستی سے مٹا دیے۔ ③

یوگوسلاویہ میں کمونسٹوں نے اپنے دور میں 24 ہزار سے زائد مسلمانوں کو تہ تیغ کیا اور 17 ہزار سے زائد مساجد و مدارس مسمار کیے۔ ④

1979ء تا 1989ء روس نے افغانستان میں 15 لاکھ مسلمان شہید کیے۔ ⑤

اپریل 1992ء تا ستمبر 1992ء صرف چھ ماہ میں بوسنیا میں ڈھائی لاکھ مسلمان شہید کیے گئے۔ پانچ لاکھ بے گھر کیے گئے۔ پچاس ہزار عصمت مآب مسلمان خواتین کی آبروریزی

① ماہنامہ اردو ڈائجسٹ، جولائی 1995ء بحوالہ کتاب الجہاد، ص: 62.

② ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، جولائی 1995ء، بحوالہ کتاب الجہاد، ص: 64.

③ ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، جولائی 1995ء، بحوالہ کتاب الجہاد، ص: 64.

④ مجلۃ الدعوۃ لاہور، فروری 1993ء، بحوالہ کتاب الجہاد، ص: 62.

⑤ أشراط الساعۃ، ص: 60.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی گئی۔[1]

اس وقت سے آج تلک جو قتل و غارت اور خون ریزی ہو رہی ہے اس کا اندازہ ان چھ ماہ کی غارت گری اور انسانیت سوزی سے بخوبی ہو جاتا ہے۔

1982ء میں اسرائیل نے فلسطین کے شہروں صابرہ اور شتیلہ کے کیمپوں میں 50 ہزار مسلمان شہید کیے۔[2]

1992ء کے بعد سے اب تک بوسنیا، کوسوو اور چیچنیا میں 5 لاکھ مسلمان کفار کے ہاتھوں شہید ہو چکے ہیں۔[3]

7 اکتوبر 2001ء تا 12 نومبر 2001ء صرف ایک ماہ اور 5 دنوں میں امریکہ نے افغانستان میں 90 ہزار بے گناہ مسلمان مرد، عورتیں اور بچے شہید کیے اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔[4]

حالیہ عراق کی جنگ میں امریکی جرائم کی فہرست بڑی طویل ہے۔ قتل و غارت کے واقعات میں ایک محتاط اندازے کے مطابق 10 لاکھ افراد آتش و آہن کی نذر ہوئے۔ مزید تفصیل کے لیے محمد صالح مغل کی کتاب ''امریکہ کا زوال'' دیکھیے۔[5]

قارئین کرام! یہ اعداد و شمار وہ ہیں جو محتاط اندازے کے مطابق حیطۂ شمار میں لائے جا سکے ہیں اور جو اس کے علاوہ ہیں، ان کی تعداد تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اب اقوامِ مغرب کی مکاری و عیاری قابل داد ہے کہ ایک طرف 82 غزوات و سرایا میں 1157 افراد کے جانی نقصان سے دس لاکھ مربع میل رقبے پر سلطنت قائم کرنے والے پیغمبر امن ﷺ تمھارے نزدیک (نعوذ باللہ) خونی پیغمبر ہیں۔ ان کی تلوار انسانیت کی دشمن ہے۔ ان کی

---

① ہفت روزہ تکبیر کراچی، 4 مارچ 1993ء۔ ② أشراط الساعۃ، ص: 59.

③ أشراط الساعۃ، ص: 60. ④ أشراط الساعۃ، ص: 60، امریکہ کا زوال، ص: 43.

⑤ امریکہ کا زوال، ص: 44-58.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیمات سے بوئے خون آتی ہے۔ ان کا لایا ہوا دین قصاب کی دکان اور ان کا دیا ہوا فلسفۂ جہاد دہشت گردی اور فساد فی الارض ہے۔ دوسری طرف صرف 15 رزم آرائیوں میں ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں افراد کو بے دریغ قتل کرنے والے دہشت گرد، خون خوار، درندے اور قصاب مہذب، امن پسند اور انسانیت کے خیر خواہ ہیں؟ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى۔ اُفٍّ لَّكُمْ ثُمَّ اُفٍّ لَّكُمْ. (یہ تقسیم تو انتہائی بے انصافی کی ہے۔ اے اہل مغرب! تم پر تُف ہے!)

مغرب کا پیغام

پیغمبر امن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور کتاب اللہ کے خلاف انسانیت کے دشمن عناصر کی ناپاک جسارتیں بہت پہلے سے جاری تھیں، لیکن امریکہ میں ہونے والے نائن الیون کے واقعات کے بعد تو انھوں نے پیغمبر امن ﷺ اور کتابِ امن قرآن کریم کو بطور خاص اپنی دشمنی اور عداوت کا نشانہ بنا لیا ہے۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون کی تباہی کے بعد عصر حاضر کے سب سے بڑے دہشت گرد امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے ایک اعلان تو طویل صلیبی جنگ شروع کرنے کا کیا اور دوسرا اعلان یہ کیا کہ ہم مچھر، یعنی علمائے اسلام پیدا کرنے والے جوہڑوں، یعنی دینی مدارس کو خشک کر دیں گے۔[1]

امریکی صدر بش کے اس اعلان کے بعد امریکہ اور پورے یورپ میں یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا گیا کہ قرآن کریم نعوذ باللہ "دہشت گردی کی کتاب" (The Book of Terrorism) ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ائمۂ کفر، مسلمان حکمرانوں سے قرآن کریم کو بدلنے اور اس میں سے دہشت گردی (جہاد) کی آیات نکالنے، دینی مدارس کو بند کرنے یا کم از کم

[1] ہفت روزہ تکبیر، کراچی، 26 دسمبر 2001ء ص: 45.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا سلیبس تبدیل کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ دینی مدارس کو فنڈز فراہم کرنے والے افراد اور اداروں پر عرصۂ حیات تنگ اور انھیں بدنام کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ دہشت گردی کے نام پر راسخ العقیدہ مسلمانوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے اور پھر انھیں کیوبا، گوانتا ناموبے، ابوغریب جیل اور نامعلوم مقامات پر لے جا کر انسانیت سوز مظالم کے لیے تختۂ مشق بنایا جا رہا ہے۔

حادثہ یا سازش؟

یہ سب کچھ نائن الیون کے حادثے کے بعد دہشت گردی کے خلاف مہم کے نام پر کیا جا رہا ہے، حالانکہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون پر حملے جیسا کہ اب تحقیقات سے پتہ چل رہا ہے ایک اتفاقی حادثہ نہیں تھے بلکہ خود ساختہ طے شدہ سازش کا نتیجہ تھے جسے سابق وزیر خارجہ ہنری کسنجر، سابق نیشنل سیکورٹی ایڈوائزر زبگنیو برزنسکی، نائب وزیر دفاع پال ولفوٹز اور ہاورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر سیموئیل ہنگٹن نے ترتیب دیا۔ پینٹا گون نے یہ منصوبہ صدر کلنٹن کو منظوری کے لیے پیش کیا تھا لیکن اس نے منظوری دینے سے انکار کر دیا جبکہ صدر جارج ڈبلیو بش نے اسے منظور کر لیا۔ [1]

سازش کا پس منظر

اس کا پس منظر یہ تھا کہ افغانستان میں سوویت یونین کی واضح شکست کے بعد جون 1995ء میں طالبان کی حکومت قائم ہوئی۔ انھوں نے ایمانی قوت اور اپنی حکمت و تدبر کے بل بوتے پر ڈیڑھ سال کی انتہائی قلیل مدت میں دسمبر 1996ء کو اسلامی احکام نافذ کر

① مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ہفت روزہ تکبیر، کراچی، 10 اپریل 2002ء، بحوالہ علاماتِ قیامت کا بیان، ص: 48,47.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیے جن کی بدولت طالبان نے افغانستان کے نوے فیصد علاقے کو انتہائی قلیل مدت میں امن وسلامتی کا ایک ایسا مثالی گہوارہ بنا دیا جس کی اس سے پہلے وہاں کوئی مثال نہیں ملتی۔ امارت اسلامی افغانستان کو انھی خطوط پر اگر مزید چار پانچ سال پھلنے پھولنے کا موقع مل جاتا تو اس کے اثرات دیگر اسلامی ممالک پر بھی پڑتے اور ایک بہت بڑا اسلامی بلاک معرضِ وجود میں آ سکتا تھا، پھر یہی اسلامی بلاک مغرب خصوصاً امریکہ کے مفادات میں روڑے اٹکائے گا، لہٰذا کیوں نہ ان طالبان مجاہدین کی قوت ہی کو ختم کر دیا جائے۔ ع

نہ رہے بانس نہ بجے بانسری

چنانچہ مجاہدین کو بدنام کرنے کے لیے پہلے بنیاد پرست، رجعت پسند اور انتہا پرست، جیسی اصطلاحات وضع کی گئیں، لیکن جب یہ اصطلاحات ائمہ کفر کے دلوں میں چھپے ہوئے عزائم کو پورا نہ کر سکیں تو ایک نئی اصطلاح ''دہشت گرد'' وضع کی گئی اور اس کی آڑ لے کر ایک بہت بڑی سازش اور بہت بڑا منصوبہ تیار کیا گیا جس میں بطور خاص یہ نکات تھے:

① امریکہ کے مفاد میں ہے کہ جہادِ اسلامی کو روکا جائے۔

② امریکہ کے مفاد میں ہے کہ نئی اسلامی ریاست (افغانستان) کا خاتمہ کیا جائے۔

③ امریکہ کے مفاد میں ہے کہ وسط ایشیا کی دولت، تیل اور دوسرے ذخائر پر قبضہ کیا جائے۔

④ امریکہ کے مفاد میں ہے کہ چین کا گھیراؤ کیا جائے کیونکہ وہ ہمارے مقابل آنے کی تیاری میں ہے۔

⑤ امریکہ کے مفاد میں ہے کہ واحد اسلامی ریاست پاکستان کی ایٹمی قوت کو مفلوج کر دیا جائے۔[1]

① تفصیل کے لیے دیکھیے: علاماتِ قیامت کا بیان، ص: 50-56.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سازش پر عمل درآمد کی وجۂ جواز

اب اس منصوبے پر عمل درآمد کے لیے کوئی بہت معقول اور واضح بہانہ چاہیے تھا، چنانچہ اس بہانے کی تلاش میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی بلند و بالا عمارت (جو اپنی تعمیری مدت پوری کر چکی تھی اور اسے ویسے بھی گرانا ہی تھا) پر حملے کر کے اس کو گرا دیا گیا۔ ادھر حادثہ کے چند منٹ بعد ہی بی بی سی نے سابق اسرائیلی وزیر اعظم ایہود بارک کا انٹرویو نشر کیا جس میں اس نے اسامہ بن لادن کو اس حملے کا ذمہ دار قرار دیا۔ ادھر امریکہ میں ٹی وی پر بار بار اسامہ بن لادن کی تصویر دکھائی جانے لگی جس کے بعد امریکی صدر بش اور امریکی وزیر خارجہ کولن پاول نے باضابطہ طور پر اسامہ کو حملہ کا بڑا مجرم قرار دے دیا، پھر امریکہ کی انٹیلی جنس نے دہشت گردی کے ایک منظم نیٹ ورک (القاعدہ) کی کہانی گھڑ کر اسامہ بن لادن کو اس کا سربراہ ظاہر کیا جو ان دنوں افغانستان میں پناہ گزیں تھے، پھر اسامہ بن لادن کو افغانستان کے حکمران ''طالبان'' سے طلب کیا گیا۔ انکار کرنے پر طالبان حکومت کو ختم کرنے کی دھمکی دی گئی۔ اقوام متحدہ کے ذریعے سے افغانستان پر اقتصادی پابندیاں عائد کروائی گئیں۔ یہ سارے جتن کرنے کے باوجود بھی طالبان کا بال بیکا نہ ہوا تو بالآخر طالبان اور اسامہ بن لادن کو دہشت گرد قرار دیا گیا اور چاروں طرف ایک ہی رٹ لگائی گئی کہ ''القاعدہ اور طالبان دہشت گرد ہیں۔''[1]

جب سازش اور منصوبہ کا یہ میدان سج گیا اور معقول بہانہ مل گیا تو امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے عالمی ذرائع ابلاغ پر خطاب کیا جس کی شہ سرخیاں یہ ہیں:

دہشت گردوں کو پناہ دینے والے اور ان کی معاونت کرنے والے بھی دہشت گرد ہیں۔

طالبان نے اسامہ اور اس کی تنظیم کو پناہ دے رکھی ہے، لہٰذا وہ بھی دہشت گرد ہیں۔

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: علاماتِ قیامت کا بیان، ص: 48-58.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- دنیا بھر میں ستائیس تنظیمیں دہشت گردوں کی مالی معاونت کر رہی ہیں، لہٰذا ان کے تمام اثاثے بیک جنبش قلم منجمد کیے جاتے ہیں۔
- دہشت گردوں کے خلاف طویل صلیبی جنگ شروع کر دی گئی ہے۔
- دہشت گردی کے خاتمے کی مہم میں جو امریکہ کا ساتھ دے گا، وہی دوست قرار پائے گا، جو ساتھ نہیں دے گا، وہ امریکہ کا دشمن اور دہشت گرد قرار پائے گا۔[1]

افغانستان پر حملہ اور بعد کی مہمات

چنانچہ امریکہ نے دہشت گردی کے خاتمے کی مہم میں اپنے اتحادیوں کو جمع کیا۔ بعض مسلمان حکومتوں (پاکستان وغیرہ) کو ساتھ ملایا اور اسامہ بن لادن کو افغانستان کے حکمران طالبان سے طلب کیا۔ انکار کرنے پر طالبان حکومت ختم کرنے کی دھمکی دی گئی۔ اقوامِ متحدہ کے ذریعے سے دباؤ ڈالا گیا۔ اقتصادی پابندیاں عائد کروائی گئیں۔ جب یہ سارے جتن کرنے کے بعد بھی طالبان کا بال بیکا نہ ہوا تو بالآخر طالبان کی حکومت ختم کرنے کے لیے افغانستان پر حملہ کر دیا۔ 7 اکتوبر 2001ء سے 12 نومبر 2001ء تک آتش و آہن کی بارش سے افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور 90 ہزار بے گناہ مسلمان مرد، عورتیں اور بچے شہید کر دیے۔ امریکی کمانڈوز نے بے گناہ افغانیوں کی زبانیں کاٹیں، سر کے بال اکھاڑے، زخموں پر تیزاب ڈالا اور قبریں اکھاڑ کر لاشوں کو بموں سے اڑایا۔[2]

اور پھر "قیامِ امن" کے لیے خطے میں جھنڈے گاڑھ کر بیٹھ گیا۔ اب اس نے دہشت گردی کی آڑ میں نہ صرف خطہ میں قیام کا حصول ممکن بنالیا ہے بلکہ طویل مدت تک قیام کا جواز

[1] ہفت روزہ تکبیر، کراچی، 13 اکتوبر 2001ء۔

[2] ماہنامہ محدث، لاہور، دسمبر 2001ء، سقوط کابل، علامات قیامت کا بیان، ص:60.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی پیدا کرلیا ہے، لیکن یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی اسامہ بن لادن نہ ملے اور ''دہشت گردی کے خاتمے کی مہم'' کا اونٹ جس کروٹ امریکہ بہادر کہے گا بیٹھے گا، اور پھر وہاں بھی ''امن'' کے قیام کے لیے ''دہشت گردوں'' سے نمٹا جائے گا۔ انتظار ہوتا رہا اور اس مہم کے سائے پاکستان کے گردونواح میں چھانے لگے کہ مہذب امریکہ کو خیال آیا کہ پہلے مسلمانوں کی دوسری بڑی فوجی قوت عراق سے دہشت گردی ختم کی جائے، پھر بعدازاں ''پہلی ایٹمی اسلامی قوت'' کو دیکھا جائے گا، چنانچہ دہشت گردی کے خاتمے کی عالمی مہم عراق پہنچی اور اسے تہ و بالا کردیا اب نہ معلوم یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟

قارئین کرام! یہ ہیں مہذب امریکہ کے ہتھکنڈے جنھیں بروئے کار لاکر اب وہ جہاں کہیں بھی اپنے مفاد کے لیے چاہے گا، دہشت گردی کا لیبل لگا کر حملہ آور ہوگا۔ امریکی جریدہ ''نیوز ویک'' اس صورتِ حال پر خود ہی تبصرہ کرتا ہے:

''امریکی ذرائع نے افغانستان کے خلاف امریکی حملے کے حقیقی، اقتصادی اور سیاسی مفادات ومقاصد کو چھپانے کی ایک منظم اور مربوط حکمت عملی پر کام کیا اور اس کے لیے اسامہ بن لادن، القاعدہ اور دہشت گردوں کے نیٹ ورک کو استعمال کیا، حالانکہ نائن الیون کے حملوں میں ان کا کوئی ہاتھ نہ تھا، لیکن ایک مکمل جنگ کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا۔''[1]

امریکہ کی عالمی دہشت گردی

کیا امریکہ بہادر کا یہ سب کچھ کرنا امن ہے؟ سلامتی ہے؟ اور دہشت گردی ختم کرنے کا اعلان ہے؟ نہیں نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حقیقی دہشت گرد خود امریکہ ہے۔ خود یہی ائمہ کفر ہیں جو کیوبا، گوانتانا موبے اور ابوغریب جیل جیسے عقوبت خانوں میں بے گناہ لوگوں پر انسانیت سوز مظالم ڈھا کر دہشت گردی پھیلا رہے ہیں۔ ذرا ان کی

[1] ہفت روزہ تکبیر کراچی، 2 جنوری 2002ء، ص: 93.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہشت گردی اور مظالم کی تصویر بھی ملاحظہ فرمائیں:

''امریکہ کا زوال'' نامی کتاب کے مصنف محمد صالح مغل صاحب لکھتے ہیں:

''امریکہ کی پوری تاریخ قتل و غارت گری، تباہی و دہشت گردی اور ترقی پذیر ممالک کے معاملات میں ٹانگ اڑانے جیسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ بیرونی دنیا میں مداخلت اور براہِ راست اس میں حصہ لینے کے سو سے زیادہ واقعات سے اس کی تاریخ سیاہ ہے۔ اپنی آزادی کے بعد سے اب تک امریکہ بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی افواج کو 216 مرتبہ دنیا کی مختلف سرزمینوں پر فساد برپا کرنے کے لیے بھیجتا رہا ہے۔ 1945ء کے بعد امریکہ نے بیس ممالک کے ساتھ باقاعدہ جنگ لڑی ہے اور 23 ملکوں پر وقتاً فوقتاً مہلک ہتھیاروں سے بمباری کی ہے۔ ان ملکوں میں چین (1945-46ء)، کوریا اور چین (1950-53ء) گوئٹے مالا (1954ء)، انڈونیشیا (1965ء)، کیوبا (1959-60ء)، کانگو (1964ء)، پیرو (1965ء)، ویت نام (1964-73ء)، لاؤس (1964-73ء)، کمبوڈیا (1969-70ء)، پھر دوبارہ گوئٹے مالا (1967-69ء)، گریناڈا (1983ء)، لبنان (1982ء)، لیبیا (1986ء)، ایل سالویڈور (1980ء)، نکارا گوا (1980)، پانامہ (1989ء)، عراق (1990-91ء)، سوڈان (1999ء)، افغانستان (1998ء)، پھر دوبارہ افغانستان (2001ء سے تاحال) اور پھر دوبارہ عراق (2003ء سے تاحال) شامل ہیں۔''[1]

مذکورہ بالا کارروائیوں میں ہونے والے جانی نقصان کو اعداد و شمار میں دیکھا جائے تو یہ امریکہ بہادر کی ''امن پسندی'' اور ''تحفظ حقوق انسانیت'' کا مکروہ اور اصلی چہرہ دکھانے کے لیے کافی ہے کہ امریکہ سے بڑا دہشت گرد اور ظالم نہ ابھی کوئی ہے اور نہ اس

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: امریکہ کا زوال، ص: 39-44.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے کوئی تھا۔

پیغمبر امن ﷺ کے غزوات پر ایک نظر

نبی اکرم ﷺ کے غزوات، سرایا اور فوجی مہمات پر ایک نظر ڈالنے کے بعد کوئی بھی شخص یہ اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ نبی اکرم ﷺ دنیا کے سب سے بڑے امن پسند اور باکمال فوجی کمانڈر تھے۔ آپ ﷺ نے امن وامان قائم کیا، فتنے کی آگ بجھائی اور تلوار کے بجائے دلیل سے دشمن کے جسم و جان کے بجائے دل کو فتح کیا۔ آپ ﷺ نے ان اسباب و وجوہ اور اغراض و مقاصد کو بھی تبدیل کر ڈالا جن کے لیے آپ ﷺ سے پہلے ادوار میں جنگ کے شعلے بھڑکا کرتے تھے، یعنی پہلے جنگ نام تھا ہوس دولت اور ہوس ملک گیری کا، مذہبی جبر اور لوٹ مار کا، قتل و غارت گری کا، ظلم و زیادتی اور انتقام و تشدد کا، کمزوروں کو کچلنے، آبادیاں ویران کرنے اور عمارتیں ڈھانے کا، عورتوں کی بے حرمتی کرنے، بوڑھوں، بچوں اور بچیوں کے ساتھ سنگدلی سے پیش آنے کا۔ مگر پیغمبر امن ﷺ نے جنگوں کی روح تبدیل کر کے اسے ایک مقدس جہاد میں بدل دیا کیونکہ اب جنگ کا مفہوم یہ ہو گیا کہ انسان کو قہر و ظلم سے نکال کر عدل و انصاف کے نظام میں لانے کی مسلح جدوجہد کی جائے، یعنی ایسے نظام کو جس میں طاقتور کمزور کو کھا رہا ہو، بدل کر ایک ایسا نظام قائم کیا جائے جس میں طاقتور کمزور ہو جائے جب تک کہ اس سے کمزور کا حق نہ لے لیا جائے۔ اسی طرح اب جنگ کا معنی یہ ہو گیا کہ اللہ کی زمین کو غدر و خیانت، ظلم و ستم اور بدی و گناہ سے پاک کر کے اس کی جگہ امن وامان، رافت و رحمت، حقوق رسانی اور مروت و انسانیت کا نظم بحال کیا جائے۔

پیغمبر امن ﷺ نے جنگ کے لیے شریفانہ اصول و ضوابط بھی مقرر فرمائے اور اپنے فوجیوں اور کمانڈروں پر ان کی پابندی لازمی قرار دیتے ہوئے کسی حال میں بھی ان سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باہر جانے کی اجازت نہ دی۔ آپ ﷺ کمانڈروں کو تقویٰ اور خیر کی وصیت فرماتے۔ آپ ﷺ فرماتے کہ غزوہ کرو، خیانت نہ کرو، بدعہدی نہ کرو، ناک کان وغیرہ نہ کاٹو، کسی بچے، بوڑھے، عورت، غلام اور غیر مقاتل کو قتل نہ کرو۔ آپ ﷺ فرماتے کہ سختی نہ کرو، آسانی کرو، لوگوں کو سکون دلاؤ، متنفر نہ کرو، رات میں کسی دشمن قوم کے پاس جاؤ تو صبح ہونے سے پہلے چھاپہ نہ مارو، کسی کو آگ میں نہ جلاؤ، باندھ کر، لوٹ کر نہ مارو، حتی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوٹ مار کا مال مردار کی طرح ہی حرام ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے کھیتی باڑی تباہ کرنے، جانور ہلاک کرنے اور درخت کاٹنے سے بھی منع فرمایا۔ آپ ﷺ نے یہ سنت بھی جاری فرمائی کہ سفیر کو قتل نہ کیا جائے، پھر معاہدین (غیر مسلم شہریوں) کے قتل سے بھی نہایت سختی سے روکا۔ یہاں تک کہ فرمایا: ''جو شخص کسی معاہد کو قتل کرے گا، وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کے فاصلے سے آرہی ہوگی۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے بلند پایہ قواعد وضوابط تھے جن کی بدولت جنگ کا عمل جاہلیت کی گندگیوں سے پاک وصاف ہوکر مقدس جہاد میں تبدیل ہوگیا اور ظلم وجور سے بھری دنیا امن وراحت کا گہوارہ بن گئی۔ [1]

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: کتب حدیث وسیرت کے ساتھ ساتھ بطور خاص الرحیق المختوم، ص: 595، محسنِ انسانیت ﷺ، باب (اور اجالا پھیلتا گیا)، ص: 489-599۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاتمۂ بحث

پیغمبر امن کی مساعیِ امن کے نتائج

رہوارِ قلم کو آخری حدوں پر پہنچانے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذرا ٹھہر کر پیغمبر امن ﷺ کی مساعیِ امن کے نتائج وثمرات اور اثرات پر ایک نظر ڈالیں جو کہ ہمارے لیے خاتمۂ بحث کے طور پر سامنے آتے ہیں۔

آپ ﷺ کے قلب اطہر پر جبریل امین علیہ السلام کتاب امن کی درج ذیل چند آیات لے کر حاضر ہوتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝﴾

"اے لحاف میں لپٹنے والے! اُٹھیے اور ڈرائیے اور اپنے رب کی بڑائی بیان کیجیے اور اپنے کپڑے پاک رکھیے اور ناپاکی چھوڑ دیجیے اور حصول کثرت کے لیے احسان نہ کیجیے اور اپنے رب کے لیے صبر کیجیے۔"[1]

پھر کیا تھا؟ آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے کاندھے پر انسانی ضمیر کی تبدیلی کا بوجھ اٹھایا جو عرصہ سے میدان جنگ و جدل میں تہ در تہ شہوات، ہوس کی بیڑیوں اور پھندوں میں جکڑا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اس تبدیلی کے لیے مسلسل اور پیہم معرکہ آرائی

[1] المدثر 74:1-7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بیس برس گزار دیے اور اس دوران میں آپ ﷺ کو کوئی ایک معاملہ دوسرے معاملے سے غافل نہ کر سکا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا پیغامِ امن اتنے بڑے پیمانے پر کامیابی سے ہم کنار ہوا کہ عقلیں دنگ رہ گئیں۔ جزیرۃ العرب بلکہ دس لاکھ مربع میل کے افق سے جاہلیت اور ظلم وستم کا غبار چھٹ گیا۔ بیمار عقلیں تندرست ہو گئیں۔ بکھری ہوئی قومیں اور قبیلے ایک ہو گئے۔ انسان بندوں کی بندگی سے نکل کر اللہ کی بندگی میں داخل ہو گیا۔ اب نہ کوئی قاہر رہا نہ مقہور، نہ کوئی مالک رہا نہ مملوک، نہ حاکم رہا نہ محکوم، نہ ظالم رہا نہ مظلوم بلکہ سارے لوگ اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے جاہلیت کا غرور ونخوت اور باپ دادا پر فخر کا خاتمہ کر دیا۔ اب عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی برتری نہ رہی۔ برتری کا معیار صرف تقویٰ قرار پایا ورنہ سارے لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے تھے۔

غرض اس پیغامِ امن اور قیامِ امن کی بدولت عربی وحدت، انسانی وحدت اور اجتماعی عدل وجود میں آ گیا۔ نوعِ انسانی کو دنیاوی مسائل اور اخروی معاملات میں سعادت کی راہیں مل گئیں۔ بالفاظِ دیگر زمانے کی رفتار بدل گئی، روئے زمین متغیر ہو گیا۔ تاریخ کا دھارا مڑ گیا اور غور وفکر کے انداز اور سوچنے سمجھنے کے اطوار بدل گئے۔

جب دعوتِ امن نے انسانی زندگی پر اپنا اثر دکھایا تو روحِ انسان کو وہم وخرافات، بندگی وغلامی، فساد وتعفن اور گندگی وانارکی سے نجات مل گئی اور معاشرۂ انسانی کو ظلم وطغیان، بربادی، طبقاتی امتیازات، حکام کے استبداد اور کاہنوں کے رسوا کن تسلط سے چھٹکارا مل گیا اور عالم انسانیت عفت ونظافت، ایجادات وتعمیر، آزادی وتجدد، معرفت ویقین، وثوق وایمان اور عدالت وکرامت کا گہوارہ بن گیا۔ ان تبدیلیوں کی بدولت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جزیرۃ العرب نے ایک ایسی بابرکت اٹھان کا مشاہدہ کیا جس کی نظیر انسانی وجود کے کسی دور میں نہیں دیکھی گئی اور اس جزیرے کی تاریخ اپنی عمر کے ان یگانۂ روزگار ایام میں اس طرح جگمگائی کہ اس سے پہلے کبھی نہیں جگمگائی تھی۔ [1]

امن کے متلاشیوں خصوصاً اہل مغرب کے نام

آج دنیا کو جس بدامنی، دہشت گردی، وحشت اور درندگی کا چیلنج درپیش ہے، اس کے مقابلے میں انسانوں کے بنائے ہوئے نظریات ناکام ثابت ہو چکے ہیں۔ الہامی مذاہب میں سے اسلام کے علاوہ باقی تمام مذاہب تغیر و تبدل سے غیر محفوظ ہیں، لہٰذا اب پیغمبر امن ﷺ کی تعلیماتِ امن ہی وہ الہامی ہدایات ہیں جسے عہد جدید کے اس خوفناک چیلنج کو قبول کرنے کے لیے آزمایا جانا چاہیے۔ امن کے متلاشیوں کے نام خصوصًا اہل مغرب کے نام ہمارا پیغام یہ ہے کہ وہ اسلام سے تصادم کا راستہ نہ اپنائیں، اسے اپنا حریف نہ سمجھیں، اس سے خائف نہ ہوں، اسلام سراسر امن و سلامتی اور محبت و اخوت کا مذہب ہے اور اپنے سے پہلے آئے ہوئے مذاہب کی تائید کرنے والا ہے۔ اہل مغرب کو حریت فکر کے اس عہد میں تعصب سے بالاتر ہو کر اپنے صدق دل سے پیغمبر امن ﷺ کی سیرت طیبہ اور ان کی لائی ہوئی تعلیماتِ امن کا مطالعہ کرنا چاہیے اور حقائق کی تہ تک پہنچنا چاہیے۔ یاد رکھیے! آج اہل مغرب کے پاس دو ہی راستے ہیں یا تو وہ پیغمبر امن ﷺ کی لائی ہوئی دعوتِ امن کو قبول کر کے دم توڑتی ہوئی انسانیت کو تباہی و ہلاکت اور بربادی سے بچا لیں یا پھر اللہ تعالیٰ کی اس سنت کا انتظار کریں جس کا ذکر کتابِ مقدس، کتابِ امن ''قرآن مجید'' میں ان الفاظ کے ساتھ ہے:

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: الرحیق المختوم، ص: 611-613.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ۝﴾

''اور ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں، وہ ان سے قوت میں زیادہ سخت تھیں، پھر انھوں نے شہروں میں بھاگ دوڑ کی، کیا انھیں (ہمارے عذاب سے) کوئی بچ نکلنے کی جگہ ملی؟''[1]

و صلی اللّٰہ علی نبینا محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم

[1] قٓ 36:50۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مراجع ومصادر

القرآن الکریم، تنزیل من رب العالمین.

انجیل مقدس (اناجیل اربعہ)

تورات (عہد نامۂ قدیم)

آدابِ زندگی از مولانا محمد یوسف اصلاحی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور.

آئینِ اکبری، ابوالفضل، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور.

الإتقان فی علوم القرآن از امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی رحمہ اللہ.

اچھوت لوگوں کا ادب از مبارک علی، فکشن ہاؤس، لاہور.

اخلاق پیمبری از طالب ہاشمی، القمر انٹر پرائزز، لاہور.

اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانشگاہ پنجاب، لاہور.

ارمغانِ وید از عبدالرحمٰن صدیقی، دار التذکیر، لاہور.

أسد الغابة في معرفة الصحابة از امام ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ، دار صادر، بیروت.

اسلام اور نظریۂ مساوات مرد وزن از محمد رفیق چودھری، ادارہ معارف اسلامی، لاہور.

اسلام کی اخلاقی تعلیمات از محمد ایوب اصلاحی، ادارہ مطبوعاتِ خواتین، لاہور.

اسلام میں عورت کی قیادت از ایم ایس ناز، مکتبہ عالیہ، لاہور.

اسلامی اخلاق وآداب از منشی عبدالرحمٰن خان رحمہ اللہ، ادارہ اسلامیات لاہور.

اسلامی خطبات از مولانا عبدالسلام بستوی رحمہ اللہ، المکتبۃ السلفیۃ، لاہور.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امریکہ کا زوال از محمد صالح مغل، دار الحقائق، لاہور۔

انڈین فلاسفی از ڈاکٹر رادھا کرشنن، طبع لندن۔

انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ از عبداللہ یوسف علی۔

ایران بعہد ساسانیان از آرتھر کرسٹن، مترجم: ڈاکٹر محمد اقبال انجم، ترقی اردو بورڈ، دہلی۔

بذل القوة في حوادث سني النبوة از مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد۔

بگاڑ پیدا کرنے والی باتیں از شمس پیرزادہ، مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔

بلوغ الأرب في أحوال العرب از محمود شکری آلوسی رحمہ اللہ مترجم: پیر محمد حسن، مرکزی اردو بورڈ، لاہور۔

البيان والتبيين از امام عمرو بن بحر الجاحظ مطبع الاستقامۃ، القاہرۃ۔

پیغمبر امن وسلامتی صلی اللہ علیہ وسلم از مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ، ادارۃ المعارف، کراچی۔

تاریخ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندوی رحمہ اللہ، ادارہ نشریات اسلام، لاہور۔

تاریخ اور عورت از مبارک علی، فکشن ہاؤس، لاہور۔

تاريخ الجاهلية از استاذ عمر فروخ، دار العلم، بیروت۔

تاريخ خضرى، الشيخ محمد الخضرى، المكتبة التجارية الكبرىٰ.

تاریخ دعوت وجہاد برصغیر کے تناظر میں از عبداللہ فہد فلاحی۔

تاریخ طبری (تاریخ الأمم والملوک) از امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ، مکتبۃ الحسینیہ، مصر۔

تاریخ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ از امام ابوالفرج ابن الجوزی رحمہ اللہ، مطبوعۃ التوفیق، مصر۔

تاریخ ندوۃ العلماء از مولوی محمد جلیس رحمہ اللہ، حصہ اول، مجلس نشریات اسلام، کراچی۔

تجلیات سیرت از ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، فضلی سنز، کراچی۔

تفسیر احسن البیان از حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ، دار السلام، لاہور۔

تلقيح فهوم أهل الأثر از امام ابن الجوزی، جید برقی پریس، دہلی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمدن عرب از گستاوَلی بان، مترجم: سید علی بلگرامی، مطبوعہ مفید عام، آگرہ۔

تمدن ہند از گستاوَلی بان، مترجم: سید علی بلگرامی، بک لینڈ، کراچی۔

تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات از سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ، مجلس نشریات اسلام، کراچی۔

جمهرة خطب العرب از احمد ذکی صفوت، مطبوعہ القاہرہ۔

الجہاد فی الاسلام از سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور۔

جہاد کے مسائل از محمد اقبال کیلانی، حدیث پبلی کیشنز، لاہور۔

جہانگیر انسائیکلو پیڈیا آف جنرل نالج از زاہد حسین انجم، جہانگیر بک ڈپو، لاہور۔

خطبات بہاولپور از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

خطبۂ حجۃ الوداع از صبار دانش، صدیقی ٹرسٹ، کراچی۔

دعوت واصلاح کے چند اہم اصول از مولانا نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ، شریف ٹرسٹ، لاہور۔

دیباچہ علوم بائبل از پادری ہارن (Horne)۔

دین رحمت از شاہ معین الدین ندوی، اعظم گڑھ، انڈیا۔

راجپوت تاریخ کے آئینہ میں از ملک غلام اکبر، العقاب پبلی کیشنز، لاہور۔

رحمۃ للعالمین از قاضی سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور۔

الرحیق المختوم از مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری حفظہ اللہ، المکتبۃ السلفیہ لاہور۔

رسالت کے سائے میں از ڈاکٹر عبدالحلیم عویس، مترجم: ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری، مکتبۃ قدوسیہ، لاہور۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، دارالاشاعت، کراچی۔

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم از مولانا ابوالکلام آزاد، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایاتِ تمدن قدیم از علی عباس جلال پوری، جہلم۔
روحِ اسلام از امیر علی، مترجم: محمد ہادی حسین، ادارہ تحقیقات اسلامیہ، لاہور۔
الروض الأنف از امام ابوالقاسم السہیلی رحمہ اللہ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان۔
ریاض الصالحین از امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ، دارالسلام، الریاض۔
زاد المعاد في هدى خير العباد از امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ، مطبعۃ الرسالۃ، بیروت۔
سنن ابن ماجہ از امام محمد بن یزید قزوینی رحمہ اللہ، دارالسلام، ریاض۔
سنن ابوداود از امام سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ، دارالسلام، ریاض۔
جامع الترمذی از امام محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ترمذی رحمہ اللہ، دارالسلام، ریاض۔
سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم از علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور۔
السيرة النبوية از امام ابن ہشام رحمہ اللہ، دار احیاء التراث العربی۔
صحت کتب مقدسہ از آرچ ڈیکن برکت اللہ، مسیحی اشاعت خانہ، لاہور۔
صحيح البخاري از امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ، دارالسلام، ریاض۔
صحيح مسلم از امام مسلم بن الحجاج القشیری رحمہ اللہ، دارالسلام، ریاض۔
الطبقات الكبرىٰ از امام ابن سعد، دار صادر، بیروت۔
عجائب الأسفار از ابن بطوطہ، مطبوعہ لاہور۔
علاماتِ قیامت کا بیان از محمد اقبال کیلانی، حدیث پبلی کیشنز، لاہور۔
عورت، جنسی تفریق اور اسلام از لیلیٰ احمد، مترجم: خلیل احمد، مشعل برادران، لاہور۔
عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے میدان ہائے جنگ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ، اردو اکیڈمی، کراچی۔
عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نظامِ حکمرانی از ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ، اردو اکیڈمی، کراچی۔
عیسائیت کے تعاقب میں از محمد متین خالد، علم وعرفان پبلشرز، لاہور۔
فتح الباری از امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ، دار نشر الکتب الاسلامیۃ، لاہور۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقه السيرة از محمد الغزالی، دار الکتاب العربی۔

الکامل فی التاریخ از امام ابن الأثیر الجزری رحمہ اللہ، دار صادر، بیروت۔

کتاب الأصنام از ابن الکلبی۔

کتاب الہند از بیرونی، مترجم: سید اصغر علی، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور۔

القاموس المحیط از امام فیروز آبادی رحمہ اللہ، المطبعۃ الحسینیۃ، مصر۔

قدیم ہندوستان میں شودر از رام شرن شرما، ترقی اردو بورڈ، دہلی۔

مجمع الزوائد و منبع الفوائد از امام ابوبکر الہیثمی رحمہ اللہ، بیروت۔

محسن انسانیت ﷺ از نعیم صدیقی رحمہ اللہ، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور۔

محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق، ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، دار الاشاعت، کراچی۔

محمد رسول اللہ ﷺ غیر مسلموں کی نظر میں از مولانا محمد حنیف یزدانی رحمہ اللہ، مکتبۃ معین الادب، لاہور۔

محمد رسول اللہ ﷺ غیر مسلموں کی نظر میں از مولانا محمد حنیف یزدانی رحمہ اللہ، مکتبہ نذیریہ، لاہور۔

محمد ﷺ صبر وثبات کے پیکر از مولانا عبد الرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ، مکتبۃ السلام، لاہور۔

مختصر سیرت الرسول ﷺ از شیخ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ، جامعۃ العلوم الاثریہ، جہلم۔

تجلیات نبوت ﷺ از مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری حفظہ اللہ، دار السلام، لاہور۔

مرقاۃ المفاتیح از ملا علی قاری رحمہ اللہ، مکتبۃ امدادیہ، ملتان۔

المرأۃ بین تکریم الإسلام وإهانة الجاهلية، از محمد بن اسماعیل المقدم، دار طیبۃ ریاض۔

المرأۃ بین الفقه والقانون از استاذ مصطفی السباعی رحمہ اللہ، المکتب الاسلامی، بیروت۔

المرأۃ فی القرآن استاذ عباس محمود عقاد، دار الہلال، مصر۔

المرأۃ المسلمة امام التحديات از احمد بن عبد العزیز الحصین، دار البخاری، بیروت۔

مسدس، (مدوجزر اسلام) از خواجہ الطاف حسین حالی رحمہ اللہ، رابعہ بک ہاؤس، لاہور۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم پرسنل لاءاور اسلام کا عائلی نظام از شمس تبریز خان، مجلس نشریات اسلام، لکھنو.
مسلم ثقافت ہندوستان میں از عبدالمجید سالک، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور.
المسند از امام احمد بن حنبل، بیت الأفکار الدولیة .
مسیحیت علم جدید کی روشنی میں از جیمس ہوسٹن، مطبوعہ گلاسکو.
مصباح اللغات از ابوالفضل عبدالحفیظ بلیاوی، قدیمی کتب خانہ، کراچی.
الملل و النحل از امام شہرستانی رحمہ اللہ، مطبعۃ الازہر، مصر.
منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین از سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ، مجلس نشریات اسلام، کراچی.
المواهب اللدنية مع شرح زرقاني، المطبعة الأزهرية، القاهرة .
موجِ کوثر از شیخ محمد اکرام، مکتبہ رحمانیہ، لاہور.
النبي الخاتم صلی اللہ علیہ وسلم از سید مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ، المکتبۃ الرشیدیہ، لاہور.
نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ، مجلس نشریات اسلام، کراچی.
ہندی اردو لغت از راجیشور راؤ اصغر، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد.
ہندوستان (تاریخ، تہذیب، تمدن اور فلسفہ)، از ویل ڈیوراں، مترجم: طیب رشید، مطبوعہ تخلیقات، لاہور.
ہندوستانی تمدن از ایشور اٹوپا، پروفیسر تہذیب ہند، حیدر آباد یونیورسٹی، مطبوعہ حیدر آباد دکن، انڈیا.
ہندوستانی معاشرہ عہد وسطی میں از محمد اشرف، مترجم: قمر الدین، فکر ہاؤس، لاہور.
یہودی تالمود کی روشنی میں از ڈاکٹر روہلنگ، اسی کتاب کا عربی میں ترجمہ ہوا جس کا نام ہے ''الكنز المرصود في قواعد التلمود'' از ڈاکٹر یوسف یوحنا.
Ancient India, RC D utt.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

De Wette Introduction To The New Testa ment 1826.

Discovery Of India. (پنڈت جواہر لال نہرو) Pandat Jawahar Lala Nahru, Calcutta, 1946.

Ency. Of Religion And Ethics, New York, 1912.

Emotion As The Basis Of Civilization, London, 1928.

Ency. Jewish.

Ency. Brit. (1927) And (1825).

John Kitto: Illustrated History of the Bible, The S.S Sorator Company, London: 1902.

The Rise Of Christianity , E.W. Barnes.

The Making of Humanity, London, 1919.

M/ss Our Bible And The Ancient F.G Kenyon , 1897.

The Origin Of The New Testa ment. Author: Harnack.

رسائل وجرائد

سیارہ ڈائجسٹ، لاہور، اخلاقِ رسول ﷺ نمبر۔

ماہنامہ مجلّہ الدعوۃ، لاہور، فروری 1993ء۔

ماہنامہ قومی ڈائجسٹ، لاہور، جولائی 1995ء۔

ماہنامہ محدث، لاہور، دسمبر 2001ء، سقوطِ کابل۔

ماہنامہ اردو ڈائجسٹ، لاہور، جولائی 1995ء۔

ہفت روزہ تکبیر، کراچی، 1993ء، 26 دسمبر 2001ء۔

ہفت روزہ تکبیر، کراچی، 10 اپریل 2002ء، 13 اکتوبر 2001ء۔

ہفت روزہ تکبیر، کراچی، 2 جنوری 2002ء۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2

پیغمبرِ امن ﷺ

مقالہ نگار
پروفیسر اشفاق احمد خان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر امن حضرت محمد ﷺ

کائنات کی تمام مسلمہ حقیقتوں میں سے یہ حقیقت بھی غیر متنازعہ اور مسلّم ہے کہ قوموں کی اٹھان، ان کے مثبت ارتقا اور نسلوں کی صلاح وبقا کے لیے باہمی محبت ومودت، اتفاق واتحاد اور امن وآشتی ناگزیر امور ہیں جن کے بغیر تعمیر انسانیت کا قافلہ ساحل آشنا نہیں ہوسکتا۔ پیغمبر امن ﷺ نے اس اعلیٰ وارفع مقصد کے لیے امن وآشتی کے جو اصول وضوابط بنی نوع انسان کو عطا کیے اور انھیں جس تدبر وفراست اور کمال خلوص سے اپنے عمل میں ڈھالا، پوری تاریخ عالم میں اس کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی آپ نے انھی اصلاحی اقدامات کی بدولت اسفل سافلین کی حد تک پہنچے ہوئے انتہائی پسماندہ معاشرے میں عملی طور پر ذہنی انقلاب برپا کردیا۔

ایک فلاحی (اسلامی) معاشرے کے حوالے سے تعلیماتِ اسلامی کا نچوڑ یہ ہے کہ اللہ کی اس بستی سے ظلم وتشدد، بربریت، استحصال اور فتنہ وفساد کا استیصال کرکے یہاں اللہ کی حاکمیت اور محض اس کے قانون کا نفاذ ہو جس کے تحت کسی ظالم کا ہاتھ مظلوم کے گریبان تک نہ پہنچ سکے اور نہ کوئی دوسرے کی عزت وآبرو کو میلی آنکھ سے دیکھ سکے۔ پیغمبر امن ﷺ کے لائے ہوئے اسلامی انقلاب کے پیش نظر مقصد وحید یہی تھا کہ نیابتِ الٰہی جیسے بارگراں کے اٹھانے والے انسان کو مادی، روحانی اور اخلاقی ترقی کے اعلیٰ وارفع مدارج تک پہنچایا جائے۔ اسی مقصد کے لیے خلاق عالم نے انبیاء علیہم السلام اور ان کے ساتھ کتب وصحف کی صورت میں ہدایت نامے بھیجے اور ان کے ساتھ میزان (عدل) بھی بھیجا تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾

''بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو روشن نشانیاں دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور ترازو کو نازل کیا تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے لوہے کو نازل کیا جس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور لوگوں کے لیے بہت سے فائدے ہیں۔''[1]

سماجِ انسانی میں قیام عدل کی یہی صورت ہے کہ حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا بھی پوری طرح خیال رکھا جائے۔ کسی پر ظلم ہو اور نہ حق تلفی ہی ہو۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح عدل وانصاف بروئے کار لایا جائے اور باہمی تنازع کی صورت میں اس کا تصفیہ اس میزان، یعنی عقل سلیم کے مطابق کیا جائے جسے حق وباطل میں فرق کرنے کی استعداد عطا ہوئی ہے۔ اگر حق وانصاف کے آگے کوئی شخص نہیں جھکتا، روشن اور واضح براہین قاطعہ کے بالمقابل بھی باطل کا طرفدار رہتا ہے اور حق کو نیچا دکھانے کی چالیں چلتا رہتا ہے تو ایسے سرپھروں کا دماغ درست کرنے کے لیے خالق لم یزل نے اپنے انبیاء و رسل علیہم السلام کو لوہے کا ڈنڈا بھی بخشتا ہے جس کی ایک ضرب ہی پرلے درجے کے بددماغوں کا مزاج درست کر دیتی ہے۔ بس یہی ماحصل ہے اس فتنہ وفساد سے خالی اور پُرامن معاشرے کا جسے اسلام اور پیغمبر اسلام اللہ کی اس دھرتی پر قائم کرنا چاہتے ہیں۔

''اسلام'' جسے تمام انبیاء علیہم السلام بشمول خاتم المرسلین ﷺ اپنے خالق ومالک کی جانب سے لائے، امن وسلامتی کا دین ہے۔ اسلام، جس کا مصدر س ل م (سلم) ہے، کی تعریف

[1] الحدید 57:25.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں علامہ ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی اپنی شہرہ آفاق لغت "لسان العرب" میں رقم طراز ہیں:

سَلِمَ: اَلسَّلَامُ وَالسَّلَامَةُ: اَلْبَرَاءَةُ وَقَالَ ابْنُ الْأَعْرَابِيُّ: السَّلَامَةُ الْعَافِيَةُ --- وَقَالَ أَبُوالْهَيْثَمِ: اَلسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ مَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ، وَمَعْنَاهُمَا السَّلَامَةُ مِنْ جَمِيعِ الْآفَاتِ وَالْإِسْلَامُ وَالْاِسْتِسْلَامُ الْاِنْقِيَادُ

"سَلِمَ سے السَّلَام اور السَّلَامَة ہے جس کا معنی بری ہونا ہے۔ ابن اعرابی کہتے ہیں کہ السَّلامة کا معنی عافیت ہے۔ ابوالہیثم کا کہنا ہے کہ اسلام اور تحیۃ ہم معنی ہیں اور السلام کا معنی، تمام آفتوں سے محفوظ رہنا ہے۔ اسلام اور استسلام کا معنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہے۔"[1]

قرآن حکیم جو بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے آیا اور اسے ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ "لوگوں کے لیے ہدایت"[2] کہا گیا، اسی طرح سلامتی والی رات میں آیا۔[3] اور خود قرآن حکیم کے بھیجنے والے کے صفاتی ناموں میں سے ایک صفاتی نام "السّلام" بھی ہے جس کا معنی ہے سلامتی دینے والا۔[4]

اس سے یہ بات بادنیٰ تامل سمجھ میں آ گئی کہ سلامتی کی رات میں آنے والی، سلامتی دینے والے کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت وسلامتی کی یہ کتاب ہرگز ہرگز خونریزی اور جبر وتشدد کی تعلیم نہیں دے سکتی بلکہ ﴿تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ﴾ "(یہ کتاب) بے حد رحم کرنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔"[5] کے حوالے

---

① لسان العرب: 293,290,289/12. ② البقرة 185:2. ③ القدر 5:97. ④ الحشر 23:59.
⑤ حم السجدة 2:41.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ یہ وہ صحیفۂ ہدایت ہے جس کی حیات آفریں موجیں جہاں جہاں سے گزرتی ہیں، وہاں خیر وصلاح کے چمن لہلہانے لگتے ہیں اور عرصۂ حیات کے سارے گوشے جگمگا اٹھتے ہیں۔ قرآن حکیم نے جنت کو دارالسلام کہا ہے، یعنی ایسا گھر جو ہر قسم کی آفات سے محفوظ ہو۔ علامہ بیضاوی نے اپنی تفسیر میں اس کا ایک مفہوم دَارُ السَّلَامِ مِنَ الْمَكَارِهِ بھی بیان کیا ہے، یعنی ناپسندیدہ اور مکروہ باتوں سے مامون ومحفوظ گھر۔ [1]

اسی طرح آیت: ﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوٓا إِلَىٰ دَارِ السَّلٰمِ﴾ ''اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔'' [2] میں بھی دارالسلام سے مراد جنت ہی ہے۔ حضرت قتادہ اور حسن بصری رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

اَلسَّلَامُ هُوَ اللّٰهُ وَدَارُهُ الْجَنَّةُ وَسُمِّيَتِ الْجَنَّةُ دَارَالسَّلَامِ لِأَنَّ مَنْ دَخَلَهَا سَلِمَ مِنَ الْآفَاتِ

''السلام تو خود اللہ تعالیٰ ہے اور دار سے مراد جنت ہے کیونکہ جو اس میں داخل ہوگیا وہ تمام آفات سے مامون ومحفوظ ہوگیا۔'' [3]

نبیِ مکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد مختلف ممالک کے جن شاہان اور آس پاس کے قبائل کے سرداروں کو دعوت اسلام کے نامے ارسال فرمائے، ان سب میں مشترکہ جملہ یہی تھا: اَسْلِمْ تَسْلَمْ ''اسلام لے آ، امن وامان میں آ جائے گا۔'' [4]

برطانیہ کی مشہور مصنفہ کیرن آرمسٹرانگ لفظ ''اسلام'' کا معنی یوں بیان کرتی ہیں:

The word 'Islam' comes from the same Arabic root as the word 'peace.'[5]

① تفسير بيضاوي، الأنعام 127:6۔ ② يونس 25:10۔ ③ تفسير القرطبي، يونس 25:10۔

④ صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، حديث: 7۔

⑤ "Holy War" by Karen Armstrong, p. 25, MacMillan Limited London, 1988.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''لفظ اسلام، عربی کے مصدر، سلم، بمعنی امن سے ماخوذ ہے۔''

اس تمام تمہید سے یہ بات منصہ شہود پر آ گئی کہ لفظ اسلام امن وسلامتی اور عافیت وآشتی کا آئینہ دار ہے۔ اسلام بطور دین انسانیت کی فلاح و بہبود اور رحمت و رافت کے لیے آیا ہے جس کے ذریعے سے رب جلیل کے مقصد غائی کو حاصل کرنا ہے اور وہ مقصدِ غائی تمام نوع انسانی کو اسلامی ضابطہ اخلاقیات کی طرف بلانا ہے تاکہ امن، رواداری اور الفت وترحم کو تمام اکنافِ عالم میں عام کر دیا جائے۔ اسی ضمن میں قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱدْخُلُوا۟ فِى ٱلسِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝﴾

''اے اہل ایمان! پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔''[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تحفظ انسانی کو دخول فی الاسلام یعنی قرآنی ضابطہ ہائے اخلاق کے مطابق زندگی بسر کرنے کے ذریعے سے ہی یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ قرآنی ضابطہ اخلاق اپنے ماننے والوں کو قطع نظر رنگ ونسل اور مذہب کے تمام لوگوں سے مہربانی اور انصاف سے پیش آنے، ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے اور شر وفساد کو پھیلنے سے روکنے کی ذمہ داری سپرد کرتا ہے۔

لفظ ''فساد'' کے وسیع معنی ہیں اور یہ ہر قسم کی بدنظمی اور دہشت گردی کو محیط ہے جس سے انسانی سکون واطمینان اور احساسِ تحفظ غارت ہو جائے۔ امامِ لغت راغب اصفہانی اس لفظ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''اَفْسَدَهُ کے معنی کسی چیز کا توازن بگاڑنے کے ہیں۔''

---

[1] البقرة 2:208.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن حکیم میں ہے:

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾

''اور اگران دونوں (آسمان وزمین) میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور بگڑ جاتے۔''①

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ﴾

''اور اگر حق ان کی خواہشوں کے پیچھے چلے تو یقیناً سب آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے، بگڑ جائیں۔''②

مجد الدین فیروز آبادی لفظ ''فساد'' کا معنی یوں کرتے ہیں:

وَالْفَسَادُ أَخْذُ الْمَالِ ظُلْمًا

''ازراہ ظلم کسی کا مال ہتھیا لینا فساد کہلاتا ہے۔''③

قرآن حکیم میں فتنہ کا لفظ ''فساد'' کے معنی میں آیا ہے جس کے ثبوت میں علامہ راغب اصفہانی نے یہ آیتِ قرآنی پیش کی ہے:

﴿وَقٰتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾

''ان (کفار) سے اس وقت تک لڑتے رہو یہاں تک کہ فساد نابود ہو جائے۔''④

فرماتے ہیں کہ فتنہ کا ایک معنی دین سے گمراہ کرنے کا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾

''دین سے گمراہ کرنے کا فساد قتل وخوں ریزی سے کہیں بڑھ کر ہے۔''⑤

① الأنبياء 22:21. ② المؤمنون 71:23، مفردات القرآن: 798/2. ③ القاموس المحيط: 335/10. ④ البقرة 193:2. ⑤ البقرة 191:2، ومفردات القرآن: 780,779/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا حیاتِ انسانی میں جنگ ناگزیر ہے؟

بقول ارسطو ''انسان ایک سماجی جانور ہے۔'' وہ تنہا زندگی بسر نہیں کر سکتا بلکہ سماجی طور پر مل جل کر رہنا اس کی فطرت ہے۔ظاہر ہے کہ جب وہ مل جل کر رہے گا تو انسانوں سے اس کے تعلقات بھی بڑھیں گے اور تعلقات جتنے زیادہ ہوں گے، مسائل بھی اسی نسبت سے بڑھیں گے۔ انسانی سماج فرشتوں کا معاشرہ تو ہے نہیں کہ اس کے افراد سے کوئی خطا اور گناہ سرزد نہ ہو۔ ہر زمانے میں انسانی سماج میں ایسے شر پسند افراد بھی رہے ہیں جو اپنے ابنائے جنس کو امن وسکون سے نہیں رہنے دیتے۔ وہ انسانیت اور اخلاقیات کی تمام حدود پھاند کر دوسروں کے حقوق غصب کرنا اور ان پر ڈاکا ڈالنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ ایسے نازک حالات میں اپنے حقوق کے تحفظ اور دفاع کے لیے نہ صرف وجۂ جواز بن جاتا ہے بلکہ مسلمان کے لیے تو فرض عین بن جاتا ہے کہ اپنے دفاعی اقدام کے ذریعے سے وہ ایسے سرپھروں کی عقل اور سوچ کو ٹھکانے لگا دے تاکہ امن پسند لوگ اطمینان وسکون کی زندگی بسر کر کے ان خدا داد صلاحیتوں کو پروان چڑھا سکیں جو معاشرے کی بقا ونمو اور اس کے ارتقا کے لیے ازبس ضروری ہیں۔

جنگ کی ضرورت اور اس کے ناگزیر ہونے کی بابت ایک غیر مسلم لکھتا ہے:

"War is a constituent element of the history of mankind."

''جنگ تاریخ انسانی کا عنصر ترکیبی ہے۔''[1]

اسی طرح کی بات جیمز جول نے لکھی ہے:

''دائمی اور مستقل عداوت لازمی طور پر لوگوں کے باہمی تعلقات میں گڑی ہوتی

[1] "Armed Forces as Power" by W.J. Goats, p.15, Exposition Press, New York, 1966.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور مخالفت و مخاصمت جس کا ہم ہر جگہ مشاہدہ کرتے ہیں، انسانی فطرت کی کجی کا نتیجہ ہوا کرتی ہے بلکہ دنیوی امور کا خلاصہ اور بذات خود زندگی کا منبع ہوتی ہے۔''[1]

جنگِ عظیم اول کے جرنیل فریڈرک وان برن ہارڈی نے جنگ اور فطرت میں تنازع للبقاء کے قوانین کے درمیان اسی قسم کے تعلق کو جوڑا ہے۔ وہ کہتا ہے:

''جنگ ایک حیاتیاتی ضرورت ہے اور اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ عناصر فطرت میں تنازع للبقاء۔ یہ تنازع للبقاء حیاتیاتی طور پر عناصر کو ٹھیک ان کے موزوں مقام پر رکھتا ہے اور عناصر کے مقام کی موزونیت خود عناصر کی طبعی حالت پر منحصر ہے۔''[2]

پیغمبر امن ﷺ اور جنگ

امن اور جنگ باہم دو متضاد الفاظ ہیں۔ قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک طرف تو پیغمبر، امن کا حامی اور داعی ہے لیکن اس کے پہلو بہ پہلو وہ جنگیں بھی لڑتا ہے جن میں قتل و غارت اور جانی نقصان بدیہی امور ہیں۔ جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ پیغمبر ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو تلوار اٹھانے کا ہرگز کوئی شوق نہیں تھا ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ﴾ ''قتال تم پر فرض کر دیا گیا ہے، حالانکہ وہ تمھیں ناپسند ہے۔''[3] بلکہ جنگیں ان پر فرض کی گئیں۔ آپ کی کتاب زیست کا ہر صفحہ اس بات پر شاہد عدل ہے کہ آپ نے کبھی بھی قتال و محاربت کی از خود ابتدا نہیں کی بلکہ دشمن کے مذموم مقاصد کو خاک میں ملانے اور

① "Europe Since 1870 : An International History" by James Joll, p. 164, Penguin Books, middlesex, 1990.

② "Man in Process" by M.F. Ashley Montague, p. 76,77, New York Publishing Co. 1961.

③ البقرة 2:216.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے دین حق کے تحفظ کے لیے جنگی اقدامات کیے۔ ذاتی تحفظ (Self-defence) ہر انسان اور قوم کا فطری اور بنیادی حق ہے۔ دنیا کا کوئی قانون یا رسم ورواج اس کی مخالفت نہیں کرتا۔ اللہ کا رسول صرف حق کی تبلیغ کے لیے نہیں آتا بلکہ حق پھیلانا اور اس کی بالادستی قائم کرنا بھی اس کے فرائض میں ہوتا ہے۔ وہ ﴿ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ﴾ ''تاکہ اسے (دین اسلام کو) تمام دینوں پر غالب کردے۔''[1] کی شان کا مظہر بن کر آتا ہے۔ ابتدا میں وہ مخالفین ومعاندین کی چیرہ دستیوں کو برداشت کرتا ہے۔ شب وروز اس کے مدنظر حق کے وضوح، ان کی حقانیت اور اس کی بالاستی کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے۔ اس اعلیٰ مقصد کے لیے اسے دار ارقم میں بھی ٹھہرنا پڑتا ہے۔ شعب ابی طالب میں کئی سال کی بھوک و پیاس اور قید و بند کی صعوبتوں کو بھی جھیلنا پڑتا ہے۔ طائف کے چوراہوں پر سنگ دلوں کی سنگ باری کا نشانہ بھی بننا پڑتا ہے۔ لیکن جب وہ حق کو الم نشرح کرنے کا فریضہ انجام دے چکتا ہے اور اتمام حجت ہو جاتی ہے تو پھر بدر و حنین، خندق و خیبر کے معرکوں میں وہ اپنی تلوار کو بھی بے نیام کرتا ہے تاکہ بد دماغوں کا دماغ درست کردے اور حق کا بول بالا ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ باطل قوتوں کے خلاف نبرد آزما رہیں اور ان سے خوف نہ کھائیں کیونکہ بالآخر باطل کے مقدر میں ہزیمت وشکست ہے اور حق کا بہر حال بول بالا ہونا ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ۝ ﴾

''جو لوگ ایمان لائے، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا، وہ طاغوت (باطل معبود) کی راہ میں لڑتے ہیں، چنانچہ تم شیطان کے دوستوں سے

[1] الصف 61:9

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لڑو، بے شک شیطان کی چال ہمیشہ بڑی کمزور رہی ہے۔"[1]

فی سبیل اللہ کی قید جو بار بار لگائی جا رہی ہے، بے معنی نہیں، بہت ہی پُر معنی ہے۔ درحقیقت یہ آیت سلسلۂ جہاد کی آیتوں میں سے ایک کلیدی آیت ہے۔ اس نے صاف صاف اسلامی جہاد کا فرق دنیا جہان کی تمام جنگوں اور جاہلی محاربات سے واضح کر دیا۔ اس نے وضاحت کے ساتھ بتا دیا کہ سچا مسلمان جب اپنے ابنائے جنس پر ہتھیار اٹھائے گا تو توسیعِ ملک کے لیے نہیں، قومی تفوق کے لیے نہیں، تجارتی منڈیاں قائم کرنے کے لیے نہیں، دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے نہیں، دوسروں پر اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے نہیں، رشک و ہوس اور جاہ پرستی کے جذبات سے متاثر ہو کر نہیں بلکہ دنیا کے بلند ترین مقصد، انسانیت کے برترین نصب العین، کلمۂ توحید کی برتری اور سربلندی کے لیے! رنگ اور نسل، مرزبوں، قوم، وطن اور قبیلہ کی عزت وحمیت پر کٹ مرنے والے، اسلامی نقطۂ نظر کی بلندی کو سمجھ بھی سکتے ہیں؟ اسلامی جہاد جب تک اسلامی جہاد رہا، کیا وہاں بھی کسی لشکر کے لیے ہزاروں من اور سیکڑوں ٹن شرابوں کی ضرورت پڑی؟ کیا اس لشکر میں بھی سوزاک اور آتشک کے سیکڑوں، ہزاروں مریض سپاہیوں اور افسروں کے لیے امراض خبیثہ کے مخصوص اسپتالوں کا انتظام کرنا پڑا؟ مسلمان سپاہی کے سینے میں تو یہ ایمان زندہ رہتا ہے کہ اسے ایک ایک قدم کا حساب دینا ہے۔ کبھی اس کا قدم ان گندے راستوں پر پڑ بھی سکتا ہے؟!"[2]

کیرن آرمسٹرانگ اپنی محوّلہ بالا کتاب میں لکھتی ہیں:

"اسلام ایسی جارحانہ جنگ کی اجازت نہیں دیتا جس میں انسانیت کی تباہی مقصود ہو۔ اسلام نے جنگ کے ناگزیر ہونے کو تسلیم کیا ہے۔ بعض اوقات جنگ

[1] النساء 4:76۔ [2] تفسیر ماجدی، النساء 4:76۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظلم وتعدی کے سدِّ باب کے لیے فرض عین بن جاتی ہے۔ قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ جنگ اپنی حدود میں رہ کر لڑی جائے اور جہاں تک ممکن ہو، اخلاقی اور انسانی اقدار کا پاس کیا جائے۔ محمد ﷺ کو نہ صرف کفارِ مکہ سے لڑنا تھا بلکہ اپنے علاقے کے یہودی قبائل اور ملک شام کے ان عیسائی قبائل سے بھی برسر پیکار ہونا تھا جو یہود سے ساز باز کر کے آپ ﷺ کے خلاف جارحانہ تدابیر کرتے تھے لیکن اس صورت حال میں محمد ﷺ نے ان اہل کتاب سے اغماض نہیں برتا (بلکہ ان پر پوری نگاہ رکھی)۔ جب آپ ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام زید کو عیسائیوں کے خلاف مسلمانوں کا امیر لشکر بنا کر بھیجا تو آپ نے انھیں فی سبیل اللہ مردانہ وار لڑنے کے ساتھ انسانی اقدار کی پاسداری کا حکم دیا۔ انھیں نہ تو پادریوں، راہبوں اور راہبات پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت تھی اور نہ ان ناتواں اور بے چاروں پر جو لڑنے کے قابل نہ ہوں۔ نہ تو امن پسند شہریوں کا قتل ہوگا اور نہ وہ کسی درخت یا عمارت ہی کو نقصان پہنچائیں گے۔''[1]

انسان دوستی اور احترامِ آدمیت کی بنیاد پر ان ہدایاتِ جنگ پر عمل پیرائی ہمیں آپ ﷺ اور آپ کے خلفائے راشدین اور بعد کے مسلمان ادوار میں بدرجہ اتم نظر آتی ہے جس کا خاکہ آنے والے صفحات میں دیا جا رہا ہے۔

قرآن حکیم کا مسلمانوں کو یہ حکم ﴿فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ط﴾ ''سو جب تک وہ (کفار) تمھارے لیے پوری طرح قائم رہیں تو تم ان کے لیے پوری طرح قائم رہو۔''[2] اس تابندہ حقیقت پر شاہدِ عدل ہے کہ مسلمانوں نے کبھی اپنے معاندین و مخالفین سے چھیڑ خانی کی ابتدا نہیں کی بلکہ وہ ہمیشہ اپنے خالق و مالک کے اس حکم کے

---

[1] "Holy war" by Karen Armstrong, p.25, MacMillan London Limited. 1988.

[2] التوبة 9:7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگے سرافگندا رہے۔ ظلم وعدوان، طغیان اور چھیڑ خوانی کی اگر ابتدا ہوئی ہے تو کفر والحاد کی جانب سے جس کا بروقت اور مؤثر جواب دینے سے دنیا کا کوئی ضابطۂ اخلاق انھیں نہیں روک سکتا۔

مندرجہ بالا بیانات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے جنگ کو مسلمانوں کے جان و مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کے لیے روا رکھا ہے۔ اسلام اس بات کو تو برداشت کر سکتا ہے کہ اس کی باجگزاری میں رہنے والے تمام مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذاہب اور عقائد پر آزادانہ طور پر کاربند رہیں لیکن اگر وہ مسلمانوں کی جان و مال، عزت وآبرو کے درپے آزار ہونے لگیں یا ان کے دینِ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنیں یا لوگوں کو اسلام سے برگشتہ اور بدظن کرنے لگیں تو اس صورت میں اسلام کی شمشیر خاراشگاف نیام میں رہنا نہیں جانتی اور سرپھروں کی سوچ وعقل کو ٹھکانے لگانا خوب جانتی ہے۔ محمد بن قاسم رحمہ اللہ کے ہاتھوں سندھ کی فتح کا پس منظر اور ایسی متعدد مثالیں اسلامی تاریخ کے صفحات کی زینت بن چکی ہیں۔

اسلام اعتدال اور امت وسط کا دین ہے، یعنی اس میں نہ افراط ہے اور نہ تفریط بلکہ اقتصاد اور درمیان کی راہ کا دین ہے۔ دشمن سے انتقام لیتے وقت مظلوم کا نفس جوشِ انتقام میں عموماً حد سے بڑھ کر خود ظالم بن جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے ایسے اشتعال کے موقعوں پر بھی جذبات قابو میں رکھنے، حسن ادب اور دشمن پر زیادتی نہ کرنے کی تاکید کی ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ﴾

''اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمھیں تکلیف دی گئی ہے۔''[1]

[1] النحل 126:16۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ اگر اسلام کو خواہ مخواہ شمشیر زنی اور خوں ریزی کا شوق ہوتا تو غیر مسلم بطور ذمی رعایا اسلامی حکومت کے زیرِ سایہ صدیوں تک امن و عافیت سے کیسے رہے؟ اس بات کا غیر مبہم اعتراف آرنلڈ جیسے غیر مسلم مصنف کو بھی ہے۔ مزید یہ کہ اگر اسلامی تعلیمات لڑنے مرنے اور فوجی بالادستی پر مشتمل ہوتیں تو اللہ رب العزت اپنے نبی ﷺ اور اس کے ماننے والوں کو دشمن سے صلح اور معاہدہ کرنے کی ترغیب کیوں دیتا، اگر مؤخر الذکر صلح پر آمادہ نظر آئے؟ چنانچہ حکم ہوا:

﴿وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾

''اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہو جائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔''①

اسی طرح سورۃ النساء میں ارشاد ہوا:

﴿فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا﴾

''اگر وہ تم سے کنارہ کشی اختیار کر لیں اور تمھارے ساتھ لڑنے سے باز رہیں اور تمھاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ نے تمھارے لیے ان پر زیادتی کا کوئی راستہ نہیں رکھا۔''②

اس آیت سے واضح ہوگیا کہ جو لوگ مسلمانوں سے نہ لڑیں اور ان کے ساتھ صلح و آشتی سے رہنا چاہیں، اگرچہ وہ کافروں کے مقابلے میں مسلمانوں کا ساتھ نہ بھی دیں تو ان سے لڑنا جائز نہیں ہے۔ اس تمام بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ اسلام نے صرف ہنگامی حالات میں تلوار اٹھانے کی اجازت دی ہے اور وہ بھی اللہ کی زمین پر اس کے قانون،

① الأنفال 8:61۔ ② النساء 4:90۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدل وانصاف اور امنِ عالم کے نفاذ کے لیے نہ کہ کسی دنیاوی اور ذاتی مفاد ومنفعت کے لیے۔ اس نقطۂ نظر سے اگر دیکھا جائے تو صاحب قرآن ﷺ اور ان کے پیروکاروں کی جنگیں بنی نوع انسان کے لیے رحمت اور مژدۂ جانفزا سے کم نہیں۔

انسانی جان کا تقدس اور احترام

اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کے تقدس اور احترام کو اساسِ معاشرہ بنایا ہے۔ جب تک کوئی شخص انسانی اقدار کی حدود پھلانگ نہیں جاتا اور حیات انسانی کا احترام ملحوظ رکھتا ہے، اس وقت تک اسے زندہ رہنے کے جائز اور فطری حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ قرآن حکیم میں حکم ہوا:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ﴾

''اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا مگر حق کے ساتھ۔'' [1]

تفسیر قرطبی میں ہے:

وَهٰذِهِ الْآيَةُ نَهْيٌ عَنْ قَتْلِ النَّفْسِ الْمُحَرَّمَةِ مُؤْمِنَةً كَانَتْ أَوْ مُعَاهَدَةً إِلَّا بِالْحَقِّ الَّذِي يُوجِبُ قَتْلَهَا

''یہ آیت اس شخص کے قتل کی ممانعت کر رہی ہے جسے اللہ نے محفوظ کر رکھا ہے، خواہ وہ مومن ہو یا معاہد (ذمی) ہو سوائے اس حق شرعی کے جس کی رو سے اس کا قتل کرنا واجب ہے۔'' [2]

انسانی جان کے تقدس و احترام کے ضمن میں ایک اور مقام پر ارشاد الٰہی ہوا:

﴿ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ

① الأنعام 6:151۔ ② تفسير قرطبي، الأنعام 6:151۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جَمِيعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ؕ﴾

"جس نے ایک جان کو کسی جان کے (بدلے کے) بغیر یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے اسے زندہ کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا۔"[1]

لفظ ﴿فَكَاَنَّمَآ﴾ قاتل کے فسق و فجور اور خبث باطن کی فطرت واضح طور پر بتا رہا ہے کہ اگر اس کا بس چلے تو تمام انسانوں کو موت کی نیند سلا دے۔ اسی طرح لفظ ﴿اَحْيَا﴾ کا مطلب موت اور اسباب موت سے بچا لینے کا ہے نہ کہ زندہ کرنا۔ یہی مضمون ایک صحیح حدیث میں عام قاعدے اور ضابطے کی صورت میں اس طرح آیا ہے:

«مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا كَانَ لَهُ أَجْرُهَا، وَمِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا»

"جس نے اچھا طریقہ جاری کیا اور اس پر عمل کیا گیا، اسے اس کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے ثواب کے برابر (مزید ثواب) ملے گا جو اس پر عمل کریں گے۔ ان (بعد والوں) کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس شخص نے برا طریقہ ایجاد کیا، پھر اس پر عمل کیا گیا، اسے اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کے گناہ کے برابر (مزید گناہ) ہوگا جو اس پر عمل کریں گے۔ ان (بعد والوں) کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔"[2]

اللہ رب العزت کا امت مسلمہ پر یہ خصوصی انعام اور لطف عمیم ہے کہ ان کے کسی گناہ

[1] المائدة 5:32۔ [2] سنن ابن ماجه، المقدمة، باب من سن سنة حسنة أو سيئة، حديث: 203۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی گنا شمار نہیں کرتا بلکہ وہ گناہ ایک ہی رہتا ہے جبکہ ان کی ایک نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا دیتا ہے جبکہ گناہ ایک ہی لکھا جاتا ہے۔ اس کے برعکس گناہ کی سزا اس کی مقدار (arithmetical progression) کے حساب سے دیتا ہے۔

جس قرآن کی تعلیمات سراسر احترام آدمیت اور ''جیو اور جینے دو'' کے سنہری اصول پر مبنی ہوں، کیا یہ ممکن ہے کہ وہ ہستی جس پر قرآن نازل ہوا، ان تعلیمات سے انحراف کرتے ہوئے اپنے متبعین کو ظلم واستبداد، استحصال، لاقانونیت اور اپنے ابنائے جنس کے امن وسکون کے فطری حق کو سبوتاژ کرنے کا سبق پڑھائے؟ یہ حال بالذات ہے، اس لیے کہ آپ کے خلق عظیم کا خود آپ کا خالق ومالک گواہی دے رہا ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝﴾

''آپ بلاشبہ اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں۔''[1]

نیز آپ کے خالق ومالک نے آپ کے سر پر رحمۃ للعالمین ہونے کا خوش منظر اور لازوال سہرا سجا کر آپ کو مبعوث فرمایا ہے۔ اور امّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان کے بموجب فَاِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ كَانَ الْقُرْاٰنَ ''نبی ﷺ کا خلق قرآن حکیم تھا۔''[2] یعنی آپ چلتا پھرتا قرآن تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ رحمت ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ مشرکین مکہ کے حق میں بددعا فرمائیں: آپ نے ارشاد فرمایا:

''مجھے تو رحمت ہی بنا کر بھیجا گیا ہے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا۔''[3]

انسان کے ذخیرۂ اخلاق میں سب سے زیادہ کم یاب اور نادر الوجود شے دشمنوں کی

① القلم 68 : 4۔ ② صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب جامع صلاۃ اللیل ......، حدیث: 746۔
③ صحیح مسلم، البر والصلۃ، باب النهي عن لعن الدواب وغيرها، حدیث: 2599۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایذا رسانیوں سے اغماض اور عفوو درگزر ہے۔ اپنے دشمنوں سے انتقام لینا، انسانی فطرت کا جز ہے لیکن یہ فطرت اور خصلت رحمتِ مجسم ﷺ کی سیرت طیبہ میں معدوم نظر آتی ہے۔ آپ نے اپنے خون کے پیاسے دشمنوں سے حسن سلوک، مثالی رواداری اور امن دوستی کا مظاہرہ پیش کر کے یہ ثابت کر دیا کہ آپ ہر جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد نبی ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے متعلق کیا خوب لکھتے ہیں:

''مظلومی میں صبر، مقابلے میں عزم، معاملے میں راست بازی اور طاقت و اختیار میں درگزر تاریخِ انسانیت کے وہ نوادر ہیں جو کسی ایک زندگی کے اندر اس طرح کبھی جمع نہیں ہوئے۔''[1]

قرآن حکیم کے مذکورہ اعلانات اور نبیِ رحمت ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطالعے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ اللہ کا یہ رسول ﷺ امن و آشتی کا پیغمبر ہے، جنگ وجدل اس کا شیوہ نہیں بلکہ صلح اور بقائے باہمی اس کا شعار ہے۔

آنے والے صفحات میں ہم ان حقائق کو تاریخ اور تحقیق کے میزان میں رکھ کر اس بات کو بہ توفیق الٰہی ثابت کریں گے کہ آپ کی ذاتِ ستودہ صفات کے خلاف مغرب کا پروپیگنڈا کہ اسلام اکناف عالم میں بزور شمشیر پھیلا محض ضد اور تعصب پر مبنی ہے اور حقیقت نام کی چیز کو اس میں قطعاً دخل نہیں۔

پیغمبر رحمت کے خلاف دشمنانِ اسلام کا اوچھا پروپیگنڈا

دنیائے مسیحیت میں مستشرقین کی بحث و تحقیق اور ان کی تحریروں کا نچوڑ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف زہر میں بجھے ہوئے سب وشتم کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جس میں

[1] رسولِ رحمت از ابوالکلام آزاد، ص: 439.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلیسا کی دینی اور مذہبی شخصیات کے علاوہ غیر دینی اور لا مذہبی افراد بھی برابر کے شریک رہے ہیں اور بُغض وعناد کا یہ بھڑکتا ہوا شعلہ ابھی تک اپنی لو دینے میں کم نہیں ہوا۔

پیغمبر اسلام ﷺ اپنے خون کے پیاسے دشمنوں سے عفوو درگزر جیسے عظیم اور فقید المثال کردار کے حامل ہونے کے باوجود یورپی ناقدین کے بے سروپا الزامات واتہامات کا ہدف بنے رہے ہیں۔ ان متعصب مستشرقین کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ اسلام کی خوبیوں اور ذاتی محاسن کی بدولت لوگ مسلمان نہیں ہوئے بلکہ ایک مستبدانہ اور قاہرانہ قوت سے اسلام کی حقانیت کو منوایا گیا ہے اور اسی جبر واکراہ نے مرورِایام کے ساتھ رضا ورغبت کا لباس پہن لیا ہے۔ اسی موقف کو بنیاد بناتے ہوئے ان بدطینتوں نے نبیِ برحق ﷺ پر جبر واستبداد، جنگ جوئی، خوں خواری اور اشاعت اسلام بزور شمشیر کے الزمات واتہامات لگانے میں ذرا بھی تردد سے کام نہیں لیا اور جہاد کو قتل وغارت گری اور خونخواری سے تعبیر کیا۔ ان مستشرقین کے سرخیل مندرجہ ذیل ہیں:

1	سر ولیم میور (1819-1905ء)	Sir William Muir
2	گولڈز یہر (1850-1921ء)	Goldziher
3	سٹینلے لین پول (1854-1931ء)	Stanley Lane -Poole
4	ڈی ایس مارگولیتھ (1855-1940ء)	D.S. Margoliouth
5	ولیم منٹگمری واٹ (1909-1979ء)	W. Montgomery Watt

سر ولیم میور ایک متعصب عیسائی مستشرق ہے۔ ایک جگہ وہ اسلام کی اخلاقیات کا جائزہ پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”ہجرت سے پہلے محمد ﷺ بانگ دہل کہتے تھے کہ مذہب میں کوئی جبر نہیں لیکن جونہی انھوں نے قوت حاصل کی تو تلوار نکال لی جسے پھر واپس نیام میں نہیں رکھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا اور ان کے پیروکار بھی انھی کے نقش قدم پر چلتے رہے۔“[1]

گولڈزیہر یہودی مستشرق ہے۔ دیگر مستشرقین کی طرح اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف اس کا تعصب اور عناد کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ مسلم دنیا میں وہ اسلام دشمنی اور علمی خیانت کی وجہ سے بدنام ہے۔ وہ پیغمبر رحمت ﷺ کی مدنی زندگی کے متعلق رقم طراز ہے:

”محمد ﷺ نے ایک دم اپنا رخ ان اطراف کی طرف کیا جن کا تعلق دنیا سے تھا، چنانچہ وہ دنیا میں تلوار لے کر وارد ہوئے۔ انھوں نے جنگ کا بگل بجایا اور اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے ان کی تلوار سے خون ٹپکنے لگا۔ اپنے مشن کی نمایاں کامیابی جس نے سرزمین عرب کی سیاسی فضا کو یک دم بدل ڈالا اور جس سلسلے میں انھوں نے لیڈر اور رہنما کا کردار ادا کیا، انھوں نے جنگ کا جو بگل بجایا، وہ حقیقی تھا۔ انھوں نے اسلامی جنگوں کا ایک نیا نقشہ اپنی مملکت میں پیش کیا اور یہی ان کے کردار کا ماحصل ہے۔“[2]

برطانوی مستشرق سٹینلے لین پول جس کی اسلام دشمنی سے ہر کہ ومہ بخوبی واقف ہے، اس خانہ ساز مفروضے کو اس طرح بیان کرتا ہے:

”اسلام نے اس وقت مستقل اور عالمگیر دین کی حیثیت اختیار کی جب اس نے زرہ پہنی اور جنگجو دین بنا۔“[3]

اسی طرح ڈی ایس مارگولیتھ اپنی کتاب میں رقم طراز ہے:

---

① "Mohamed and Islam" by Sir William Muir P. 228.

رسول اکرم ﷺ اور رواداری از ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، ص:209.

② "Introduction to Islamic Theology and Law" by Goldziher , P. 23. Princeton "University press, 1981.

③ "The Moors in Spain" by Stanley Lane Poole,p. 51, Publishers: T.Fisher Union, Ltd., london, 1920.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اسلام ہجرت کے آٹھویں سال میں تلوار کے زور سے پھیلایا گیا۔''①

مستشرق ولیم منٹگمری واٹ واقعات وحقائق کو توڑ مروڑ کے پیش کرنے کا عادی ہے جس سے حقیقت مستور ہو کے رہ جاتی ہے۔ وہ نبیِ اکرم ﷺ کی مدنی زندگی کو غارت گری اور جہاد کو ڈاکا زنی اور لوٹ مار کا نام دے کر بڑے ہی مکر وفریب کے ساتھ جہاد اسلامی کی روح مسخ کرنے میں کیسا نڈر ہے! وہ لکھتا ہے:

''محمد ﷺ جب 622ء میں مدینہ گئے تو مہاجرین میں سے چند ایک ان قبائلی ڈاکوں میں مصروف ہوگئے۔ غالبًا اس کا مقصد اوروں کو ترغیب دینا تھا تاکہ وہ بھی ان ڈاکوں میں شمولیت اختیار کریں جسے قرآن نے اللہ کے راستے میں جہاد قرار دیا ہے۔''②

لبنانی مستشرق فلپ کے ہٹی دین اسلام کو جنگجو یانہ دین قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

''اسلام نے ثابت کر دکھایا کہ جسے دنیا تسلیم کرتی آئی ہے کہ یہ ایک جنگجو یانہ سیاست پر مبنی دین ہے۔''③

تعجب تو اس بات پر ہے کہ رواداری اور امن عالم کی پرچارک نام نہاد ''مہذب'' دنیا کی پیشوا ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی اعلیٰ ترین عدالت سپریم کورٹ میں تاریخ عالم کی عظیم ترین قانون دہندہ ہستیوں کو ایک حجری تصویر میں دکھایا گیا ہے جس میں ختمی مرتبت ﷺ کو ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار تھامے دکھایا گیا ہے۔ مذکورہ سپریم کورٹ کی داخلی دیوار پر حضرت موسیٰ اور سلیمان علیہ السلام، کنفیوشس اور شارلیمان جیسی

① "Mohammadanism and the Islamic world" by D.S. Margoliouth, p.9, Deep Publishers, Delhi, 1988.

② "Islamic Surveys" by W. Montgomery Watt, p. 56, Edenburgh University Press, 1972.

③ "History of the Arabs" by Philip Khuri Hitti, p.117, Hong Kong, 1970.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیگر قانون دہندہ شخصیات کے ساتھ پیغمبر امن ﷺ کی یہ خود اختراعی قیاسی تصویر 1933ء سے تاحال آویزاں ہے۔[1]

ان حوالہ جات سے جہاں مغرب کی مسیحی دنیا کی علمی و تاریخی خیانت کا ثبوت ملتا ہے، وہاں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف ان کے معاندانہ رویے اور ''خدا واسطے کا بیر'' بھی واضح ہو جاتا ہے۔

آیئے! ایک غیر جانبدار محقق کی حیثیت سے معاملے کی تہ تک پہنچیں اور دیکھیں کہ کفر کے اپنے وڈیروں نے حقیقت حال سے کیسے پردہ اٹھایا ہے، اس لیے کہ مزہ تب ہے جب اپنوں کے علاوہ بیگانے بھی عظمت وفضیلت کے معترف ہوں!

اکابر مستشرقین کے اعترافات

حقیقت کو ہزاروں اور لاکھوں پردوں میں مستور کر کے اہل دنیا کو جس طرح بھی کذب بیانی کی صداقت باور کرائی جائے، حقیقت بہرحال حقیقت ہی رہتی ہے اور کاغذ کے پھولوں سے کبھی سچی خوشبو نہیں آ سکتی۔ رب ذوالجلال والاکرام نے ہر دور میں اپنے دین اسلام کی صداقت اور پیغمبر اسلام ﷺ کی آن کی حفاظت فرمائی ہے اور اس طرح آپ ﷺ سے کیا ہوا وعدہ ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط﴾ ''اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے بچائے گا۔''[2] ایفا کیا ہے جو آپ ﷺ کی ہر قسم کی حفاظت کو محیط ہے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(1) رسول اکرم ﷺ اور رواداری از ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، ص 210۔ (2) المائدۃ 5:67۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دشمنان اسلام کی منہ زوری اور ان کی ہرزہ سرائی روکنے کے لیے ذیل میں مندرجہ بالا الزامات کی لغویت کے اعتراف میں چند اکابر مستشرقین کے حوالے پیش کیے جاتے ہیں، اس شعری حقیقت کے ساتھ کہ

وَمَلِيحَةٌ شَهِدَتْ لَهَا ضَرَّاتُهَا

وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ

''اصل سہاگن تو وہی ہے جس کے حسن و جمال کی اس کی سوکنیں بھی معترف ہوں اور فضیلت حقیقی تو اس بات میں ہے کہ دشمن بھی جس کی گواہی دیں۔''

مشہور فرانسیسی دانشور میل در منگھم اسلام کے تاریخی حقائق کی غتر بود پر یوں نوحہ کناں ہے:

''مسلمانوں اور عیسائیوں کی جنگ شروع ہوتے ہی دونوں فریقوں میں بدگمانی کے شعلے بھڑک اٹھے۔ یہ آگ دن بدن تیز ہوتی گئی اور اہل مغرب نے اپنے دامن سے ہوا دے کر اسے اور بھی مشتعل کر دیا، حتی کہ

① مغربی مصنفین تحقیق کیے بغیر اسلام پر الزام تراشی میں حد سے بڑھ گئے۔

② ان مصنفین کے ساتھ مسیحی شاعروں نے بھی مسلمانان اندلس پر ناروا انداز میں تنقید کی۔ ان شاعروں نے (حضرت) محمد (ﷺ) کو (معاذ اللہ) لٹیرا، رہزنوں کا سردار، ریاکار، عیاش، ہوس ناک اور جادوگر کہنے میں بھی باک نہ کیا۔

③ بعض مغربی اہل قلم نے (حضرت) محمد (ﷺ) کو ایسے رومی راہب سے تشبیہ دی ہے جو اپنے لیے پوپ کا مقام حاصل نہ کر پانے کی وجہ سے مخلوق خدا پر پھر اٹھا ہو۔

④ ایک ایسے ہی صاحب قلم نے (حضرت) محمد (ﷺ) پر ایسا خدا بن بیٹھنے کا افترا باندھا جس (خدا) کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے اس کے پیرو انسانوں کی قربانی پیش کرتے۔''[1]

[1] حیاتِ محمد ﷺ از محمد حسین ہیکل، ص: 16۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح مغربی دانشور J.J.Saunders لکھتا ہے:

''اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ پیغمبر عربی ﷺ کو عیسائیوں نے کبھی ہمدردی اور توجہ کی نظر سے نہیں دیکھا جن کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شفیق ہستی ہی مثالی رہی ہے۔ صلیبی جنگوں سے آج تک حضرت محمد ﷺ کو متنازعہ لٹریچر میں بطور ڈکٹیٹر پیش کیا گیا ہے۔ ان کے متعلق بیہودہ کہانیاں پھیلائی گئیں اور ایک طویل عرصے تک ان کہانیوں پر یقین کیا جاتا رہا۔''[1]

اس قسم کی تصویر کشی میں دنیائے کلیسا کے حصہ داروں میں سے سب سے زیادہ قابل ذکر نام جان (John) کا ہے۔ اس بدبخت نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف دشمنی، نفرت اور سب وشتم کا شرمناک سلسلہ شروع کیا۔ یہی وہ پہلا عیسائی مشنری ہے جس کا تیار کردہ لٹریچر ازمنہ وسطیٰ سے عہد حاضر تک مغرب کی عیسائی دنیا (مستشرقین) کے لیے بنیادی ماخذ کا کام دیتا ہے۔[2]

نثار احمد اپنے مقالہ بہ عنوان ''مطالعہ سیرت اور مستشرقین'' میں لکھتے ہیں:

''جان (John) کے بعد آنے والے ازمنہ وسطیٰ کے تمام اہل قلم نے بھی جان (John) کے تتبع میں تصویر رسول ﷺ کے "Image" کو خوب بگاڑا، ان پر بے سروپا الزامات واتہامات لگائے اور چبائے ہوئے نوالوں کو پھر سے چبالیا۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ ان کے ماخذ کم وبیش یکساں تھے، اس لیے بھی انھوں نے سیرت پر قلم اٹھایا تو نظم ہو یا نثر، دونوں میں سیرت ختم الرسل ﷺ کو افراط وتفریط کے سانچوں میں ڈھال کر محض خیال وقیاس کے سہارے پیش کیا۔ اس تفصیل کا مدّعا یہ ہے کہ ظہور اسلام کے بعد کی کئی صدیوں تک بھی مسیحی نفرت وعداوت کی آگ

① "A History of Medieval Islam" by J.J. Saunders,p.34, 35, London, 1965.

② تجلیات سیرت از ڈاکٹر حافظ محمد ثانی: ص 23.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی اور اہل مغرب پیغمبر اسلام کو بدستور (نعوذ باللہ) دہشت گرد قرار دیتے رہے کہ اتنے میں صلیبی جنگوں کے طویل سلسلے نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ صلیبی جنگوں میں صلیب سرنگوں ہوگئی اور تمام تیاریوں کے باوجود دنیائے اسلام کو زک پہنچانے کا منصوبہ ناکام ہوا اور انھوں نے دیکھ لیا کہ میدان جنگ میں رسد، کمک اور سامان جنگ کی فراوانی کے باوجود وہ مسلمانوں کا کچھ زیادہ نہیں بگاڑ سکے تو پھر انھوں نے کمال عیاری سے اسباب و وسائل اور حکمت عملی کو یکسر بدل ڈالا اور گویا فیصلہ کر لیا کہ جنگ جیتنے کے لیے نیا ترکش، نئے تیر استعمال کیے جائیں اور گرم جنگ نہ سہی، سرد جنگ میں ہی مسلمانوں کو زیر کیا جائے۔ اس طرح علم و تحقیق کے بھیس میں معنوی اسلحہ سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں مہمل خیالات، بے سروپا قصے کہانیاں، بے ہودہ الزمات واتہامات اور تشکیک و تذبذب کے بیج بو کر خرافات کا ایسا جنگل اگا دیا جسے کاٹنا آسان نہ تھا۔'' ①

اس ناقابل تردید تاریخی حقیقت کا اعتراف مغربی دنیا کے سخت متعصب اور دریدہ دہن مستشرق منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) کو بھی ہے جو اپنی کتاب "What is Islam?" کے صفحات 2,1 پر لکھتا ہے:

''مشکل یہ ہے کہ ہم اس گہرے تعصب کے وارث ہیں جس کی جڑیں ازمنہ وسطی کے جنگی پراپیگنڈے میں پیوست ہیں۔ اب اس کا وسیع پیمانے پر اعتراف کیا جانا چاہیے۔ تقریباً آٹھویں صدی عیسوی سے عیسائی یورپ نے اسلام کو اپنا عظیم دشمن سمجھنا شروع کیا جو عسکری اور روحانی دونوں حلقۂ اثر میں اس کے لیے

① مطالعہ سیرت اور مستشرقین از نثار احمد۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطرہ تھا۔ اسی مہلک خوف کے زیر اثر عیسائی دنیا نے اپنے اعتقاد کو سہارا دینے کے لیے اپنے دشمن کو ممکنہ حد تک انتہائی ناپسندیدہ نظروں سے پیش کیا۔ بارھویں اور تیرھویں صدی عیسوی میں تراشا گیا اسلام کا تصور اہل یورپ کی نظر اور سوچ پر غالب رہا ہے۔''[1]

یہی مستشرق اپنی کتاب ''Muhammad at Mecca'' میں لکھتا ہے:

''تاریخ کی عظیم ترین شخصیات میں سے مغرب میں محمد (ﷺ) کی سب سے کم پذیرائی ہوئی ہے۔ مغربی مصنفین آپ (ﷺ) کے بارے میں بدترین چیز پر بھی یقین کرنے کو تیار رہتے ہیں اور جہاں کہیں اپنے فعل کی قابل اعتراض توجیہ ممکن دکھائی دیتی ہے، فوراً اسے ایک حقیقت تسلیم کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔''[2]

نامور امریکی مؤرخ ''S.P.Scott'' اس حقیقت کا اعتراف یوں کرتا ہے:

''موروثی تعصّبات کی بنا پر، تمام الٰہیاتی عقیدوں میں سے کسی کو بھی اس قدر جہالت اور بے انصافی کا ہدف نہیں بننا پڑا جتنا اسلام کے اصولوں کو بننا پڑا۔ تیرہ صدیوں تک اس مذہب کے بانی کو (معاذ اللہ) بہروپیا کہا جاتا رہا، ان کے مقاصد پر اعتراضات کیے گئے، ان کے کردار سے ہر وہ برائی منسوب کر دی گئی جو انسانیت کے لیے باعث تذلیل اور بلاخیز ہے۔ بے اندازہ لغویات اور بدترین بہیمیت کو ان کی تعلیمات سے منسوب کر دیا گیا اور کلیسائی عداوت اور خبث باطن نے اپنے حریف کے کردار کو بدنما کرنے میں اپنے تمام وسائل صرف کر دیے۔''[3]

① شانِ رسالت میں گستاخی کی بحث کا تنقیدی جائزہ از ظفر علی قریشی، ص:39.

② "Muhammad at Mecca" by Montgomery Watt,p. 52, Oxford, 1953.

③ "History of Moorish Empire in Europe" by S.P. Scott,p.58,59, Philadelphia, 1904.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سی ایچ بیکر اپنی کتاب ''عیسائیت اور اسلام'' میں یوں معترف ہے:

''یہ نظریہ کہ محمد (ﷺ) اور ان کے بعد آنے والے مسلمان فاتحین عیسائیت کے خلاف ایک جنونی جذبے سے پُر تھے، عیسائیوں کا گھڑا ہوا محض ایک افسانہ ہے۔''①

① "Christianity and Islam" by C.H. Becker, p. 32-33, London, 1909.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دشمنوں کے الزامات کا جواب ان کے اپنے وڈیروں کی زبانی

① پروفیسر آرنلڈ نے اپنی کتاب میں ''جہاد'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

''قرآن میں کہیں کوئی ایسی آیت نہیں جس میں کسی بھی طرح جبری تبدیلیٔ مذہب کا حکم پایا جائے۔''①

پروفیسر موصوف اس سے پہلے اسی کتاب میں یہ اعتراف بھی کر چکے ہیں:

''روئے زمین کے اس قدر وسیع حصے میں اسلام کی اشاعت کی کئی معاشرتی، سیاسی اور مذہبی وجوہ ہیں مگر اس کامیابی کی سب سے ٹھوس وجہ مسلمان مبلغین کی حد درجہ کوششیں ہیں، چنانچہ انھوں نے کفار اور مشرکین کو دائرہ اسلام میں لانے میں اپنی توانائیوں کو بے دریغ صرف کیا۔''②

وہ مزید لکھتے ہیں:

''اگر اسلام کے تبلیغی جوش کا ثبوت تلاش کرنا ہو تو اسے کسی جابر شخص کی ایذا رسانی یا متعصب آدمی کے غیظ وغضب میں ڈھونڈنا بے کار ہے۔ اسی طرح مسلم مجاہد کی وہ خیالی تصویر بھی خالی از حقیقت ہے جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن دکھایا گیا ہے۔ اسلام کی صحیح روح کا مظہر وہ مسلمان مبلغ تاجر ہیں جنھوں نے

① "The Preaching of Islam" by T.W. Arnold, p. 426, London, 1913.

② "The preaching of islam" by T.W arnold,P.7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے دین کو روئے زمین کے ہر خطے میں پہنچایا۔ تبلیغِ دین کے یہ پُرامن طریقے صرف اس زمانے میں اختیار نہیں کیے گئے جبکہ سیاسی حالات نے جبر میں اکراہ کے استعمال کو ناممکن یا خلاف مصلحت بنادیا تھا بلکہ قرآن کی متعدد آیات میں ایسے پُرامن طریقوں کی سخت تاکید کی گئی ہے۔''[1]

اسی کتاب کے باب دوم میں وہ لکھتے ہیں:

''غرض کہ اسلام ابتدا ہی سے ایک تبلیغی دین رہا ہے جس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں کو مسخر کر کے ان کو اپنا حلقہ بگوش بنایا جائے اور اسلامی برادری میں شامل کیا جائے۔ اسلام کا جو طریق کار شروع میں تھا، اسی طریق کار پر وہ اب تک قائم ہے۔''[2]

باب سوم میں ''عیسائیت کو چھوڑنے کے اسباب'' کے عنوان سے انھوں لکھا ہے:

''اس مذہبی آزادی کے پیش نظر جو مسلمان حکام نے عیسائی رعایا کو اپنی حکومت کے ابتدائی دور میں عطا کر رکھی تھی، اس عام خیال کو قبول کرنا دشوار ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے اور ہم جبر واکراہ کی بجائے، ان اسباب کو تلاش کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جو ان کے تبدیلی مذہب کا موجب بنے۔''[3]

② ہندوستان کے اسی صدی کے ایک نامور لیڈر مہاتما گاندھی نے مغربی دنیا کے اہل کلیسا کی انھی بے انصافیوں پر بانگ دہل یہ بیان دیا:

''میں کسی ایسی ہستی کی سوانح کی تلاش میں تھا جس نے بنی نوع انسان کے کروڑوں دلوں پر غیر متنازعہ مشفقانہ قبضہ کر رکھا ہو اور بالآخر میں اس حقیقت کا

① "The preaching of islam" by T.W arnold,P.9.
② "The preaching of islam" by T.W arnold,P.49.
③ "The preaching of islam" by T.W arnold,P.73.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائل ہو گیا کہ یہ تلوار نہیں تھی جس نے اس زمانے میں کارزارِ حیات میں اسلام کے لیے جگہ بنائی ہو بلکہ یہ پیغمبر اسلام (ﷺ) کی انتہائی سادگی، جان نثاری، ایثار، معاہدوں کی پابندی کی ذمہ داری، آپ کی امانت و دیانت، خدا خوفی، بے باکی، اپنے خدا پر مکمل بھروسہ اور اپنے مشن کی صداقت پر یقین جیسی حقیقتیں تھیں۔ انھی تابندہ حقیقتوں نے اپنے سامنے ہر رکاوٹ کو تسخیر کر لیا نہ کہ تلوار نے۔"[1]

③ یورپی سیرت نگار "R.V.C.Bodley" نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

"جہاد کی تعلیم کی بابت حضرت محمد ﷺ پر اکثر و بیشتر ناروا الزامات لگائے گئے ہیں۔ ان سیرت نگاروں نے جو آپ ﷺ کو (معاذ اللہ) جھوٹا نبی سمجھتے ہیں، یہ ظاہر کیا ہے کہ مذہبی جنگ کا پرچار آپ ہی نے کیا ہے۔ ایسا کرنے میں وہ لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ ازمنہ قدیم سے جنگوں کا اصل یا ثانوی محرک زیادہ تر مذہب ہی رہا ہے۔ اگر آپ نے زبور اور تورات کا مطالعہ کیا ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا کہ دو ہزار سال قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی جنگیں لڑی تھیں اور وہ علاقے قریش سے ہونے والی جنگ کے علاقے سے کچھ زیادہ دور نہ تھے۔ اگر اور آگے جاتے تو آپ کو پتہ چلتا کہ اسرائیلی بادشاہوں نے مذہب کے نام پر جنگیں لڑنے کے سوا اور کوئی کام ہی نہیں کیا۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہوتا کہ ان جنگوں میں کس قدر قتل عام ہوا تھا۔ آپ کی اپنی جنگوں میں زخمیوں اور مقتولین کی تعداد ان کے مقابلے میں اتنی ہی لگتی ہے جیسا کہ فٹ بال کے میدان میں ایک دو حادثے ہو جائیں۔"[2]

---

① ہفت روزہ "لائٹ" لاہور، 16 ستمبر 1924ء۔

② محمد رسول اللہ "The Messenger" از آر وی سی باڈلے، ص: 262۔ ترجمہ و تلخیص: محمد علی چراغ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ جان بیگٹ گلب نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں واضح حقائق جاننے کے بعد سیرت پاک پر ایک کتاب لکھی جس میں ایک جگہ اس نے لکھا ہے:

''مسلمانوں کا قریش کے تجارتی قافلوں کو ان پر سیاسی دباؤ ڈالنے کی غرض سے روکنا ایک غیر حقیقی بات ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ محمد ﷺ اپنے زمانے کے بدوؤں کی طرح (معاذ اللہ) خونخواری اور لوٹ مار کے قائل تھے اور اسی وجہ سے انھوں نے خونخوار عربوں کے طریقوں کو رواج دیا، محض افترا ہے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ پیغمبر (ﷺ) کے متعارف کردہ طریقے ان کے اپنے تھے اور بدوی طریقہ ہائے جنگ سے ان کا ذرہ بھر بھی تعلق نہ تھا۔''[1]

⑤ کیرن آرمسٹرانگ اپنی کتاب میں لکھتی ہیں:

''اسلام کو تلوار کے دین کا لیبل لگا کر بدنام کیا گیا۔ ایک ایسا دین جس نے تشدد اور عدم رواداری کو مقدس بنا کر روحانیت حقیقی کو ترک کر دیا ہو، یہ ایک ایسا مفروضہ ہے جس نے قرون وسطی سے مغربی عیسائی دنیا میں اسلام کو ذلیل کر دیا ہے۔ اگرچہ اس زمانے میں عیسائی مشرق وسطی میں اپنی جنگوں میں مصروف تھے جنھیں وہ ''مقدس جنگوں'' کا نام دیتے تھے۔ آج عام پڑھی جانے والی کتابوں اور ٹیلیویژن پروگراموں میں اسلام کو عموماً "Rage of Islam, Sacred Rage or Holy Terror" کے القاب سے متعارف کرایا جاتا ہے جبکہ یہ حقیقت سے اغماض اور اسے توڑ مروڑ کے پیش کرنا ہے۔ مغرب میں ہم لوگ محمد (ﷺ) کو آقائے حرب و جنگ کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ ایسا آقا جس نے دنیا پر اس کے نہ چاہنے کے باوجود اسلام کو بزور شمشیر مسلط کرنے کے لیے اپنی تلوار چمکا رکھی ہو۔

① "The Life and Times of Muhammad" by John Bagot Glubb, p.201, Publisher: Stein and Day, N.York 1970.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ محمد ﷺ اور شروع دور کے مسلمان اپنی حیات کی بقا کی جنگ لڑ رہے تھے اور انھوں نے دنیا کو ایسا پر امن نظام عطا کرنا تھا جس کے حصول میں (مناسب) تشدد ناگزیر تھا، اس لیے صلاح پر مبنی کوئی بھی سماج اور سیاسی انقلاب خونریزی کے بغیر برپا نہیں ہوسکتا۔ چونکہ محمد ﷺ افراتفری اور لاقانونیت کے دور میں رہ رہے تھے، لہٰذا امن و آشتی کو بزور شمشیر ہی حاصل کیا جا سکتا تھا۔ امتِ مسلمہ اب اس قابل ہوگئی تھی کہ اہل عرب کے جبر واستبداد کا بے جگری سے مقابلہ کر کے اس کا استیصال کر دے۔''

مزید لکھتی ہیں:

''قرآن نے مدنی مسلمانوں کو جہاد پر برانگیختہ کیا جس کا مطلب لڑنا مرنا اور خون بہانا ہوسکتا تھا۔ ج۔ھ۔د، کے مادّے میں ''مقدس جنگ'' سے بھی وسیع معنی ہیں اور یہ جسمانی، اخلاقی، روحانی اور ذہنی ہر طرح کی جدوجہد کا نام ہے۔ عربی زبان میں حرب، سریہ، معرکہ اور قتال جیسے بہت سے الفاظ مسلح جنگ کے لیے مستعمل ہیں اور اگر مقصود خونریزی ہوتا تو قرآن ان الفاظ کو بآسانی استعمال کر سکتا تھا۔ جہاد دین اسلام کے پانچ ستونوں میں سے نہیں ہے جیسا کہ مغرب میں سمجھا جاتا ہے بلکہ یہ مسلمانوں پر ایک ایسے فریضے کے طور پر عائد کیا گیا ہے کہ وہ کارزار حیات کے تمام محاذوں پر بالکل چوکس رہیں تاکہ ایک منصفانہ، فلاحی اور خوشگوار معاشرے کی تشکیل کی جا سکے جس میں بے سہارا اور مفلوک الحال لوگوں کا استحصال نہ ہو سکے۔''[1]

⑥ مئی 1955ء کے ریڈرز ڈائجسٹ (امریکی ایڈیشن) میں ہمیں جیمز مائیکنر کا یہ بیان

[1] "MuhammadA Biography of the Prophet" by Karen Armstrong, p.164,168,1st. US edition, Harper... San Francisco, 1992.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملتا ہے:

’’اہل مغرب میں ہمیں یہ عام تاثر ملتا ہے کہ اسلام نے اپنے آپ کو بزور شمشیر منوایا ہے لیکن عہد حاضر کا کوئی بھی سکالر اس بات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں اور قرآن خود واضح طور پر آزادیِ ضمیر کی حمایت کرتا ہے۔ اس بات کی ٹھوس گواہی موجود ہے کہ اسلام نے مختلف مذاہب کے لوگوں کو خوش آمدید کہا جب تک کہ ان کا رویہ درست رہا اور وہ حکومت وقت کو جزیہ ادا کرتے رہے۔ محمد ﷺ کی مستقل تعلیم یہی تھی کہ وہ اہل کتاب (عیسائیوں اور یہودیوں) کے ساتھ تعاون کریں۔ یہ بات مسلّم ہے لیکن مسلمانوں اور عیسائیوں یا مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین بسا اوقات جنگیں ہوئیں اور ان جنگوں میں عادت قدیم کی رو سے اختیار کیے گئے تشدد کے متعلق قرآن میں آیات موجود ہیں لیکن یہ ثبوت وزنی حد تک موجود ہے کہ اہل کتاب کو عموماً حسن سلوک دیا گیا، انھیں ان کی منشا کے مطابق عبادت گاہوں اور مذہبی آزادی دینے کے معاملے میں فیاضی سے کام لیا گیا۔‘‘[1]

⑦ ڈاکٹر موریس بوکائے اپنی مشہور کتاب میں رقم طراز ہیں:

’’اہل مغرب میں اسلام کے متعلق سراسر غلط بیانات بعض اوقات جہالت اور بعض اوقات ایک منظّم تخریب کاری کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ قد آور اور مستند اہل علم و فضل کی جانب سے ایسے خلافِ حقیقت بیانات واقعی پریشانی کا موجب ہیں۔‘‘[2]

① Article "Islam -- The Misunderstood Religion" by James A. Michener, appearing in the "Reader's Digest" (American Edn.) of May, 1955.

② "The Bible, the Qur'an and Science" by Dr. Maurice Bucaille, p.110,111; Progressive Books, 4-B, Urdu Bazar, Lahore.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے ایس ٹریٹن لکھتا ہے:

⑧ ''مسلمان مجاہدین کو ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار تھامے ہوئے دکھانے کی تصویر کشی بالکل غلط اور حقائق کے خلاف ہے۔''[1]

ڈنکن گرینلیس رقمطراز ہے:

⑨ ''اس مذہب کی احترام آدمیت اور فیاضانہ رواداری جو اسے منزل من اللہ ہونے کے ناتے سے تمام مذاہب عالم پر فوقیت بخشتی ہیں، انسانیت کے لیے ہمیشہ عظیم الشان میراث رہیں گی اور انھی کی اساس پر ایک مکمل واکمل مذہب عالم کی بنیاد تعمیر کی جا سکتی ہے۔''[2]

⑩ ''انجام کار یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اسلام انتہائی رواداری کا دین ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ بات اسلام کے خلاف متعصب دنیا کو حقائق کے خلاف معلوم ہو جنھوں نے بالخصوص عیسائی مشنریوں کے تتبع میں اسلام کے خلاف دریدہ دہنی کا شرمناک سلسلہ شروع کیا۔''[3]

ایڈورڈ گبن لکھتا ہے:

⑪ ''تمام مذاہب کو بزور شمشیر صفحۂ ہستی سے مٹانے کا انتہائی نقصان دہ مفروضہ مسلمانوں کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ ضد، تعصب اور جہالت پر مبنی اس نظریے کا بطلان قرآن مجید، مسلم فاتحین کی تاریخ اور عیسائیوں کو ان کی کھلی مذہبی آزادی دینے اور عام رواداری سے ہوتا ہے۔''[4]

① "Islam" by A.S Tritton, p. 21, London, 1951.

② "The Gospel of Islam" by Duncan Greenless, p.27, 1948.

③ "An Essay on Islam" by Venkata Ratnam, p. 7, Madaras, 1922.

④ "The Decline and Fall of the Roman Empire" by Edward Gibbon, Vol. IV, p.193, Publishers: Frederick Warne and Company.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑫ اخبار ''تیج دہلی'' کے مدیر لالہ رام ورما نے لکھا:

''ہم نے تلوار کا چرچا بہت سنا ہے اور مثال کے طور پر جہاد کا مسئلہ ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ گویا اسلام کی نشرواشاعت اور اس کی بقاوترقی کا انحصار تلوار پر ہے۔ ایسا کہنا خود اسلام کی تردید کرتا ہے۔ اس غلط اور شرانگیز عقیدے کے حامیوں نے حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے واقعات کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور صداقت سے اغماض کیا ہے۔ اسلام میں تلوار کی جو جگہ ہے، وہ کسی مذہب میں بھی ہوسکتی ہے۔ اسلام میں تلوار کا استعمال جائز ہے مگر صرف وہیں تک جہاں تک صداقت اور سچائی کی حفاظت کا تقاضا ہو۔ اسلام میں امن و آشتی اور صلح وراستی کی جگہ تلوار سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اسلام تلوار کا نہیں، امن کا پیغام ہے۔''①

⑬ فرانس کا نامور سکالر کانٹ ہنری دی کاستری اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''Al-Islam'' میں جو اس نے فرانسیسی زبان میں تصنیف کی ہے اور اس کا ترجمہ 1898ء میں احمد فتحی بک زغلول نے کیا، لکھتا ہے:

''معقول طریقے سے جب اسلام کی کامیاب فوج نے شام پر چھاپہ مارا اور برقِ آسمانی کی طرح شمالی افریقہ پر بحیرۂ احمر سے لے کر اٹلانٹک تک چمکی تو قرآن اپنے دونوں پروں کو پھیلائے ہوئے ان کے پیچھے تھا۔ اس بنا پر اسلامی فوج کے طریق عمل میں ظلم کا نشان نظر نہیں آتا، بجز ان امور کے جن سے مفر نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں نے کسی قوم کو اس بنا پر قتل نہیں کیا کہ وہ اسلام لانے سے انکاری تھے۔ اب اگر ہم ابتدائے فتح کے زمانے کو چھوڑ کر اس زمانے کی طرف آئیں جب اسلامی حکومت نے استقلال حاصل کر لیا تھا تو ہمیں صاف نظر آئے گا کہ

① شانِ محمد ﷺ از عابد احمد، ص:305.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اسلام مشرقی عیسائیوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ نرم جو اور صلح جو تھا۔''[1]

(14) مشہور ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد، اسلام کی اشاعت کا ایک سبب یوں بیان کرتا ہے:

''کفار کے ظلم وستم اور جبر وتشدد نے اسلام کی نشر واشاعت میں بہت بڑا حصہ لیا ہے مگر یہ کس قدر کور ذوقی اور بے انصافی ہے کہ کفار کے ظلم وتشدد کو مظلوم فرزندانِ توحید کے سر تھوپا جاتا ہے۔ ظالم کو مظلوم بنانا خود اپنی ظالمانہ نفرت کو بے نقاب کرنا ہے۔ روز روشن کی طرح صاف اور روشن واقعات کو اپنے تعصب اور جہالت کی تاریکیوں میں چھپانے کی کوشش کرنا انصاف اور عقل سلیم کا خون کرنا ہے۔''[2]

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

(15) ''گلشن اسلام کے گلہائے رنگا رنگ کی رنگینیوں میں ان مظلوم سرفروشان توحید کے خون کی جھلک موجود ہے جنھوں نے حفاظتِ دین کے لیے اپنی گردنیں بے دریغ کٹائیں مگر یہ قطعی غلط ہے کہ مسلمانوں کو خونریزی اور جنگ وجدال سے کوئی دِلی ذوق وشوق اور قلبی ربط وضبط تھا۔ تاریخ اقوام میں بعض لمحات ایسے آتے ہیں جب ان کے لیے خونریزی ناگزیر ہو جاتی ہے اور اس وقت جان دینے سے جان چرانا ایک قسم کا گناہ کبیرہ بن جاتا ہے۔ مسلمان بھی ایسی ہی آزمائش سے دوچار تھے جب تلوار ہاتھ میں لینا ان کا اہم ترین فریضہ بن گیا تھا۔ وہ اپنے سینوں میں ایک دردمند دل رکھتے تھے جس میں حیات انسانی کی ہیچ سامانی کا خیال بھی جاگزیں نہیں تھا۔ ان کی قدر شناس اور حقیقت پسند نگاہوں میں انسانی خون کا ہر قطرہ مقدس تھا۔ وہ اپنے دشمنوں کو بھی خاک وخون میں

[1] مقالاتِ شبلی از شبلی نعمانی: 124/1.　[2] عرب کا چاند از سوامی لکشمن پرشاد، ص: 138,137.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تڑپتا ہوا دیکھنے کے روادار نہ تھے۔ لیکن اس وقت جبکہ فرعونیت اور نمرودیت اپنی شیطانی قوتوں سے مذہب واخلاق کے بلند ترین اصولوں کو صفحۂ دنیا سے نیست ونابود کر دینے پر تلی ہوئی تھی تو وہ اپنے خون کے ہر قطرہ کو آب شور کی ایک بوند سے بھی کم قیمت سمجھنے لگے تھے۔ اب وہ اس ناگزیر خونریزی کو گلشن اسلام کی آبیاری کے لیے ضروری خیال کرتے تھے۔ یہ وہ نشتر تھا جس کی نوک سے وہ سرکش اور فرعون مزاج دشمنانِ سوار کی رگ حیات سے فاسد خون نکال دینا چاہتے تھے۔ حلقہ بگوشان اسلام کے فقید المثال صبر اور عدیم النظیر قوت برداشت کی تعریف وتوصیف احاطہ تحریر سے قطعی باہر ہے۔'' [1]

یہ مسلمہ حقائق واقعاتی طور پر ان مزعومات کی تردید کرتے ہیں جو عیسائی تحریروں میں بڑی شدّ ومد سے بیان کیے گئے ہیں کہ مسلمان جہاں کہیں بھی گئے، انھوں نے لوگوں کو تلوار کی نوک پر اسلام قبول کرنے کے لیے مجبور کیا۔

جان بیگٹ گلب ایک جگہ لکھتا ہے:

(16) ہم اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ عربوں کی ابتدائی فتوحات میں مسلمانوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کو بزور شمشیر مسلمان بنانے کی قطعاً کوئی کوشش نہیں کی اور نہ ہی یہودیوں اور عیسائیوں ہی نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب تبدیل کیا۔ شام فتح ہو جانے کے بعد کئی نسلوں تک شام کے عیسائی اپنے مذہب پر قائم رہے۔ لبنان میں آج تک عیسائی رہتے آرہے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ نصاریٰ اور یہود کو اس بات تک کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ پر اپنے مذہبی قانون کا اطلاق کریں اور اپنے تنازعات کے فیصلوں کے لیے حاکمانہ عدالت کا اپنی برادری میں سے انتخاب کریں۔ [2]

(1) عرب کا چاند از سوامی لکشمن پرشاد، ص:339-337,336.

(2) "The Life and Times of Muhammad" by John B. Glubb, p. 533,534. Publisher: Stein and Day, N. York, 1970 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین اسلام کی حقانیت اوراس پر لگائے گئے الزامات کے بودے پن کو خود کفر کے وڈیروں کی زبانی ثابت کرنے کے بعد اصل موضوع کی طرف آنے سے پیشتر ہم بین الاقوامی رواداری کا طائرانہ جائزہ لیتے ہیں، اس کے بعد قرآن وحدیث، تاریخ اور غیر مسلم سکالرز کے بیانات کے تناظر میں دیکھیں گے کہ دین متین (اسلام) کے لانے والے کا کردار کیسا تھا تاکہ حق وباطل میں ایک حد فاصل قائم ہو جائے۔ ان آیات بیّنات کے باوجود بھی اگر کسی کے دل میں تردّد وارتیاب کا جالا بنا ہوا ہے تو اس کا بھی درماں ہو جائے!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلوع اسلام کے وقت بین الاقوامی رواداری اور اخلاقی ضوابط کا فقدان

سیّد امیر علی اپنی کتاب "The Spirit of Islam" میں رقم طراز ہیں:

''طلوع اسلام کے وقت اقوام عالم میں باہمی رواداری اور مروّت کا تصور تک موجود نہ تھا۔ قوموں اور قبیلوں کی باہم جنگوں کا نتیجہ عموماً یہ ہوتا کہ لڑنے کے قابل لوگوں کو قتل کر دیا جاتا اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جاتا تھا۔ اہل روما نے تیرہ صدیوں کے طویل عرصے میں جو ضابطہ قوانین وضع کیا تھا، وہ اپنی جامعیت کے باوصف بین الاقوامی اخلاق اور انسانی فرائض کی تکمیل کے تقاضوں پر پورا نہ اتر سکا۔ ان کی جنگوں کا مقصد صرف آس پاس کی اقوام کو اپنا مطیع بنانا اور مفتوحہ اقوام پر اپنی پسند اور خواہشات کو ٹھونسنا ہوتا تھا۔ انھیں معاہدوں کے تقدس اور ان کے ایفا کا کوئی احساس نہیں تھا۔ معاہدے کیے جاتے اور ضرورت پڑنے پر توڑ دیے جاتے۔ ان کی نظر میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اہل روما کا بین الاقوامی مروت کے بارے میں جو نظریہ تھا، وہی رہا جنگیں انھی انسانیت سوز اور ہلاکت آفرین طریقوں سے لڑی جاتی رہیں۔ فاتح افواج اسی طرح مفتوح لوگوں کو غلامی کی زنجیریں بے دریغ پہناتی رہیں۔ معاہدے اور میثاق اسی طرح ہوتے رہے اور اسی طرح حاکم وقت کے مفاد کے مدّنظر توڑے جاتے رہے۔ عیسائیت کا یہ دعویٰ ہی نہ تھا کہ اسے بین الاقوامی اخلاقیات سے کوئی تعلق ہے، چنانچہ اس نے اس بارے میں اپنے پیروکاروں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہدایت کے لیے کوئی مشعل روشن نہ کی۔"[1]

امن عالم کی ایسی دگرگوں حالت کے برعکس جب ہم خاتم الانبیاء ﷺ کے ان اخلاقی ضوابط اور بین الاقوامی مذہبی رواداری کے عملی نمونوں کو دیکھتے ہیں جو ہمیں آپ کی شبنم سے زیادہ پاکیزہ اور پھول سے زیادہ شگفتہ حیات طیبہ میں جابجا بکھرے نظر آتے ہیں تو واقعی پتہ چلتا ہے کہ رب کائنات نے آپ کو کن نادر الوجود، فخر انسانیت جیسی خوبیوں کا گجرا زیب گلو کرا کے اپنی مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا۔ ان انسانیت نواز خوبیوں کا ذکر کچھ صفحات کے بعد آرہا ہے۔

لفظ "امن" کی تعریف میں "مفردات القرآن" میں یہ عبارت ملتی ہے:

امن کے معنی نفس کے مطمئن ہونے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾

"اور جو اس میں داخل ہو جائے، وہ امن والا ہو جاتا ہے۔"[2]

مذکورہ بالا آیت میں امن پانے سے مراد دوزخ کی آگ سے بے خوف ہونا ہے۔[3]

مشہور لغت "القاموس المحیط" میں امن کی جامع تعریف یوں کی گئی ہے:

اَلْأَمْنُ ضِدُّ الْخَوْفِ وَالْأَمَانَةُ وَالْأَمَنَةُ ضِدُّ الْخِيَانَةِ

"لفظ امن، خوف کا متضاد ہے اور امانت اور اَمَنَة خیانت کے متضاد ہیں۔"[4]

شجرۂ انبیاء علیہم السلام کا ہر پتہ امن دوستی کی عطر بیز ہوا دے رہا ہے

قرآن حکیم میں انبیاء علیہم السلام اور ان کی تعلیمات کے متعلق دی گئی معلومات سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چنداں مشکل نہیں کہ ہر نبی کو اللہ رب العزت نے حوصلہ، فراخ دلی، جذبہ، امن و

① "The Spirit of Islam" by Syed Ameer Ali, p. 34,1342, Karachi, 1979.

② آل عمران 3: 97۔ ③ مفردات القرآن 1: 49۔ ④ القاموس المحیط: 4/199۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آشتی اور ملائمت کا حصہ وافر عطا کیا تھا۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

① حضرات موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کے دربار میں کلمۂ حق سنانے کے لیے بھیجا تو انھیں ان الفاظ میں تاکید کی:

﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝﴾

''چنانچہ تم دونوں اس سے نرم بات کہنا، اس امید پر کہ وہ نصیحت پکڑ لے یا ڈر جائے۔''①

② شعیب علیہ السلام نے اپنی بت پرست قوم کو جس موثر اور دل نشین انداز میں پیغام حق سنایا، اس کا ذکر کچھ اس طرح ہے:

﴿قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ﴾

''اس (شعیب) نے کہا: اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے اچھا رزق دیا ہو (تو کیا میں اسے چھوڑ کر تمھاری طرح حرام کھانے لگوں؟) اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تمھاری بجائے میں (خود) اس کا ارتکاب کروں جس سے تمھیں منع کرتا ہوں۔''②

آیت کے اس حصے میں چند سبق آموز باتیں ہیں: اوّل یہ کہ ان بت پرست لوگوں کو ﴿يٰقَوْمِ﴾ کے الفاظ سے خطاب کرنا بذات خود حد درجہ اپنائیت اور موانست کو محیط ہے۔ گویا فاسق و فاجر اور خلاف طبیعت لوگوں کو اپنا بنا کر انھیں نصیحت کی جا رہی ہے تاکہ اثر پذیری زیادہ سے زیادہ ہو۔ دوم یہ کہ ﴿اَرَءَيْتُمْ﴾ کی ترکیب میں ایسی حلاوت اور

① طٰہٰ 20: 44۔ ② ہود 11: 88۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کشش ہے جو اہل علم سے مخفی نہیں۔ بالفاظ دیگر پیغمبر وقت اپنی رائے کو ان نابکاروں پر ٹھونس نہیں رہا بلکہ ان کو اپنی خداداد ذہانت اور Common Sense کو بروئے کار لانے کی اپیل کر رہا ہے تاکہ وہ اپنی آزادانہ رضامندی اور ضمیر کے فیصلے کے تحت ایک نتیجے تک پہنچ سکیں۔ سوم یہ کہ حصہ آیت: ﴿ وَمَآ اُرِيۡدُ اَنۡ اُخَالِفَكُمۡ اِلٰى مَاۤ اَنۡهٰكُمۡ عَنۡهُ ؕ﴾ میں شعیب علیہ السلام کا روکنا دراصل روکنا نہیں ہے بلکہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کے کچھ کام گناہ پر مبنی ہیں جنھیں ان کو چھوڑ دینا چاہیے، نیز آپ کے ان الفاظ میں مقصد قوم سے الجھنا یا انھیں پریشان کرنا نہیں ہے بلکہ آپ کا مقصد وحید انھیں ایمان باللہ اور اعلی اخلاقی ضابطوں کی طرف بلانا ہے۔

③ اسی طرح قرآن حکیم نے جدالانبیاء جناب ابراہیم علیہ السلام کو ﴿ لَاَوَّاهٌ حَلِيۡمٌ ﴾ کے القاب دیے ہیں جن کے معنی بالترتیب بہت نرم دل اور بڑا بردبار کے ہیں۔[1]

www.KitaboSunnat.com

① التوبة 114:9.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر امن ﷺ کے عطا کردہ اخلاقی ضوابط

امن پسندی قرآن حکیم کے تناظر میں

امام الانبیاء ﷺ اپنے اعلان نبوت سے پہلے بھی ملکِ عرب میں ''امین'' کے لقب سے مشہور تھے جس کا معنی ہے: مَـأْمُـوْنٌ بِـهٖ ثِـقَـةٌ ''جس سے مامون ومحفوظ رہنا یقینی اور قابل وثوق ہو۔''①

① نبیِ مکرم ﷺ کی صفت امن پسندی اور بندگان الٰہی سے آپ کی رافت ورحمت کو قرآن حکیم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ﴾

''پس (اے نبی!) اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہوگئے ہیں اور اگر آپ بد خلق، سخت دل ہوتے تو یقیناً وہ آپ کے گرد سے منتشر ہو جاتے۔''②

نبی ﷺ کی اسی صفت رافت ورحمت کی بابت تفسیر قرطبی کی یہ عبارت کس قدر ایمان افروز ہے:

فَالرُّسُلُ خُلِقُوا لِلرَّحْمَةِ وَهُوَ خُلِقَ بِنَفْسِهِ رَحْمَةً فَلِذٰلِكَ صَارَ أَمَانًا لِّلْخَلْقِ ... وَلِذٰلِكَ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ

① القاموس المحيط: 4/199. ② آل عمران 3:159.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالسَّلَامُ «أَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ»

”دوسرے انبیاء علیہم السلام رحمت کے لیے پیدا کیے گئے اور آپ ﷺ کو سراپا رحمت پیدا کیا گیا اور آپ کی تشریف آوری سے خلق کو امان مل گئی۔اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ کی طرف سے رحمت کا تحفہ ہوں۔“[1]

② خود قرآن حکیم کا فرمودہ ﴿لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ﴾ ”دین میں کوئی زبردستی نہیں۔“[2] اس بات پر شاہد عدل ہے کہ اسلام نے دین اور عقیدے کے معاملے میں کوئی جبر وتشدد روا نہیں رکھا اور کسی بھی دور میں اس کی قطعاً اجازت نہیں دی۔ ہر نبی کا مقصد وحید اللہ کی زمین پر اللہ کے حکم اور قانون کو نافذ کرنا اور دین اسلام کو انتہائی خوبصورت انداز میں بندگانِ الٰہی تک پہنچانا ہوتا ہے، بموجب فرمان الٰہی:

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ط﴾

”(اے نبی!) اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دیجیے اور ان سے اس طریقے کے ساتھ بحث کیجیے جو سب سے اچھا ہے۔“[3]

اس تاکیدی نصیحت کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم نے یہ بھی فرمایا کہ لوگوں کو ہدایت پر لانے کی ذمہ داری آپ پر نہیں بلکہ اللہ جسے چاہے ہدایت ارزانی فرماتا ہے:

﴿لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ط﴾

”(اے نبی!) لوگوں کو ہدایت دینا آپ کی ذمہ داری نہیں لیکن اللہ جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔“[4]

مقصد یہ ہے کہ مسلمان لوگوں کو دین اسلام قبول کرنے میں جبر وتشدد سے کام نہیں

---

① تفسیر القرطبي، آل عمرٰن 33:3. ② البقرة 256:2. ③ النحل 125:16.
④ البقرة 272:2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیں گے اور نہ اس ضمن میں کوئی جسمانی یا نفسیاتی دباؤ ہی ڈالیں گے۔ اگر اپنی انتھک تبلیغی مساعی کا جواب وہ نفی میں پائیں تو حکم الٰہی کے تحت وہ منکرین و مکذبین کو برملا کہہ دیں:

﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝﴾

''تمھارے لیے تمھارا دین اور میرے لیے میرا دین۔''[1]

اگر اسلام جبر و تشدد کا قائل ہوتا تو قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیر مسلم رعایا (ذمی) اسلامی حکومت کے زیر سرپرستی ایک عرصے تک باجگزار کیوں رہی اور اسلامی حکومت نے انھیں بزور بازو اور شمشیر داخلِ اسلام کیوں نہیں کیا!

③ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝﴾

''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو لوگ زمین میں ہیں، سب کے سب ایمان لے آتے، پھر کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے حتی کہ وہ مومن ہو جائیں؟''[2]

سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمانیات اور اعتقاد (مذہب) کے معاملے میں جبر و تشدد کو روا نہیں رکھا بلکہ اسے لوگوں کی آزادانہ صوابدید اور اختیار پر چھوڑ دیا ہے کیونکہ جبر و تشدد سے لوگوں کا ظاہر تو بدلا جا سکتا ہے، دل کی دنیا نہیں بدلی جا سکتی اور نہ اس میں کوئی محسوس انقلاب لایا جا سکتا ہے۔ اگر حکمتِ الٰہی اس بات کی مقتضی ہوتی کہ تمام لوگ مومن ہوں تو وہ قادر مطلق ہونے کے حوالے سے سب کو ایمان کی دولت دے دیتا لیکن چونکہ یہ حکمت الٰہی سے بعید بات تھی، اس لیے اختیار اور رضا کارانہ پسند اور ناپسند کا طریقہ چنا گیا۔ اس حقیقت کو قرآن مجید میں اس طرح پیش کیا گیا ہے:

① الکٰفرون 109:6. ② یونس 10:99.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝﴾

''اور اگر اللہ چاہتا تو تمھیں ضرور ایک امت بنا دیتا اور لیکن تاکہ وہ تمھیں اس میں آزمائے جو اس نے تمھیں دیا ہے، چنانچہ تم نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، تم سب نے اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔''[1]

مذہب میں جبر وتشدد اس لیے بھی معقول بات نہیں کہ اس صورت میں آیت بالا کی رو سے آزمائش کا مقصد غائی فوت ہو جاتا ہے اور آزادانہ اختیار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اسی حقیقت کو بیان کیا ہے۔[2]

④ ہدایت الٰہی اپنی پوری تابانی اور وضاحت کے ساتھ آ چکی ہے جس میں کسی ابہام کی گنجائش نہیں۔ اب یہ بندے کے اختیار میں ہے کہ چاہے تو ایمان اور اطاعت وانقیاد کی راہ اختیار کرے یا کفر وطغیان کی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾

''اور کہہ دیجیے: یہ حق تمھارے رب کی طرف سے ہے، پھر جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔''[3]

اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ مجبور کسی کو بھی نہیں کر رہا۔

⑤ سورۃ الشعراء میں پیغمبر امن ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝﴾

① المائدة 5:48. ② التفسير الكبير للإمام الفخر الرازي، هود 11:7. ③ الكهف 18:29.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''(اے نبی!) شاید آپ اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے ہیں، اس لیے کہ وہ مومن نہیں ہوتے۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتار دیں، پھر اس کے آگے ان کی گردنیں نیچی ہو جائیں۔''①

پہلی آیت میں کافروں اور کٹر منکروں کے لیے نبی ﷺ کی غم خواری اور دلسوزی کی عکاسی کی گئی ہے۔ صاحب روح المعانی نے سورۃ الکہف کی اسی طرح کی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے دو امور اخذ کیے ہیں: اوّل یہ کہ نبی ﷺ اپنی امت پر کمال درجے کے شفیق تھے۔ دوم یہ کہ کافر کے ایمان پر حرص حکم ازلی کے منافی نہیں۔②

فخر الدین رازی مندرجہ بالا تفسیر سے اتفاق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس تفسیر کی تائید اس فرمان الٰہی سے بھی ہوتی ہے:

﴿قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ﴾

''ہدایت گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔''③

بہ الفاظ دیگر تمام دلائل و براہین قاطعہ واضح طور پر دے دیے گئے ہیں۔ اب صرف جبر وتشدد کا راستہ ہی باقی رہ جاتا ہے جس کی اجازت نہیں ہے کیونکہ جبر وتشدد، ذمہ داری اور اختیار سونپے جانے کے خلاف ہے۔④

محمد، انسائیکلوپیڈیا آف سیرت میں لکھا ہے:

''پیغمبر امن ﷺ نے اپنے عمل سے ہر موقع پر اس اصول پر کاربند رہنے کا ثبوت مہیا کیا جب آپ نے اپنے دشمنوں پر فتح پائی اور ان سے شفقت ورأفت سے پیش آئے۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ نے اپنے دشمنوں کو غیر مشروط طور پر عام معافی دے دی اور کسی

① الشعراء 26 :4,3۔ ② روح المعانی، الکہف 6:18 ۔ ③ البقرۃ 2 :256۔
④ التفسیر الکبیر، البقرۃ2:256۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ آپ نے مضافاتِ عرب میں کئی مہمات ان تاکیدی احکام کے ساتھ روانہ فرمائیں کہ کسی کو اسلام قبول کرنے کے لیے مجبور نہ کیا جائے اور نہ ان سے جنگ ہی کی جائے۔ جب بھی آپ تبلیغ اسلام کے لیے مبلّغین بھیجتے تو انھیں اسلام کو رأفت اور نرمی سے پیش کرنے اور سختی نہ کرنے کی تاکیدی ہدایات دیتے۔ آپ نے حضرت معاذ بن جبل اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن روانہ کیا اور انھیں حکم دیا کہ لوگوں سے نرمی سے پیش آئیں، انھیں خوش رکھیں اور ان میں نفرت پیدا نہ کریں۔ دراصل آپ کی عملی مثال، قرآن حکیم کے اس فرمودے کی صحیح عکاس ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔

المختصر محمد ﷺ نے دین اسلام کو لوگوں تک بڑے ہی مؤثر انداز، ٹھوس اور مسکت دلائل کے ساتھ پہنچایا۔ آپ نے انھیں محبت وشفقت اور موانست کے ساتھ بلایا جس نے انھیں اپنا بنانے میں زبردست کردار ادا کیا اور جب جبر وظلم کا خوف جاتا رہا تو لوگ دین اسلام میں جوق در جوق اور گروہ در گروہ بغیر کسی جبر واکراہ کے اپنی آزادانہ رضامندی سے داخل ہونے لگے۔''[1]

⑥ سورۃ الانبیاء کی آیت ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر جہانوں پر رحم کرتے ہوئے۔''[2] کی جامعیت نے اسے دیگر آیات سے ممتاز کر دیا ہے اور جو کمالات اور صفات عالیہ متفرق اور منتشر تھیں، ان سب کو یہاں یکجا کر دیا ہے جنھیں پڑھ کر ایک طرف اگر محبوب بندے کی شان ارفع کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف اس شان کے عطا کرنے والے کی شان کریمی اور ادائے بندہ نوازی کو دیکھ کر

① "Muhammad -- Encyclopeadia of Seerah" Vol. 1, p. 512,513, Editor: Afzalur-Rahman, Publisher: The Muslim Schools Trust, London.

② الأنبياء 107:21.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے اختیار دل سے سبحان اللہ کی صدائے دلنواز بلند ہوتی ہے۔ آیت کی غرض وغایت یہ ہے کہ آپ کو ہم نے سارے جہانوں کے لیے، سارے جہان والوں کے لیے، اپنوں اور بیگانوں کے لیے، دوستوں اور دشمنوں غرض ہر کہ ومہ کے لیے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔

لغت میں رحمت دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہے: اَلرِّقَّةُ وَالتَّعَطُّفُ، یعنی رحمت، رقت اور احسان ومہربانی کے مجموعے کا نام ہے۔[1]

مفردات القرآن کے مطابق اَلرَّحْمَةُ رِقَّةٌ تَقْتَضِي الْإِحْسَانَ إِلَى الْمَرْحُومِ "رحمت وہ رقتِ قلب ہے جو مرحوم (جس پر رحم کیا جائے) پر احسان کی مقتضی ہو۔"

آگے فرماتے ہیں کہ "کبھی اس (رحمت) کا استعمال صرف رقت قلب کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی صرف احسان کے معنی میں، خواہ رقت کی وجہ سے نہ ہو، جیسے اس کے ساتھ ذات باری تعالیٰ متصف ہو تو اس سے صرف احسان مراد ہوگا۔"[2]

لیکن اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کو رحمت جامعہ، یعنی رحمت کے دونوں مفہوموں سے نوازا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

⑦ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾

"اس پر تمھارا تکلیف میں مبتلا ہونا بہت گراں (گزرتا) ہے، وہ تمھارے لیے (بھلائی کا) بڑا حریص ہے، مومنوں پر نہایت شفیق، بہت رحم کرنے والا ہے۔"[3]

اس آیت کے پہلے حصے ﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ میں رقت کا اظہار ہے اور دوسرے

① الصحاح لأبي نصر اسمعيل بن حماد الجوهري: 1566/4. ② مفردات القرآن: 387/1.
③ التوبة 9: 128.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصے ﴿بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۝﴾ میں شان تعطف واحسان کا، یعنی ہر دردمند کے درد کا احساس بھی ہے اور ہر درد کا درماں بھی ہے۔ کسی غم زدہ اور دکھ کے مارے کو دیکھ کر غایت رأفت سے آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں اور نوک مژگان پر دُرّ یتیم سے ارجمند تر اور تابندہ تر آنسوؤں کے موتی سراپا التجا بن کر بارگاہ رب العالمین کے حضور گرتے ہیں تو رب اپنی مہربانی سے مشکلیں آسان فرما دیتا ہے اور شب دیجور کی کالی گھٹاؤں اور ظلمتوں کو سحر آشنا کر دیتا ہے۔

⑧ رب العالمین آپ کے خلق کی گواہی یوں دے دیتا ہے:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۝﴾

''اور بلاشبہ یقیناً آپ ایک بڑے خلق پر ہیں۔''[1]

یہ خوبصورت الفاظ بتا رہے ہیں کہ نبی ﷺ کی ذات ستودہ صفات، اخلاق حمیدہ، اخلاق پسندیدہ اور تمام کمالات کی جامع ہے۔ وہ کمالات جو پہلے نبیوں اور رسولوں میں متفرق طور پر موجود تھے، وہ مجموعی طور پر اپنی تمام جلوہ سامانیوں کے ساتھ رسولِ اقدس میں موجود ہیں۔ شکر نوح، خلّت ابراہیم، اخلاص موسیٰ، صدق اسماعیل، صبر ایوب اور تواضع سلیمان علیہم السلام سب یہاں جمع ہیں، سبحان اللہ! بقول شاعر ؎

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

فخر الدین رازی لفظ ﴿خُلُق﴾ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

اَلْخُلُقُ مَلَكَةٌ نَفْسَانِيَّةٌ يَسْهُلُ عَلَى الْمُتَّصِفِ بِهَا الْإِتْيَانُ بِالْأَفْعَالِ الْجَمِيلَةِ

''خلق، نفس کے اس ملکہ اور استعداد کو کہتے ہیں جس میں وہ پایا جائے، اس کے

[1] القلم 68 :4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے افعال جمیلہ اور خصالِ حمیدہ پر عمل پیرا ہونا آسان ہو جائے، پھر فرماتے ہیں کہ کسی اچھے اور خوبصورت فعل کا کرنا اور چیز ہے لیکن اسے سہولت اور روانی سے کرنا اور چیز ہے۔ کوئی کام خلق اسی وقت کہلائے گا جب اس کے کرنے میں تکلف سے کام لینے کی نوبت نہ آئے۔''[1]

آیت مذکورہ میں لفظ علی استعلا کے لیے ہے جس کا معنی ہے کسی پر حاوی ہونا، چھا جانا اور قابو پانا، یعنی آیت یوں نہیں ہے وَاِنَّ لَكَ خُلُقًا عَظِيمًا بلکہ ﴿وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝﴾ ہے جس سے بتانا یہ مقصود ہے کہ اخلاق حمیدہ پر آپ کا قبضہ ہے اور یہ سب آپ کے زیر فرمان ہیں۔ یہ سب مرکب ہیں اور آپ ﷺ ان کے راکب اور شہسوار ہیں۔ اس لیے آپ کو ان امور کے لیے کسی تکلیف اور بناوٹ کی ضرورت نہیں۔ اللہ بزرگ و برتر نے بھی حکم دیا:

﴿قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝﴾

''(اے نبی!) کہہ دیجیے: میں تم سے اس (تبلیغ دین) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف (بناوٹی کام) کرنے والوں میں سے ہوں۔''[2]

اس ضمن میں حضرت جنید رحمہ اللہ کی رائے ملاحظہ ہو:

سُمِّيَ خُلُقُهُ عَظِيمًا لِأَنَّهُ لَمْ تَكُنْ لَّهُ هِمَّةٌ سِوَى اللهِ تَعَالٰى

''آپ ﷺ کے خلق کو عظیم اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر آپ کی کوئی خواہش نہ تھی۔''[3]

⑨ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ

[1] التفسير الكبير، القلم 4:69. [2] ص 86:38. [3] تفسير القرطبي، القلم 4:68.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُّهْتَدُوْنَ ۝﴾

''جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم (شرک) کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔''[1]

شرک کو قرآن حکیم نے ظلم عظیم کہا ہے۔ ظلم کی متعارف تعریف یہ ہے: وَضْعُ الشَّیْءِ فِي غَیْرِ مَحَلِّه ،''یعنی کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا، ظلم کہلاتا ہے۔''[2]

اب اس لحاظ سے ظلم کا مفہوم یہ بھی بنتا ہے کہ مخلوق الٰہی کو جو حق ملنا چاہیے وہ نہ ملے۔ ان کے حقوق کو پامال کیا جائے، ان پر دست تظلم دراز کیا جائے، سنوارنے کی بجائے ان کی تباہی اور بربادی کا سامان کیا جائے، ننھی اور معصوم کلیوں کو بے دریغ مسل دیا جائے اور انھیں دہشت گردی اور غنڈہ گردی کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ یہ سب باتیں امن وآشتی کے خلاف جاتی ہیں۔ قرآن حکیم واضح الفاظ میں ان سب صورتوں کا رد کرتے ہوئے فرما رہا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے ایمان کو ظلم (امن وسکون کو غارت کرنے والی چیزوں) کے ساتھ گڈمڈ نہ کیا، بہ الفاظ دیگر جیو اور جینے دو کے اصول پر وہ کاربند رہے تو یہی لوگ امن وآشتی کا استحقاق بھی رکھتے ہیں اور ہدایت یافتہ بھی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

⑩ اسلام اور پیغمبر اسلام کی امن دوستی کا یہ بھی ایک منہ بولتا ثبوت ہے کہ اسلام نے دوسرے مذاہب کے معبدوں کو ہمیشہ احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اپنے ماننے والوں کو اس پر کاربند رہنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ سورۃ الحج میں ارشاد ہوا:

﴿ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ط﴾

''اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ذریعے سے ہٹانا نہ ہوتا تو ضرور

[1] الأنعام 6:82. [2] مفردات القرآن: 654/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈھا دیے جاتے (راہبوں کے) جھونپڑے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا جاتا ہے۔''[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہاد کی مشروعیت و مطلوبیت، اقامت توحید ہی کی خاطر ہے۔

⑪ نبی ﷺ نے پناہ مانگنے والے کئی مشرکین کو ان کے جان و مال کا مکمل تحفظ دیتے ہوئے پناہ دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ﴾

''اور (اے نبی!) اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دیں یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دیں۔''[2]

⑫ مسلمان کو غیر مسلم کے ساتھ کس قسم کا سلوک کرنا چاہیے؟ قرآنی آیات اس کی یوں وضاحت کرتی ہیں:

﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○﴾

''اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین پر نہیں لڑے اور انھوں نے تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان سے بھلائی کرو اور ان سے انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ بے شک

① الحج 22 :40۔ ② التوبة 9:6.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تو تمھیں انھی لوگوں سے منع کرتا ہے جو تم سے دین پر لڑے اور انھوں نے تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو اور جو کوئی ان سے دوستی کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔'' [1]

13 مشرکین عرب کی مسلسل عہد شکنیوں کے باعث انھیں بایں الفاظ نوٹس دیا گیا:

﴿فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ﴾

''چنانچہ (اے مشرکو!) تم زمین میں چار ماہ چل پھر لو اور جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔'' [2]

مشرکین مکہ کو چار ماہ کی مہلت دی گئی کہ اتنی مدت کے بعد تم سے سارے معاہدے ختم اور ساتھ ہی ان کی اس غلط فہمی کو بھی دور کر دیا کہ یہ میعاد کسی کمزوری کے باعث نہیں بلکہ اس میں تمھاری خیر ملحوظ ہے تا کہ اس عرصے میں اپنے مستقبل کے متعلق ٹھنڈے دل ودماغ سے خوب سوچ لو کہ کفر کی کشتی کو اپنی سواری بنائے رکھنا ہے یا حق کا ساتھ دینا ہے۔ مخالفین کے ساتھ یہ نرمی، رواداری اور امن پسندی اس وقت برتی جا رہی ہے جبکہ مکہ فتح ہو چکا تھا، مسلمانوں کی اپنی ایک خود مختار ریاست بن چکی تھی جس کے قائد ومقتدا خود نبی ﷺ تھے۔ اردگرد کے قبائل یا تو اسلام لا چکے تھے یا اطاعت قبول کر چکے تھے۔ باطل کی چند اِکا دُکا جماعتوں کے علاوہ کوئی قابل ذکر جمعیت نہ تھی جس سے اسلام کو اب جزیرۂ عرب میں کسی قسم کا خطرہ ہو۔ عین قوت وسطوت کے وقت اپنے دشمنوں سے نرمی اور امن پسندی کا یہ سلوک، اسلام کے دین رحمت ہونے کا بیّن ثبوت نہیں تو اور کیا ہے!

14 ہر قسم کی بربریت، تخریبی کارروائیوں اور غیر معقول جارحیت سے اسلام نے منع کیا ہے اور ہر حال میں انصاف کے تقاضوں سے تمسک کا حکم دیا ہے۔ سورۃ المائدۃ میں

[1] الممتحنة 60:8، 9. [2] التوبة 9:2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کو حکم ہوا کہ کسی قوم سے ان کی دشمنی انھیں جادۂ حق و انصاف سے ہٹانے نہ پائے یہاں تک کہ دشمن سے بھی انصاف کرنے کا حکم دیا گیا:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾

''اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔''[1]

ایسا دین جس نے دشمن سے بھی ہر حال میں انصاف کرنے کا تاکیدی حکم دیا اور دشمنی کو اس راہ میں آڑ بننے سے روک دیا، اس سے بھلا ظلم وعدوان، خواہ مخواہ کی خونریزی، بربریت اور فتنہ وفساد کی کیسے توقع کی جاسکتی ہے!

---

[1] المائدة 5:8.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسن خلق (امن پسندی) احادیث کی روشنی میں

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا شَيْءٌ أَثْقَلَ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ»

''قیامت کے دن مومن کے میزان میں حسن خلق سے زیادہ وزنی اور کوئی چیز نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ فحش کلام کرنے والے، بدزبان سے بغض رکھتا ہے۔''[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

«اِتَّقِ اللهَ حَيْثُ مَا كُنْتَ، وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ»

''تم جہاں بھی ہو، اللہ سے ڈرتے رہو۔کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے فوراً بعد نیکی کرو، وہ نیکی اس گناہ کو مٹا ڈالے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن خلق سے پیش آیا کرو۔''[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

«إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَاتِ قَائِمِ اللَّيْلِ

[1] جامع الترمذي، البر والصلة، باب ما جاء في حسن الخلق، حديث:2002.

[2] جامع الترمذي، البر والصلة، باب ما جاء في معاشرة الناس، حديث:1987.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَصَائِمِ النَّهَارِ»

”بلاشبہ مومن حسن خلق کی بدولت شب بیدار نمازی اور دن بھر روزہ رکھنے والے کے درجات پالیتا ہے۔“ ①

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا»

”میرے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جس کے اخلاق عمدہ تر ہوں۔“ ②

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ»

”بلاشبہ مجھے حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔“ ③

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

«مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ»

”جسے نرمی سے محروم کیا گیا، اسے بھلائی اور نیکی سے محروم کیا گیا۔“ ④

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

”روز قیامت ظلم کئی تاریکیوں کی شکل میں ظاہر ہوگا۔“ ⑤

① مسند أحمد: 90/6 . ② صحيح البخاري ، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ، حديث: 3759 . ③ سلسلة الأحاديث الصحيحة، حديث: 45 . ④ صحيح مسلم، البر والصلة، باب فضل الرفق، حديث:2592 . ⑤ صحيح البخاري، المظالم، باب الظلم ظلمات يوم القيامة، حديث:2447 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَرْحَمُ اللهُ مَنْ لَّا يَرْحَمُ النَّاسَ»

''اللہ اس شخص پر رحم نہیں فرماتا جو بندگانِ الٰہی پر رحم نہیں کرتا۔''[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

«لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ إِلَّا مِنْ شَقِيٍّ»

''رحمت وشفقت بدبخت ہی سے چھینی جاتی ہے۔''[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا»

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹے پر ترس نہ کھائے اور ہمارے بڑے کا احترام نہ کرے۔''[3]

عورتوں اور غلاموں کے لیے پیغمبر امن صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ورحمت

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات نے بنت حوا کو اسفل سافلین کے گرے پڑے مقام سے اٹھا کر اوجِ ثریا کی بلندیوں اور عظمتوں تک پہنچا دیا۔ اگر وہ ماں کے روپ میں ہے تو جنت اس کے قدموں تلے رکھ دی۔ اگر بیٹی کی حیثیت میں ہے تو اسے جہنم سے آڑ بنا دیا۔ اگر بہن کی شکل میں ہے تو بھائیوں کے لیے موانست ومودّت کا پیکر بنا دیا اور اگر بیوی کی حیثیت میں ہے تو اس کے حقوق اس کے شوہر کے برابر متعین کر کے ان کا تحفظ کر دیا، یہاں تک کہ خاوند کا اپنی حلال کمائی میں سے بیوی کو نوالہ کھلانے کو نیکی

① صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمَٰنَ ...... ﴾، حديث: 7376. ② جامع الترمذي، البر والصلة، باب ماجاء في رحمة الناس، حديث: 1923.

③ جامع الترمذي، البر والصلة، باب ما جاء في رحمة الصبيان، حديث: 1919.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا۔غرض عورتوں کو ہر طرح کا امن و امان دیا اور ان کے استحصال کو حرام قرار دیا۔ قرآن حکیم نے ان کے بارے میں حکم دیا:

﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾

''اور تم ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو۔''[1]

بیویوں کے حقوق کے بارے میں پیغمبر رحمت ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع استحصالی شوہروں کی آنکھیں کھولنے (Eye-opening) کے لیے کافی ہے۔آپ نے فرمایا:

''عورتوں کے حقوق کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔کیونکہ تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امان سے لیا ہے اور تم نے اللہ تعالیٰ کے کلمے کے ساتھ ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔ تمھارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمھارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کا نام تمھیں ناگوار ہو، پھر اگر وہ ایسا کریں تو انھیں ایسے مارو کہ سخت چوٹ نہ لگے اور ان کا تمھارے اوپر حق یہ ہے کہ ان کا کھانا اور پہنانا دستور کے مطابق تمھارے ذمے ہے۔''[2]

زمانہ جاہلیت کی سماجی روایات کے برعکس اسلام نے عورت کو میراث میں حق دار ٹھہرایا۔اسے جائیداد بنانے اور اس میں ہر قسم کے آزادانہ تصرّف کا اختیار دیا۔اس سے بارہ صدیاں بعد 1881ء میں انگلینڈ نے (جسے جمہوریت کا گہوارہ سمجھا جاتا ہے) اسلام کے اسی اصول کے تتبع میں حقوق نسواں سے متعلق ایک ایکٹ پاس کیا جسے "The Married Women's Act" کہا جاتا ہے۔[3]

ظلم کی چکی میں پستے ہوئے غلاموں کی حالت زار بھی بنت حوا کی زبوں حالی سے کچھ کم نہ تھی۔بہیمیت و بربریت کے اس بے رحم سماج میں ان کی حیثیت ہندوستان کے

---

① النساء 4 : 19. ② صحیح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حدیث: 1218.

③ "Encyclopaedic Survey of Islamic Culture"

محمد دی پرافٹ از کے ایس راما کرشنا راؤ، ص: 262.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شودر ذات طبقے سے بھی بدتر تھی۔ آزادیٔ فکر اور آزادیٔ نقل و حمل تو کجا، انھیں جینے کا حق بھی حاصل نہیں تھا۔ ان کے آقاؤں نے اپنے سنگدلانہ اور بہیمانہ رویے سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ اس مخلوق کو سانس لینے کا کوئی حق نہیں اس لیے کہ وہ غلام ہیں۔

رحمت عالم ﷺ نے انسانوں کے اس مظلوم طبقے کو بھی معاشرے میں اس کا صحیح مقامِ عظمت دلایا اور سماج کے لگائے ہوئے چرکوں اور زخموں کی اِندمالی کا سامان فراہم کیا۔ آپ ﷺ کی زوجۂ اوّل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نامی جس غلام کو آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا، آپ نے نہ صرف اسے آزاد کیا بلکہ متبنّٰی ہونے کا شرف بھی عطا فرمایا، اگرچہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرما دیا تھا۔ اللہ اللہ! یہ وہی زید ہیں جنھوں نے غزوۂ موتہ میں مسلمان فوج کی کمان کی اور جن کی کمان کے تحت جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاد کیا تھا اور بالآخر اسی غزوے میں جناب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ بھی ایک آزاد شدہ غلام تھے جنھیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کثیر رقم دے کر ان کے ظالم آقا امیّہ بن خلف کی غلامی سے آزادی دلائی اور انھیں آقا ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اسی خدمت انسانیت کے صلے میں خالق لم یزل نے انھیں ﴿وَلَسَوْفَ يَرْضٰى﴾ ''اور یقیناً عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔''[1] جیسی نوید جاں فزا سنائی تھی۔

نبی ﷺ کا مدنی دور ایک آزاد و خود مختار ریاست کا ابتدائی دور تھا۔ اس میں مؤذن کا منصب ایک انتہائی اعلیٰ و ارفع منصب سمجھا جاتا تھا۔ اس عالی منصب سے بھی اس حبشی غلام (بلال رضی اللہ عنہ) کو سرفراز کیا گیا۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے

[1] اللیل 21:92.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکم پر کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان کہی، حالانکہ اس وقت بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے، اس سے بڑھ کر اور اعزاز کیا ہوگا! ویسے بھی اسلام میں رنگ و نسل کی بنیاد پر کسی کو امتیاز و برتری حاصل نہیں۔ یہاں تو وہی عظیم المرتبت ہے جو تقویٰ کی نعمت سے مالا مال ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾

''بلاشبہ اللہ کے ہاں تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔''[1]

فرقان مبین کا یہ وضع کردہ معیار عزت اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت وتزکیہ مسلمانوں پر ایسے زبردست طور پر اثر انداز ہوئے کہ امت کے پاکباز ترین اور قدسی صفت انسانوں، یعنی خلفائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حبشی غلام کو اپنی بیٹیاں عقد میں دینے کی پیشکشیں کیں اور امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب بھی اس حبشی غلام کو دیکھتے تو فوراً ان کے ادب و تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے۔ انھیں خوش آمدید کہتے ہوئے فرماتے: ''لو یہ آ گئے ہمارے آقا و سردار!''[2]

یروشلم کی فتح پر جب امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے غلام کے ہمراہ اونٹنی پر سوار ہو کر وہاں پہنچے تو باری کے مطابق غلام اونٹنی پر سوار ہے اور امیر المؤمنین اونٹنی کی مہار تھامے آگے آگے جا رہے ہیں۔ استقبالی لوگ اونٹنی پر سوار غلام کو امیر المؤمنین سمجھ کر اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مَرْحَبًا بِكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ کے نعرے لگاتے ہیں اور غلام، امیر المؤمنین کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہا ہے کہ امیر المؤمنین میں نہیں، یہ ہیں۔

[1] الحجرات 13:49.

[2] "Encyclopaedic Survey of Islamic Culture"
محمد دی پرافٹ از کے ایس راما کرشنا راؤ، ص: 262.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ رسول معظم ﷺ کی فقید المثال، انسانی عظمت کی اعلیٰ و ارفع بلندیوں تک لے جانے کی تربیت کاملہ کا نتیجہ ہے کہ امیر المومنین غلام سے اس کی خوشی سے اونٹنی پر سوار ہونے کی باری لینے پر بھی راضی نہیں ہوئے کہ یہ عدل و انصاف کے خلاف ہے۔

اللہ اللہ! احترام آدمیت اور انسانی عظمت و وقار کی اتنی روپہلی اور ضیا پاش جھلک آج تک چشم آفتاب نے کہاں دیکھی تھی!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر امن ﷺ کی شفقت و رحمت جانوروں کے لیے

جانور اللہ تعالیٰ کی بے زبان مخلوق ہیں جو اپنا مدّعا انسان کو نہیں بتا سکتی، اس لیے انسان کو اس پر ترس کھانے اور نرمی و شفقت سے پیش آنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اسی طرح جانوروں کے مثلے (Mutilation) یعنی ان کے اعضاء کی قطع و برید سے منع فرمایا اگرچہ وہ باؤلا کتا ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ آپ مثلہ کرنے سے منع فرماتے تھے اگرچہ باؤلا کتا ہی کیوں نہ ہو۔[1]

انسان کے دشمن جانوروں تک کے لیے شفقت و رحمت کی ہدایات عطا فرمائیں کہ انھیں آگ میں جلا کر نہ مارو کیونکہ آگ میں جلانا آگ کے خالق کا کام ہے۔ حلال جانوروں کو ذبح کرتے وقت ان امور کی پابندی کی تلقین کی۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ»

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ خوبی کا برتاؤ کرنا ضروری قرار دیا ہے، لہٰذا

[1] المعجم الكبير: 1/100.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کسی کو (کسی جائز وجہ سے) قتل کرو تو بھلے طریقے سے قتل کرو اور جب (جانور کو) ذبح کرنے لگو تو بھلے طریقے سے ذبح کرو۔ (اچھے طریقے کی ایک صورت یہ ہے کہ) ذبح کرنے والا اپنی چھری کو تیز کر لے اور جانور کو آرام پہنچائے۔‘‘[1]

جانور کو آرام پہنچانے کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً: یہ کہ جانور کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے۔ جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہ کیا جائے کہ یہ اسے مارنے سے پہلے ہی مار دینے کے مترادف ہے۔ ذبح کرنے کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال نہ اتاری جائے۔ جانور کو مذبح کی طرف گھسیٹ کر نہ لے جایا جائے اور اسے بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح نہ کیا جائے۔

① جامع الترمذي، الديات، باب ما جاء في النهي عن المثلة، حديث : 1409.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ کی امن پسندی کے متعلق غیر مسلموں کی شہادتیں

اپنے تو اپنے بیگانوں نے بھی آپ کی اس صفت کو کمال فراخ دلی سے سراہا ہے، چنانچہ The Historians' History of the World میں یہ عبارت ملتی ہے:

"پیغمبر ﷺ کا میلان ہمیشہ نرم دلی کی طرف رہتا تھا۔"[1]

① مشہور مستشرق باسورتھ ان الفاظ میں آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہے:

"آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کو کوئی گزند نہیں پہنچائی...... بوقت مصافحہ آپ اپنے ہاتھ کو دوسرے کے ہاتھ سے اس وقت تک واپس نہ لیتے تھے جب تک دوسرا آدمی اپنے ہاتھ کو واپس نہ لے لیتا۔ ان لوگوں کے آپ باوفا محافظ تھے جن کی حفاظت کا ذمہ آپ لیتے تھے۔ آپ انتہائی خوش گفتار تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی دیکھنے والے کا دل آپ کی عزت واحترام سے بھر جاتا تھا۔ وہ لوگ جو آپ کے قریب جاتے، آپ سے محبت کرتے تھے۔"[2]

② "لین اور لین پولز سیلیکشنز فرام دی قرآن" کے صفحہ 70 پر ہمیں یہ عبارت ملتی ہے:

"ظلم وتشدد محمد ﷺ کی فطرت میں نہیں تھا۔"[3]

---

① "The Historians' History of the World" Vol. VIII, p. 121.

ماخوذ از تفسیر ماجدی (حصہ انگریزی) از عبدالماجد دریابادی: 67/1.

② باسورتھ سمتھ، ص: 131. ③ ماخوذ از تفسیر ماجدی (انگلش): 67/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ سر ولیم میور جیسا متعصب اور دشمنِ ناموسِ رسول بھی یہ کہے بغیر نہیں رہ سکا:

''آپ ﷺ کے حکم نامے سے ایک اجنبی آدمی انتہائی مرعوب ہو جاتا تھا لیکن جب وہ آپ سے پوری طرح مانوس ہو جاتا تھا تو اس کا اندیشہ اور خوف، اعتماد اور محبت میں بدل جاتا تھا۔''[1]

④ باڈلے (Bodley) کا کہنا ہے:

''محمد ﷺ خونریزی کے پیاسے نہیں تھے۔ دراصل جنگ میں کفار کے قیدیوں کو دو اختیار دیے جاتے تھے کہ یا تو وہ فدیہ دے کر اپنی گلوخلاصی کرالیں یا پھر اسلام قبول کرلیں۔ قرآن کہتا ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ ایک یا دو موقعوں کے سوا آپ نے اپنے شکست خوردہ دشمنوں سے بے دردی کا سلوک نہیں کیا۔ اگر انتقام لینے کو آپ اپنی تعلیم کا جز بنا لیتے تو بھی یہ اس زمانے کے دستور کے عین مطابق ہوتا اور اس وقت کے عیسائی مذہب کے بہت بعد کے اخلاقی اصولوں سے بھی مطابقت رکھتا۔ جب صلیبیوں نے 1099ء میں ارض مقدس پر چڑھائی کی تو جہاں کہیں بھی وہ گئے، موت اور تباہی ہی کا پیغام دیا لیکن صلاح الدین ایوبی نے جس وقت عیسائیوں کو نکال باہر کیا تو اس نے کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی اور نہ خود مسلمانوں ہی نے مذہبی جنگجوؤں کی طرح ان ممالک کو تباہ اور ویران کیا جن پر انھوں نے یلغار کی۔ وہ جہاں کہیں بھی گئے، پہلے سے کچھ بہتری ہی ہوئی اور جہاں کہیں انھوں نے تاخت کی، وہاں اس علاقے کو ایک ابر باراں کی طرح بہت جلد زرخیز و شاداب بنا دیا جبکہ ان کے علاوہ دوسروں نے انھیں تاخت و تاراج کیا تھا۔ یورپ میں احیائے علوم کا سہرا محمد ﷺ کے اوّلین پیروکاروں کی اولادوں کا رہین منّت ہے جنھوں نے اسلامی ثقافت و تہذیب کو زندہ کیا جبکہ یورپ اس وقت قرون وسطی

① ماخوذ از تفسیر ماجدی (انگلش): 67/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تاریکی میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا تھا..... حقیقت میں جنگ حضرت محمد ﷺ کے لیے ناگزیر اور مصلحت کا تقاضا تھی جو بعد میں فائدہ مند بھی ثابت ہوئی لیکن آپ ان حملہ آوروں کی طرح نہ تھے، جنگ کرنا اور خون بہانا جن کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔''①

⑤ آرتھر گلمن (Arthur Gilman) اسلامی اور صلیبی جنگوں کا تقابل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''بطور تقابل ان صلیبیوں کے ظلم و بربریت کو دیکھیے جنھوں نے 1099ء میں یروشلم کی فتح کے موقع پر ستر ہزار مسلمان مردوں، عورتوں اور معصوم بچوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا یا اس فرنگی فوج کی ظالمانہ کارروائیوں کو دیکھیے جو صلیبی جنگوں کا تسلسل تھیں اور جنھوں نے 1874ء میں گولڈ کوسٹ کے خلاف جنگ میں افریقی دارالخلافہ نذر آتش کر دیا تھا۔ محمد ﷺ کی فتح دراصل مذہبی تھی نہ کہ سیاسی۔ آپ نے ذاتی خراج تحسین کی ہر علامت کو مسترد کر دیا اور ہر قسم کے شاہی لقب کو اختیار کرنے سے انکار کر دیا۔ جب جابر و متکبر سردارانِ قریش آپ کے سامنے پیش ہوئے تو آپ نے ان سے پوچھا: تم مجھ سے کس قسم کے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟ وہ سب بول اٹھے: اے شریف و سخی بھائی! ہمیں آپ سے رحم و کرم کی توقع ہے۔ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا: ایسا ہی ہوگا، جاؤ تم سب آزاد ہو۔''②

⑥ جان بیگٹ گلب آپ ﷺ کی سیاسی فراست کو یوں خراجِ تحسین پیش کرتا ہے:

''ہم دیکھ چکے ہیں کہ آپ ﷺ نے اکثر و بیشتر لڑائی سے گریز کرتے ہوئے اپنے طاقتور دشمن کو گفت و شنید پر آمادہ کیا۔ یہ آپ کی محض سیاسی فراست تھی جس نے کفار مکہ کو

① "The Messenger" -- R.V.C. Bodley, p. 137, London, 1954.

② "The Saracens" by arthur Gilman, p. 184,185, London, 1887.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالآخر آپ کا ہم نوا بننے پر مجبور کر دیا تھا۔''①

⑦ موصوف ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

''شام، مصر اور فلسطین کی بہ سرعت فتوحات کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ وہ مفتوح اقوام کے جبری اسلام لانے کو محیط نہیں جیسا کہ قبل ازیں ہم دیکھ چکے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے یہودیوں یا عیسائیوں کے جبری قبول اسلام کی حمایت نہیں کی تھی۔ یہودِ مدینہ کو قتل یا جلاوطن اس لیے کیا گیا تھا کہ وہ بطور فتنہ پرور قوم کے محمد ﷺ کے مشن کی مخالفت پر کمربستہ تھے۔ بہ الفاظ دیگر ان کی مخالفت سیاسی تھی نہ کہ مذہبی۔ ان کی مکمل تباہی کے بعد اکا دکا یہود مدینہ میں بطور تاجر رہ رہے تھے۔ مذہب تبدیل کرنے کے لیے ان پر کسی قسم کا دباؤ کبھی نہیں ڈالا گیا...... قرآن حکیم میں کئی ایسی آیات ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ پیغمبر کا کام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانا ہوتا ہے نہ کہ ان پر جبر کر کے اسلام کی طرف لے آنا۔''②

⑧ کیرن آرمسٹرانگ اپنی کتاب میں لکھتی ہیں:

''اسلامی ریاست کے اندر یہودیوں کو بھی عیسائیوں کی طرح مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی اور بہت سے ہسپانوی باشندے ایسی ترقی یافتہ ثقافت وتہذیب سے متعلق ہونے پر نازاں تھے اور باقی ماندہ یورپ کے لیے روشن مستقبل ان کے سامنے تھا۔ انھیں اکثر مضارت یا عربیائزرز کہا جاتا تھا...... مسلمان ان کے مذہب کی کوئی بات سننے سے گریزاں نہیں تھے۔ اسلامی حکومت میں عیسائیت کی تبلیغی مساعی کے خلاف کوئی قانون نہ تھا بشرطیکہ وہ مسلمانوں کی محبوب ہستی حضرت محمد ﷺ پر کوئی حملہ نہ کریں۔ اسلامی

① "The Life and Times of Muhammad" by John Baggot Glubb, p. 313, Publishers : Stein and Day, New York, 1970.

② The life and times of Muhammad" by John Baggot Glub P. 358.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریاست کے کچھ حصوں میں مذہب میں آزاد خیالی کی مستحکم روایت موجود تھی جسے اس وقت تک برداشت کیا جاتا رہا جب تک وہ لطافت ونفاست کی حدود میں رہی اور گستاخ نہیں ہوئی۔"[1]

⑨ کیرن آرمسٹرانگ ایک جگہ یوں رقمطراز ہیں:

"محمد ﷺ ایک ایسے مذہب اور تہذیب کے بانی تھے جس کی بنیاد تلوار (جبر وتشدد) پر نہ تھی۔ مغربی پروپیگنڈے اور افسانوی رنگ کے باوجود اسلام کا نام امن (رواداری) اور صلح کے مفہوم کو محیط ہے۔"[2]

⑩ ٹی ڈبلیو آرنلڈ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"اسلام کی طرح کوئی مذہب روادار اور صلح کل نہیں ملے گا جس نے دوسروں کو اس قدر مذہبی آزادی دی ہو بلکہ ان کے دین وایمان سے مطلق کوئی سروکار نہ رکھا ہو سوائے ایسی صورتوں کے کہ مسلمان سلطنتوں نے ملکی مصلحت کے خیال سے مذہبی اتحاد کا ہر طریقہ اختیار کیا ہو۔ رواداری مسلمانوں کی طبیعت کا ایک محکم خاصہ اور مکمل مذہبی آزادی ان کے مذہب کا دستور العمل رہا ہے، لہٰذا ہمیں اپنی توجہ جور وتعدّی کے واقعات تک محدود نہیں رکھنی چاہیے جو کہیں کہیں پیش آئے۔"[3]

---

① "Muhammad .. A Biography of the Prophet" by Karen Armstrong, p. 22,23, Harper San Francisco, 1st. US Edition, 1992.

② "Muhammad -- A Western Attempt to understand Islam" -- by Karen Armstrong, p. 266, London, 1992.

③ "The Preaching of Islam" by T.W. Arnold, p. 398.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ کی امن پسندی کے متعلق مسلم سکالرز کی شہادتیں

پیغمبر امن ﷺ نے تمام مفتوحہ اقوام اور غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ مذہبی رواداری کے ساتھ انھیں مذہبی آزادی کی ضمانت فراہم کی اور ان کی جان و مال، عزت و ناموس اور عقیدے کا جس قدر تحفظ کیا، تاریخ عالم میں اس کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ ذیل میں ہم اس ضمن میں چند مسلم سکالرز کے بیانات کو احاطہ تحریر میں لاتے ہیں:

① بین الاقوامی قانون کے ماہر اور سیرت نگار ڈاکٹر حمید اللہ رقمطراز ہیں:

''قرآن مجید میں یہ عجیب و غریب اصول ملتا ہے کہ ہر مذہبی کمیونٹی کو کامل داخلی خود مختاری دی جائے حتی کہ نہ صرف عقائد کی آزادی ہو اور اپنی عبادات وہ اپنی طرز پر کر سکیں بلکہ اپنے ہی قانون، اپنے ہی ججوں کے ذریعے سے اپنے مقدمات کا فیصلہ بھی کرائیں۔ کامل داخلی خود مختاری کا قرآن کی کئی آیتوں میں ذکر ہے جن میں سے ایک آیت بہت ہی واضح ہے:

﴿وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيهِ﴾

''اور لازم ہے کہ اہلِ انجیل اس کے مطابق فیصلے کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے۔''[1]

① المائدة 47:5.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان احکام کے تحت عہد نبوی ﷺ ہی میں قومی خود مختاری ساری آبادی کے ہر ہر گروہ کو مل گئی تھی۔ جس طرح مسلمان اپنے دین، عبادات، قانونی معاملات اور دیگر امور میں مکمل طور پر آزاد تھے، اسی طرح دوسرے مذاہب وملت کے لوگوں کو بھی کامل آزادی تھی۔''[1]

② موصوف ایک اور جگہ یوں رقمطراز ہیں:

''انسانی حقوق و واجبات سے متعلق مذاہب کے مابہ الاشتراک امور اور بنیادی صداقتیں جو انسانی حقوق و واجبات کے متعلق تھیں، بیان کر کے اسلام نے ساتھ ہی مذہب کو ایک نہایت سہل اور آسان چیز «إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ»[2] بھی بنا دیا اور انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان راست رشتہ جوڑ دیا۔ دوسرے الفاظ میں تمام مذاہب کے پیروؤں میں باہمی احترام و رواداری کا جذبہ پیدا کرنا اور فروع کو چھوڑ کر معقول اصول پر سب کو ایک ہو جانے کی دعوت ہی اسلامی پیغام تھا اور اسی ''بنیادی مذہب'' کے ذریعے سے دین و دنیا کی خوبیوں سے بیک وقت استفادہ ممکن تھا اور خیر و شر کے آمیزے (یعنی انسان) کو اعتدال پر رکھنے اور شیطان اور فرشتہ ہر دو سے الگ بلکہ دونوں سے بہتر الٰہی تخلیق کا ایک کامل ترین نمونہ بنانے کا طریقہ بتا دیا گیا۔ اس ہادیٔ اعظم ﷺ کی یہ تعلیم شاید آج بھی عصبیتوں سے بھری دنیا کے لیے سنجیدہ غور وفکر اور انسانیت سوز برادر کشیوں کے انسداد کا سامان مہیا کرتی ہے۔''[3]

③ عراق کے مشہور فاضل ڈاکٹر عبدالکریم زیدان نے اپنی کتاب میں فقہ ائمہ اربعہ اور عہد بہ عہد کے فقہی ارتقا کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ غیر مسلموں کا پرسنل لاء مسلمانوں کے ہر دور حکومت میں محفوظ رہا ہے، چنانچہ موصوف نے لکھا ہے:

---

① خطبات بہاولپور از ڈاکٹر حمید اللہ، ص: 415,414۔

② صحيح البخاري، الإيمان، باب الدين يسر، حديث: 39۔

③ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی از ڈاکٹر حمید اللہ، ص: 321,320۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«لَا نَتَعَرَّضُ لَهُمْ فِي عَقَائِدِهِمْ فَضَرْبَةُ الْعَقِيدَةِ حَقٌّ مَّضْمُونٌ لِّلذِّمِّيِّ»

''ہم ان کے مذہبی معاملات اور عقائد میں مداخلت نہیں کریں گے کیونکہ مذہبی آزادی اہل ذمہ کا حق ہے جس کی تعلیماتِ نبوی ﷺ میں یقینی ضمانت فراہم کی گئی ہے۔''[1]

نفسیاتِ انسانی کے نباضِ کامل رب العالمین نے قرآن حکیم میں اپنے ماننے والوں کو غیر مبہم الفاظ میں حکم دیا ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾

''اور انھیں گالی نہ دو جنھیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، پس وہ زیادتی کرتے ہوئے کچھ جانے بغیر اللہ کو گالی دیں گے۔''[2]

پیغمبر امن ﷺ نے اس نفسیاتی حقیقت کا اپنے طرز عمل میں ہمیشہ بدرجہ اتم خیال رکھا کیونکہ کسی (غیر مذہب یا غیر مسلم) کو برا کہنے سے اس میں ضد اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے اس لیے آپ نے ہمیشہ اس سے گریز کیا اور وہ طرز عمل اپنایا جس سے غیر مذاہب کے لوگوں کی اصلاح ہو سکے اور وہ اپنی روش پر سنجیدگی سے غور کریں۔

[1] الأنعام 6: 108۔ [2] ''أحكام الذميين في الإسلام'' از عبدالکریم زیدان، ص: 95۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ کی امن پسندی تاریخ کے تناظر میں

نبیِ مکرم ﷺ کی حیات طیبہ قبل از بعثت بھی اور بعد از بعثت بھی فہم و فراست اور امن پسندی کا ایک حسین شاہکار ہے جس کی مثال مشاہیر عالم کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس ضمن میں آپ کی پھول سے زیادہ شگفتہ اور شبنم سے زیادہ پاکیزہ حیات طیبہ کی روشن اور تابندہ مثالیں ذیل میں سپرد قلم کی جاتی ہیں:

① نبی ﷺ اپنی عمر مبارک کے پندرھویں سے بیسویں سال میں تھے کہ عرب کے دو قبیلوں میں پانچ سال سے خونریزی کا جو المناک سلسلہ شروع ہوا تھا، اختتام پذیر ہوا۔[1] اس جنگ (فجار) میں نبی ﷺ نے خود حصہ نہیں لیا اور نہ آپ کے ہاتھ سے کوئی شخص ہی قتل ہوا بلکہ آپ کی اس میں شمولیت صرف اس حد تک تھی کہ آپ کے کئی چچا اس میں شریک تھے اور ان کا دفاع آپ کا فرض تھا جسے آپ بجالائے۔ اس جنگ میں اپنے کردار کی بابت حضور علیہ السلام خود فرماتے ہیں «كُنْتُ أُنَبِّلُ عَلَى أَعْمَامِي» امام محمد ابوزہرہ اس کا ایک مفہوم یوں بیان کرتے ہیں: ''میں اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتا تھا۔''[2]

«أَيْ أَمْنَعُ النَّبْلَ عَنْ أَعْمَامِي فَهُوَ كَانَ دِرْعًا وَّاقِيَةً لِّأَعْمَامِهِ»

''میں ان تیروں کو روکا کرتا تھا جو میرے چچاؤں پر چلائے جاتے تھے تو گویا آپ ﷺ اپنے چچاؤں کے لیے دشمن کے واروں سے بچانے والی زرہ تھے۔''[3]

① البداية والنهاية: 268/2. ② البداية والنهاية: 269/2. ③ خاتم النبيين للإمام محمد أبي زهرة: 151/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② حلف الفضول کا عہد نامہ جو بعثت نبوی ﷺ سے قبل اہل عرب میں طے پایا جس کا مقصد مظلوم کے حقوق کا تحفظ تھا اور جسے منظّم اور پُر اثر بنانے میں نبیِ کریم ﷺ کی مساعیٔ جمیلہ پر روشنی پڑتی ہے۔اس پر آپ ﷺ بایں الفاظ ہمیشہ فخر فرمایا کرتے تھے:

«لَقَدْ شَهِدْتُّ فِي دَارِ عَبْدِاللهِ بْنِ جُدْعَانَ حِلْفًا مَّا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهِ حُمُرَ النَّعَمِ وَلَوْ دُعِيَ بِهِ فِي الْإِسْلَامِ لَأَجَبْتُ»

''میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں موجود تھا جب حلف الفضول طے پایا۔اس کے بدلے میں اگر مجھے کوئی سرخ اونٹ دے تب بھی میں لینے کے لیے تیار نہیں اور اس قسم کے معاہدے کی دعوت اسلام میں بھی اگر کوئی مجھے دے تو میں اسے قبول کروں گا۔''[1]

حلف الفضول کا تعارف کراتے ہوئے فاضل مصنف کونستانس جیورجیو رقم طراز ہیں:

«كَانَ حِلْفُ الْفُضُولِ عِبَارَةً عَنْ كَوْكَبَةٍ مُّؤَلَّفَةٍ مِّنْ رَّهْطٍ مِّنَ الْفِتْيَانِ الْمُسَلَّحِينَ هَدَفُهُمْ أَنْ لَّا يَضِيعَ حَقُّ الْمَظْلُومِ»

''حلف الفضول عبارت ہے اس منظّم دستہ سے جو مسلح نوجوانوں پر مشتمل تھا جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی مظلوم کا حق ضائع نہ ہو۔''[2]

③ اپنی عمر مبارک کے 35 ویں سال میں نبی ﷺ نے اپنی خداداد فراست سے حجر اسود کو دیوار کعبہ میں نصب کرنے کے معاملے میں عرب قبائل کو شدید بحران سے بچالیا جس کا نتیجہ سخت خونریزی پر منتج ہوتا۔یہ واقعہ آپ کی انسان دوستی اور امن پسندی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اسی واقعے سے متعلق عرب کا ایک شاعر ہبیرہ بن ابووہب مخزومی اپنے

---

① خاتم النبيين للإمام محمد أبي زهرة: 153/1. ② نظرة جديدة في سيرة رسول الله ﷺ از کونستانس جیورجیو (وزیر خارجہ رومانیہ) مترجم: ڈاکٹر محمد التونجی، ص:39.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قصیدے میں آپ سے اپنی عقیدت ومحبت کا یوں اظہار کرتا ہے:

تَشَاجَرَتِ الْأَحْيَاءُ فِي فَصْلِ خُطَّةٍ
جَرَتْ طَيْرُهُمْ بِالنَّحْسِ مِنْ بَعْدِ أَسْعُدِ

تَلَاقَوا لَهَا بِالْبُغْضِ بَعْدَ مَوَدَّةٍ
وَأَوْقَدَ نَارًا بَيْنَهُمْ شَرُّ مُوقِدِ

فَلَمَّا رَأَيْنَا الْأَمْرَ قَدْ جَدَّ جِدُّهُ
وَلَمْ يَبْقَ شَيْءٌ غَيْرَ سَلِّ الْمُهَنَّدِ

رَضِينَا وَقُلْنَا الْعَدْلُ أَوَّلُ طَالِعٍ
يَجِيءُ مِنَ الْبَطْحَاءِ مِنْ غَيْرِ مَوْعِدِ

فَلَمْ يَفْجَنَا إِلَّا الْأَمِينُ مُحَمَّدٌ
فَقُلْنَا رَضِينَا بِالْأَمِينِ مُحَمَّدِ

بِخَيْرِ قُرَيْشٍ كُلِّهَا أَمْرَ دِيمَةٍ
وَفِي الْيَوْمِ مَعْ مَا يُحْدِثُ اللهُ فِي الْغَدِ

فَجَاءَ بِأَمْرٍ لَمْ يَرَ النَّاسُ مِثْلَهُ
أَعَمُّ وَأَرْضَى فِي الْعَوَاقِبِ وَالْبَدِي

أَخَذْنَا بِأَكْنَافِ الرِّدَاءِ وَكُلُّنَا
لَهُ حِصَّةٌ مِّنْ رَّفْعِهِ قَبْضَةُ الْيَدِ

فَقَالَ ارْفَعُوا حَتّٰى إِذَا مَا عَلَتْ بِهِ
أَكُفٌّ إِلَيْهِ فَسُرَّ فِي خَيْرِ مُسْنَدِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَكَانَ رَضِينَا ذَاكَ عَنْهُ بِعَيْنِهِ
وَأَعْظِمْ بِهِ مِنْ رَأْيِ هَادٍ وَمُهْتَدِ
لَتِلْكَ يَدٌ مِّنْهُ عَلَيْنَا عَظِيمَةٌ
يَرُوحُ بِهَا رَكْبُ الْعِرَاقِ وَيَغْتَدِي

''قبائل نے ایک بات کا فیصلہ کرنے میں اختلاف کیا، ایسا اختلاف جس نے سعادت کے بعد انھیں نحوست سے دوچار کر دیا۔ وہ پیار و محبت کے بعد بغض و عداوت کے ساتھ ایک دوسرے کے مد مقابل آئے اور انھوں نے آپس میں بدترین آگ کے شعلوں کو بھڑکا دیا۔ جب ہم نے دیکھا کہ معاملہ از حد سنگین ہو گیا ہے اور تیز تلوار کے میان سے نکالنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں رہا۔ تو ہم اس بات پر راضی ہو گئے کہ جو شخص کل صبح سب سے پہلے حرم میں داخل ہوگا، وہی فیصلہ کرے گا۔ پس اچانک یہ امین جس کا نام نامی محمد ہے، ہماری طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ اسے دیکھ کر ہم نے کہا: ہم راضی ہو گئے اس امین محمد کے ساتھ۔

وہ اپنے شمائلِ کریمہ کے طفیل کل بھی اور آج بھی تمام قریش سے بہترین ہیں اور آیندہ کل بھی اللہ تعالیٰ اس پر جو مہربانیاں کرنے والا ہے، اس بارے میں ہم اندازہ نہیں لگا سکتے۔ انھوں نے اس جھگڑے کا ایسا فیصلہ کیا جس کی مثال لوگوں نے آج تک نہیں دیکھی۔ اس (فیصلے) کا فیض عام تھا جس کی ابتدا اور جس کا نتیجہ دونوں دلوں کو خوش کرنے والا تھا۔

ہم نے چادر کے کناروں کو پکڑا اور ہم سب ہاتھ سے پکڑنے کی وجہ سے اس کو اٹھانے میں شریک تھے۔ آپ نے فرمایا: اس کو اٹھاؤ، یہاں تک کہ جب ہتھیلیوں (اس کے حق داروں) نے اسے اس کی جگہ تک اٹھا دیا تو (آپ نے حجر اسود کو وہاں رکھ دیا)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس سے سب لوگ خوش ہو گئے۔

ہم سب اس بارے میں ان کے اس کارنامے پر راضی ہو گئے۔ پس اس ہادی اور مہدی کی رائے کتنی عظیم الشان تھی! ہم پر آپ کا یہ جلیل القدر احسان ہے کہ عراق کے سوار لوگ صبح و شام اس کی زیارت کریں گے۔"[1]

④ قبل از بعثت آپ ﷺ جن محامد و فضائل کا مرقع زیبا تھے، اس کی شان دلنوازی کو آشکارا کرنے کے لیے حضرت زید بن حارثہ کے واقعہ کا ذکر یہاں بے جا نہ ہوگا۔

بچپن میں حضرت زید رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے ساتھ اپنے ننھیال آئے ہوئے تھے کہ بنی قین قبیلہ کے شہسواروں نے ان کے خیموں پر حملہ کر دیا، ان کے ساز و سامان کو لوٹا اور زید کو بھی پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے اور عکاظ کے میلے میں انھیں فروخت کر دیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے انھیں چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی صاحبہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ نبی ﷺ کے عقد میں آنے پر انھوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بطور تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ رحمت عالمیان ﷺ نے زید کو اسی وقت آزاد کر دیا اور بچوں کی طرح ان کے ساتھ پیار و محبت کا برتاؤ فرماتے رہے۔

زید کے والد حارثہ اپنے بیٹے کی جدائی میں دیوانے ہو گئے اور اس کی تلاش میں ملک ملک اور قریہ قریہ کی خاک چھان ماری۔ اپنے لڑکے کے غم میں جو قصیدہ انھوں نے منظوم کیا، اسے پڑھ کر آج بھی سخت سے سخت پتھر دل پسیج جاتا ہے۔

حارثہ اپنے بھائی کعب کے ہمراہ بارگاہ نبوی میں پہنچا اور اپنے بیٹے کی رہائی کا ملتجی ہوا اور کہا کہ ہم اس کا فدیہ دینے کے لیے تیار ہیں۔ آپ ﷺ نے زید کو بلا بھیجا اور پوچھا: کیا تم ان لوگوں کو پہچانتے ہو؟ عرض کیا: ہاں، یہ میرے والد اور یہ میرے چچا ہیں۔ فرمایا:

① سبل الهدٰى والرشاد: 172/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب فیصلہ تمھارے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم چاہو تو اپنے والد کے ساتھ اپنے وطن واپس جا سکتے ہو اور اگر چاہو تو میرے پاس رہ سکتے ہو۔ زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

مَا أَنَا بِالَّذِي أَخْتَارُ عَلَيْكَ أَحَدًا أَنْتَ مِنِّي مَكَانَ الْأَبِ وَالْعَمِّ

''مجھے کیا پڑی ہے کہ آپ کو چھوڑ کر کسی اور کے ساتھ چلا جاؤں! آپ ہی میرے باپ اور آپ ہی میرے چچا ہیں۔''

زید کے ایسے روکھے سے جواب کی حارثہ اور اس کے بھائی کعب کو بالکل توقع نہ تھی، چنانچہ دونوں کہنے لگے:

«وَيْحَكَ يَازَيْدُ! أَتَخْتَارُ الْعُبُودِيَّةَ عَلَى الْحُرِّيَّةِ وَعَلٰى أَبِيكَ وَعَمِّكَ وَأَهْلِ بَيْتِكَ؟»

''اے زید! صد حیف، تم آزادی کی بجائے غلامی کو اور اپنے باپ، چچا اور گھر والوں کی بجائے انھیں پسند کر رہے ہو؟ تمھیں کیا ہو گیا ہے؟''

زید تو خلق محمدی کے دام کا اسیر تھا۔ کہنے لگا: تمھیں کیا معلوم کہ جس ہستی کی غلامی پر میں آزادی کو اور اپنے والدین اور سارے خاندان کو قربان کر رہا ہوں، وہ ہستی کتنی دلربا اور کتنی دلکش ہے۔ میں انھیں چھوڑ کر کہیں جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ [1]

خوش بخت زید نے اپنے وطن واپس جانے پر نبی ﷺ کی غلامی کو ترجیح دی۔ آپ نے بھی از راہ بندہ پروری زید کو اپنا متبنّٰی (منہ بولا بیٹا) بنالیا اور جب تک سورۃ الاحزاب کی آیات 5,4 نازل نہیں ہوئیں، انھیں زید بن حارثہ کی بجائے زید بن محمد کہا جاتا رہا۔

یہ واقعہ اعلان نبوت سے پہلے کا ہے۔ اس وقت آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ اس بات کی صاف غمازی کر رہے تھے کہ یہ ہستی سارے عالم انسانیت کے لیے سراپا رحمت

[1] الإصابة في تمييز الصحابة، رقم: 2897، وأسد الغابة، رقم: 1829.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہدایت بن کر ظہور پذیر ہونے والی ہے۔

⑤ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک روز نبی ﷺ سے پوچھا:

«هَلْ أَتٰى عَلَيْكُمْ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ عَلَيْكَ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ؟ قَالَ: «لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيتُ، وَكَانَ أَشَدُّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ»

کیا اُحد کے دن سے بھی زیادہ تکلیف وہ دن آپ پر گزرا ہے؟ فرمایا: ''تیری قوم کے ہاتھوں جو تکلیفیں مجھے عقبہ کے دن پہنچیں، وہ بہت ہی سخت تھیں۔''

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ بنو ثقیف کے سرداروں میں سے کسی نے میری دعوت قبول نہ کی۔ اس روز میں سخت پریشان اور اپنے افکار واندیشوں میں کھویا ہوا تھا۔ جب میں قرن الثعالب کے مقام پر پہنچا تو اچانک میں نے سر اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ فگن ہے۔ میں نے بغور دیکھا تو جبرائیل علیہ السلام مجھے نظر آئے۔ انھوں نے مجھے پکارا اور کہا: اللہ تعالیٰ نے وہ گفتگو سن لی ہے جو آپ کی قوم نے آپ سے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے، آپ اسے جو حکم دیں، وہ بجالائے گا۔ پہاڑوں کے فرشتہ نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا اور کہا: اے محمد ﷺ! اگر آپ حکم دیں تو دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملادوں اور یہ سارے تلنگے اور اوباش پس کر رہ جائیں۔ رحمت مجسم نے فرمایا:

«بَلْ أَرْجُوا أَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَّنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهُ، لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا»

''بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو تنہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گی اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائے گی۔"①

⑥ حنین کی فتح اور طائف کے محاصرے کے بعد جعرانہ کے مقام پر رسول اللہ ﷺ حکم الٰہی کے تحت جب سارا مال غنیمت تقسیم فرما چکے تو قبیلہ ہوازن کا ایک وفد جن کے حنین کے مقام پر کمین گاہوں میں چھپے ہوئے تیراندازوں نے مسلمانوں پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی تھی، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اب اسلام قبول کر چکا تھا اور آپ سے رحمت وشفقت کا خواستگار ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اتنے روز اس مال کی تقسیم میں تاخیر کی لیکن تم نہ آئے۔ اب مال تقسیم ہو چکا ہے۔ اب دو چیزوں میں سے ایک منتخب کرلو: اہل وعیال یا مال واسباب۔ عرض کی کہ ہمیں مال واسباب نہیں چاہیے، ہمارے اہل وعیال ہمیں واپس کر دیجیے، چنانچہ آپ نے صحابہ سے خطبہ ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے ہیں۔ ہم نے انھیں اختیار دیا ہے کہ چاہے اہل وعیال آزاد کرالیں، چاہے مال واسباب لے لیں۔ انھوں نے اہل وعیال کو آزاد کرانا پسند کیا ہے، لہٰذا ان کے جو قیدی میرے اور بنو عبدالمطلب کے حصہ میں آئے ہیں، انھیں میں آزاد کرتا ہوں۔ اپنے نبی کا یہ ارشاد سن کر سب انصار و مہاجر بہ یک زبان عرض پرداز ہوئے: وَمَا كَانَ لَنَا فَهُوَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ جو قیدی ہمارے حصے میں آئے ہیں سب آپ کی نذر کرتے ہیں۔ اس طرح ان کے اہل وعیال کو بہ عزت واحترام آزاد فرما دیا۔ اس مثالی فیاضانہ سلوک کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام سے عداوت وانتقام کے بھڑکتے ہوئے شعلے سرد پڑ گئے اور نبی معظم ﷺ کی دریا دلی اور اخلاق عالی کو دیکھ کر اسلام کے قدیم دشمن بھی اسلام کے گرویدہ ہو گئے۔②

① صحيح البخاري، بدء الخلق، باب إذا قال أحدكم آمين......، حديث: 3231، وصحيح مسلم، الجهاد، باب مالقي النبي ﷺ من أذى المشركين والمنافقين، حديث: 1795.

② سیرۃ ابن ہشام: 4/130-132.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑦ مدنی زندگی میں اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کے ساتھ نبی ﷺ کا رویہ انتہائی رواداری کا تھا۔ نجران کے عیسائیوں کے وفد کے ساتھ آپ نے جو معاہدہ کیا، وہ آپ کی انسان دوستی اور امن دوستی کی عمدہ ترین مثال ہے۔ یہ معاہدہ مندرجہ ذیل شق پر مشتمل تھا:

''نجران اور اس کے آس پاس کے لوگوں کی جانیں، ان کا مذہب اور عقیدہ، ان کی زمینیں، جائیدادیں، مویشی، ان کے قاصد اور ان کی عبادت گاہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حفاظت اور نگہبانی میں ہیں۔''[1]

① Article 6 "The Pact of Najran" http\\ www.islamicresources.com\pact of Najran htm. with ref. to Harun Yahya's "Islam Decnounces Terrorism" p. 94, Arastirma Publishing, Istanbul\Turkey, Sept. 2002.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہبی رواداری کا ایک جیتا جاگتا ثبوت

ہجرت مدینہ کے بعد غیر مسلم رعایا کے ساتھ رسالت مآب ﷺ کا پہلا معاہدہ ''میثاق مدینہ'' کے نام سے مشہور ہے جو مذہبی رواداری، امن اور فراخدلی کی ایسی مثال ہے جس پر دنیا بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔ دور جدید کی اقوام متحدہ بھی فریقین میں اس سے بہتر اور رواداری پر مبنی معاہدہ نہیں کرا سکتی کیونکہ یہ اس محسن انسانیت ﷺ کی سیاسی بصیرت اور حسنِ تدبر کا مثالی شاہکار ہے جنھیں ہر وقت تائید الٰہی حاصل تھی۔ اس معاہدے سے اسلامی سوسائٹی کے فلاحی مقاصد، پر امن بقائے باہمی، مثالی مذہبی رواداری، قیام امن اور انسانی اقدار کے تحفظ میں بھرپور مدد ملی۔

اس میثاق کے بعض اہم پہلوؤں کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

''بنو عوف کے یہودی ایمان والوں کے ساتھ ایک امت (سیاسی وحدت) تصور ہوں گے۔ یہودی اپنے دین پر رہنے کے مجاز ہیں اور مسلمان اپنے دین پر، خواہ موالی ہوں یا اصل، البتہ جو لوگ ظلم یا زیادتی کے مرتکب ہوں گے، وہ اپنی ذات اور گھرانے کے سوا کسی کو مصیبت میں نہیں ڈالیں گے۔ نیز بنو نجار، بنو حارث، بنو ساعدہ، بنو اوس، بنو جشم، بنو ثعلبہ، بنو جفنہ، بنو شطیبہ الغرض یہود کی تمام شاخوں کے وہی حقوق ہوں گے جو اصل کے لیے بیان کیے جا چکے ہیں۔ اس معاہدے کے شرکاء کے خلاف جو بھی جنگ کرے گا تو وہ (یہودی اور مسلمان) ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ ایک دوسرے کی خیر خواہی پر کاربند رہیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا شیوہ وفاداری ہوگا نہ کہ عہد شکنی۔"[1]

[1] رسول رحمت از ابوالکلام آزاد، ص: 248,247۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میثاق مدینہ سے متعلق مختلف دانشوروں کے تاثرات

عظیم مسلم سکالر محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:

”یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی رو سے جناب محمد ﷺ نے آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال قبل معاشرہ انسانی میں ایسا ضابطہ قائم کیا جس سے شرکائے معاہدہ میں سے ہر گروہ اور فرد کو اپنے اپنے عقیدے میں آزادی کا حق حاصل ہوا۔ انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی۔“ [1]

محترم حامد انصاری اس حوالے سے یوں تبصرہ کرتے ہیں:

”یہودیوں کے ساتھ مذہبی رواداری، آزادی اور ان کے حقوق کے تحفظ کی یہ تاریخ ساز دستاویز اور اس کی دفعات اپنی حقیقت پر آپ گواہ ہیں۔ مذہبی رواداری، امن وسلامتی، آزادی اور انصاف کا ہر جوہر اس میں موجود ہے۔ یہ معاہدہ ان لوگوں کے ساتھ کیا گیا جو قرآن کی زبان میں ظلم اور گناہ کی راہ میں تیز رو تھے۔ جھوٹ کے عادی، حرام کھانے میں جری، سود خور اور سرمایہ دار غریبوں کا مال ناحق ہضم کرنے والے تھے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے اس معاہدے کے بعد بھی اس قوم کو مزید رعایتیں دیں مگر بدنام اور بدکردار یہودیوں نے رعایت کو نظر انداز کر دیا۔“ [2]

ڈاکٹر مجید خدوری اس معاہدے کا جائزہ یوں پیش کرتے ہیں:

---

[1] حیات محمد ﷺ از محمد حسین ہیکل، ص:270. [2] اسلام کا نظامِ حکومت از حامد انصاری، ص:364.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’اس دستاویز (میثاق مدینہ) کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض حلفی اور اتحاد کا پیمان نہ تھی بلکہ اس کی حیثیت زیادہ وسیع تھی۔ پہلے حصہ سے محض یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ قبائل کے درمیان مصالحت کی سعی ہے۔ یہ ایک میثاق ہے جس کے ذریعے سے مدینہ منورہ کے عرب قبائل کی باہمی رقابتیں مٹا کر مختلف عناصر کو متحد کر کے ایک ایسی قوم بنانا مقصود تھا جو سب سے منفرد اور ممتاز ہو۔ دوسرے لفظوں میں یہ قبائل کے درمیان ڈھیلا ڈھالا اتحاد نہیں بلکہ اس اسلامی حکومت کا دستور ہے جو ابھی تعمیر کے مرحلے میں تھی۔ اس کے ذریعے سے نبی کریم ﷺ نے ایک نئے نظام کے اندر تنگ نظرانہ قبائلی وابستگیوں کو تحلیل کر کے نئے مذہب اور نئی حکومت کو توجہ کا مرکز بنا دیا۔

معاہدے کا دوسرا حصہ عرب قبائل اور یہودیوں کے درمیان اتحاد سے متعلق ہے۔ ہر یہودی قبیلہ مومنوں کے ساتھ مل کر ایک قوم قرار پایا لیکن یہودی قبائل بجائے خود ایک قوم نہ رہے، البتہ یہودی قبیلے کے مذہب اور اس کے موالی ساتھیوں کو آزاد رکھا گیا۔ معاہدہ کے اس حصہ کی حقیقی حیثیت مظہر ہے کہ یہ ایک قسم کا وفاق تھا جو عربوں اور یہودیوں کے درمیان قائم کیا گیا۔ حکومتِ مدینہ کو اس وفاق میں سرکردگی کی نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ اس اتحاد کا نتیجہ تھا کہ تمام عناصر وفاق میں بہ حیثیت مجموعی تعلقات خوشگوار رہے اور صرف ایک یہودی قبیلہ مسلمانوں سے برسرِ پیکار تھا۔‘‘ [1]

ٹار آندرے نے اس بارے میں اپنی رائے کا اظہار یوں کیا ہے:

’’مدینہ کی امت کے قوانین کسی دینی حکومت کے دستور کی وہ پہلی دستاویز ہیں جس نے بتدریج اسلام کو ایک عالمی مملکت اور عالمی دین بنایا۔ (اس دستور کے مطابق) اگر کوئی بھی مذہبی مقتدرِ اعلیٰ کے خلاف کام کرتا تو وہ اپنے قریبی رشتے داروں کے ہاتھوں

[1] اسلام اور قانونِ جنگ و صلح از ڈاکٹر مجید خدوری، ص: 292,291۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی مامون و محفوظ نہیں تھا۔ (اس کے مطابق) اسلام نہ صرف ایک مذہب بلکہ ایک برادری بن گیا تھا جیسا کہ سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 10 کہتی ہے کہ مؤمنین تو سب بھائی ہیں۔"[1]

"میثاقِ مدینہ کی دفاعی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں نے جب قریش کو مرعوب کرنے اور بساط اقتصادیات پر ان کو زچ کرنے کی خاطر عسکری مہموں کا آغاز کیا تو مدینہ کے کسی قبیلے نے نہ تو اعتراض کیا اور نہ مداخلت ہی کی۔ اس میثاق نے اسلامی مملکت کے لیے حصار کا کام دیا، نیز اس سے مسلمانوں کو حلیف قبائل میں تبلیغ اسلام کا کام کرنے، انھیں اسلام کے عقائد و تعلیمات سے رُوشناس کرنے اور شرک و بت پرستی کے نقصانات سے متنبہ کرنے کے بہتیرے مواقع حاصل ہو گئے۔"[2]

کے ایس راما کرشنا راؤ اس بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

"پیغمبر اسلام کے ہاتھوں جس لیگ آف نیشنز کی بنیاد رکھی گئی، اس نے ایسی آفاقی بنیادوں پر بین الاقوامی یک جہتی اور انسانی اخوت کا اصول مہیا کیا جو دوسری اقوامِ عالم کے لیے مشعل کا کام دے سکتی ہے۔"[3]

"میثاقِ مدینہ" کو اگر مدینہ کے کلی تناظر میں دیکھا جائے تو اس کی یہ اہم خصوصیت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ اس کی رُو سے مدینہ کی حکومت نا آشنا سرزمین میں پہلی مرتبہ عدل و مساوات کے اصولوں پر منظّم اور منضبط مملکت معرضِ وجود میں آئی اور لوگوں کو شہری اور معاشرتی امن و سلامتی کی نعمت غیر مترقبہ میسر آئی۔ اس مملکت کی اساس چونکہ اسلامی اصولوں پر استوار تھی، لہٰذا یہ امن و سلامتی کا گہوارہ تھی اور اس میں غیر مسلموں کے لیے

---

① "Muhammad the Man and his Faith" by Tor Andrae, p. 136, New York, 1960.

② پیغمبر اعظم و آخر ﷺ از نصیر احمد ناصر، ص: 414,413.

③ محمد دی پرافٹ از کے ایس راما کرشنا راؤ، ص: 261,260.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑی کشش پائی جاتی تھی۔

صلح حدیبیہ میں امن وسلامتی اوراخلاق عالیہ کے مضمرات

یہ معاہدہ پیغمبرِ امن ﷺ، ان کے ساتھیوں اور کفار مکہ کے درمیان 6 ہجری میں طے پایا جس میں کفار نے مسلمانوں کی سیاسی، مذہبی اور آزاد حیثیت کو تسلیم کر لیا۔ اس صلح نامے کی جو شرط مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ پریشانی کا باعث بنی، وہ شرط نمبر 2 تھی جس کی رُو سے اگر اہل مکہ کا کوئی آدمی بھاگ کر مدینہ طیبہ چلا جاتا تو اسے واپس کرنا ضروری تھا۔ اس کے برعکس اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی بھاگ کر مکہ چلا جاتا تو مسلمان اسے واپس نہیں لے سکتے تھے۔ کفار کی چشم ظاہر بیں اگر چہ اس شرط کے مضمرات اور مسلمانوں کے فائدے میں ہونے کو نہیں دیکھ رہی تھی، اس لیے وہ اس پر بضد ہوئے لیکن نبیِ برحق ﷺ نے جھگڑے سے بچنے اور امن وسلامتی کی خاطر اس شرط کو صلح نامے میں لکھوا دیا۔ بعد میں یہی دفعہ اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی تعداد میں زبردست اضافے کا باعث بنی اور بالآخر فتح مکہ کا پیش خیمہ بنی۔ اسی لیے قرآن حکیم نے اس صلح کو فتح مبین کہا ہے:

﴿ اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۝ ﴾

”بے شک ہم نے آپ کو فتح دی، ایک کھلی فتح۔“[1]

یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ پیغمبرِ امن ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صلح نامے کے شروع میں جب تسمیہ کے بعد مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ کے الفاظ لکھوائے تو کفار رسول اللہ کے الفاظ پر معترض ہوئے اور کہا کہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مان لیں تو پھر جھگڑا کاہے کا باقی رہ جاتا ہے؟ اس موقع پر بھی آپ ﷺ نے امن وسلامتی کی خاطر کفار کی

[1] الفتح 48 :1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منشا کے مطابق مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللهِ کے الفاظ لکھوا دیے۔

سہیل بن عمرو جو اس صلح نامے میں کفار مکہ کا فعال نمایندہ تھا جس کی نگرانی میں اس صلح نامے کی شرائط طے پائیں، اس نے واپس جا کر اپنے لوگوں میں نبی اکرم ﷺ کی اپنے اصحاب میں جس عدیم المثال عزت و توقیر اور آپ کی عالی ظرفی کو خراجِ تحسین پیش کیا، وہ اپنی مثال آپ ہے۔

جیسا کہ بیان ہوا، صلح حدیبیہ فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اس صلح کا مقصد کفار مکہ کے لیے پیغمبر امن ﷺ کی جانب سے بقائے امن کا معاہدہ اور رحم و کرم اور عفو و درگزر کا معاملہ تھا کہ ظاہری وقار کا خیال چھوڑ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مرضی کے خلاف آپ نے صلح کے لیے پوری پوری کوشش فرمائی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلح حدیبیہ پر چند دانشوروں کے تاثرات

ہندو ادیب اور سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد صلح حدیبیہ پر ''فتح مبین'' کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:

''صلح حدیبیہ بظاہر حضور انور ﷺ نے نہایت ذلت آمیز شرائط پر کی تھی مگر اس میں ایک نہایت گہری حکمت خداوندی مضمر تھی جسے سمجھنے کے لیے حضرت ﷺ جیسے نبیِ برحق کے دماغ کی ضرورت تھی۔ عام مسلمان اس صلح کو اپنی ذلت کا ایک نہایت افسوس ناک مظاہرہ سمجھتے تھے، اس لیے خداوند کریم و بصیر نے عام مسلمانوں کے اطمینان کی خاطر اور آسودگی قلب کے لیے ایک آیت نازل فرمائی جس میں صلح حدیبیہ کو ایک قسم کی ''فتح مبین'' سے تعبیر فرمایا گیا۔ اس سے کچھ مسلمانوں کا تشویش و اضطراب تو دُور ہو گیا مگر کچھ بدستور پریشان رہے لیکن مستقبل قریب میں ہی پیش آنے والے واقعات نے اس بات پر مہر توثیق ثبت کر دی کہ صلح حدیبیہ واقعی ایک فتح مبین ہی کا پیش خیمہ تھی۔ اس کی ذلت آمیز شرائط ہی میں ملک و ملت کے لیے امن و امان اور انسانی فلاح و بہبود کا راز مضمر تھا۔ بعد میں پیش آنے والے واقعات سے قطع نظر اس وقت بھی اگر بنظرِ عمیق دیکھا جاتا تو یہ صلح جسے عام مسلمان اپنی ''شکست فاش'' قرار دے رہے تھے، انھیں فتح مبین ہی نظر آتی۔

اسلام کی جنگ و جدال، صلح و آشتی اور امن و امان کے لیے مخصوص تھی، پھر جب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان شرائط پر بغیر تلوار کو میان سے نکالنے کے خونریزی کا سد باب ہو گیا تو یہ اسلام کی فتح ہوئی یا شکست؟ اسلام کی سب سے بڑی ظفر مندی یہ نہیں کہ وہ ملک کو شعلہ زارِ جنگ و جدال بنا دے بلکہ اس کی سب سے بڑی ظفر مندی شعلہ زار جنگ و جدال کو فردوس زار امن و رافت میں تبدیل کرنا ہے۔ اس حقیقت کو حضرت ﷺ کی بلند نظری نے دیکھ لیا تھا اور ان شرائط پر جنھیں عربوں کی اقتدار پسند طبیعت ذلت آمیز قرار دے رہی تھی، صلح و آشتی کا معاہدہ مترتب کر کے ملک کو جنگ کی شعلہ ریزیوں اور خونچکانیوں سے ایمن کر دیا تھا۔ اگر حضور انور ﷺ ذرا سی اقتدار پسندی کے جذبے سے بھی کام لیتے تو ہزاروں سر تن سے جدا ہو جاتے، سینکڑوں عورتیں بیوہ اور سینکڑوں بچے یتیم ہو جاتے۔ مگر آپ ﷺ نے انتہائی دُور اندیشی سے کام لیتے ہوئے اپنے متبعین مخلصین کی کثرت رائے کی بھی پروا نہ کرتے ہوئے بغیر تیر و تلوار کے وہ حیرت انگیز کارِ نمایاں کر دکھایا جسے جنگجویانِ اسلام تیر و تلوار کی قوت سے بھی سرانجام نہ دے سکتے اور ساتھ ساتھ یہ ''ذلت آمیز شرط'' بھی کہ اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی مدینہ سے مکہ آ جائے تو قریش اسے مسلمانوں کو واپس نہ دیں گے لیکن اگر قریش کا کوئی آدمی مدینہ آ جائے تو مسلمانوں کو واپس دینا ہوگا، زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی اور کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ خود قریش اس کے منسوخ کر دینے پر مجبور ہوئے۔''[1]

محترم غلام غوث ہزاروی اس بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

''آپ ﷺ کے سفر حدیبیہ کا مقصد عمرہ، امن اور جنگ بندی قرار پایا، چنانچہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ احرام باندھا۔ قربانیاں ساتھ لیں اور صرف قافلے والوں

[1] عرب کا چاند از سوامی لکشمن پرشاد، ص: 378,377۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے ہتھیار ساتھ رکھے اور جب مکہ معظّمہ کے قریب قریش کا لشکر آتے دیکھا تو سارا راستہ بدل کر اور تکلیف دہ راستہ اختیار کر کے حدیبیہ پہنچ کر مذاکرات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جب قریش کا ایک دستہ حملہ آور ہوا اور ان کو صحابہ نے گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے ان سب کو رہا کر دیا۔ آخر ایسی شرطیں مان کر معاہدۂ امن کیا جن کو صحابہ بھی ذلت آمیز سمجھتے رہے۔ مگر آپ کا مقصد قریش پر بلکہ عوام پر اخلاقی اثرات ڈالنا اور تبلیغ اسلام کے لیے امن کا راستہ ہموار کرنا تھا...... بہر حال آپ نے مقصد سفر سے باوجود اشتعال انگیزی کے انحراف نہیں فرمایا۔''[1]

بریگیڈیر (ریٹائر) گلزار احمد لکھتے ہیں:

''حدیبیہ کو جنگ و جدال کی تاریخ میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے اور آنے والے سپہ سالاروں اور مسلمان خطوں کی خارجی پالیسی بنانے والوں کے لیے مشعل کا کام دیتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے ''فتح مبین'' کا نام دیا ہے۔ فتح یہ اس لحاظ سے ہے کہ اس صلح نامے نے یہ ثابت کر دیا کہ حق و صداقت بالآخر فتح یاب ہوتے ہیں اور حق و صداقت کی بہر حال مدد کی جانی چاہیے، چاہے اس کے اثرات کسی کے ذاتی مفادات سے کتنے ہی کیوں نہ ٹکرائیں۔ نبی ﷺ کا بظاہر ناموافق شرائط کو تسلیم کر لینا دراصل اپنے مقصد (امن) کے حاصل کرنے کی طرف اقدام تھا، یعنی اسلام کا پیغام امن اپنے دشمنوں تک پہنچانا اور پھر بالآخران کے ذریعے سے پوری انسانیت تک پہنچانا، جیسا کہ ایک مؤرخ نے بیان کیا کہ ''اسلام میں کوئی سابقہ فتح اس فتح سے زیادہ عظیم نہیں تھی۔'' جب جنگ بندی ہو گئی اور جنگ پر قدغن لگ گئی تو لوگ احساس تحفظ کے ساتھ ایک دوسرے سے ملنے اور مشورے کرنے لگے۔ ان دو سالوں میں دگنے بلکہ دگنے سے بھی کہیں زیادہ

[1] جنگ سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں از غلام غوث ہزاروی، ص: 28,27.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے جو اس سے پہلے سالوں کی نسبت کہیں زیادہ تھے۔ اس صلح نامے نے مسلمانوں پر اشاعت اسلام کے لیے نئے آفاق کھول دیے۔ اب وہ اپنا پیغامِ امن پوری دنیا کو پہنچا سکتے تھے۔ نبی ﷺ نے پڑوسی ریاستوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے عظیم اخوت اسلامی میں شامل ہونے کے نامے ارسال فرمائے۔''①

بریگیڈیر ایس۔ کے ملک رقمطراز ہیں:

''قریش نے صلح نامہ حدیبیہ کو اپنے حق میں عظیم فتح سمجھتے ہوئے خوشیاں منائیں جبکہ اس کے برعکس قرآن حکیم نے اسے مسلمانوں کے لیے فتح مبین قرار دیا۔ اس صلح کے مکمل اثرات بعد میں ظہور پذیر ہوئے۔ اس معاہدے میں قریش کے پیش نظر جو مفاد تھا وہ اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ انھیں تحفظ مل جائے اور مکہ اور شام کے درمیان انھیں تجارتی شاہراہ کو بلا روک ٹوک استعمال کرنے کی ضمانت مل جائے۔ مسلمانوں کے مفادات اس سے کہیں زیادہ تھے: اول تو یہ کہ قریش نے ملک عرب میں سیاسی قوت کے استعمال میں مسلمانوں کو اپنے برابر کا حصہ دار تسلیم کر لیا تھا۔ دوم یہ کہ مسلمانوں کو اگلے سال حج کی ادائیگی کے حق کا یقین ہو گیا تھا۔ سوم یہ کہ نبی ﷺ کو تبلیغ اسلام کے لیے آس پاس کے بدوی قبائل تک رسائی حاصل ہو گئی تھی جس کے نتیجے میں ان میں سے بہت سے قبائل نے اسلام قبول کر لیا جس سے اہل مکہ تنہا اور بے یار و مددگار رہ گئے۔ چہارم یہ کہ صلح نامے کی دفعہ نمبر 2 جو بظاہر مسلمانوں کے لیے ناگوار تھی، اشاعت اسلام میں بڑی ممد ثابت ہوئی، وہ اس طرح کہ جو بھی کافر مکہ سے مدینہ بھاگ کر جاتا، اسے ازروئے معاہدہ واپس کر دیا جاتا اور وہ واپس مکہ جا کر مسلمانوں کے اخلاق عالیہ اور سنہری تعلیماتِ اسلام کے گن گاتا جس کی اثر پذیری بہر حال وہاں اپنا رنگ لاتی۔ اس طرح

① "The Prophet's Concept of War" by Brig. (Retired) Gulzar Ahmad . p. 166,167, Islamic Book Foundation, Lahore, Oct. 1986.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاعت اسلام کے دروازے خود بخود کھلتے گئے۔ پنجم یہ کہ اس صلح نامے نے مسلمانوں کو خیبر اور شمالی عرب کے یہودی قبائل سے نمٹنے کے لیے موقع فراہم کیا۔''①

کے، ایس راما کرشنا راؤ لکھتے ہیں:

''ایک عام کہاوت ہے کہ ایک دیانتدار اور ایماندار آدمی شریف اور معزز ترین شاہکارِ الٰہی ہوتا ہے۔ محمد ﷺ دیانتداری اور ایمانداری میں بہت اعلیٰ و ارفع تھے۔ اپنے نہاں خانۂ دل تک وہ انسانیت دوست اور انسانیت نواز تھے۔ انسانی ہمدردی اور انسانی الفت و رافت آپ کی روح کی غذا تھی۔ خدمت انسانیت، ارتقائے انسانیت، تزکیۂ انسانیت، تعلیمِ انسانیت اور اگر لفظِ واحد میں بیان کیا جائے تو انسان کو صحیح معنی میں انسان بنانا، یہی آپ کے مشن کا مقصد وحید تھا۔ خیالات میں اور قول و فعل میں انسانیت کی فلاح و بہبود آپ کی روحِ دروں کی آواز تھی اور آپ کا واحد راہنما اصول تھا۔ آپ انتہائی صلح جو اور انتہائی بے غرض اور بے لوث انسان تھے۔ صرف اللہ کے بندے اور اس کے رسول۔ بندۂ الٰہی پہلے اور بعد میں رسول۔''②

ہٹلر اپنی کتاب مائن کیمف (Mein Kamp) میں لکھتا ہے:

''عظیم نظریاتی شخص شاذ و نادر ہی عظیم قائد ہوتا ہے۔ ایک شعلہ نوا مقرر ہمیشہ ایک بہتر قائد ہوگا کیونکہ قیادت اس قابلیت و استعداد کا نام ہے جو لوگوں کو تحریک وسعیِ عمل پر ابھار سکے۔ خیالات کو پیدا کرنے کے جوہر کا قیادت کے جوہر کی استعداد سے کوئی اشتراک نہیں۔ لیکن ایک ہی ذات میں نظریاتی تشخص، منتظم اور قائد اجتماع کا ایک ساتھ ہونا،

① "The Quranic Concept of War" by Brig, S.K. Malik, p. 92, National Book Foundation, Lahore, 1979.

② "Encyclopaedic Survey of Islamic Culture"

محمد دی پرافٹ از کے ایس راما کرشنا راؤ ص: 268.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس روئے زمین پر تو نایاب ہی ہے۔ اگر یہ تینوں صفات ایک شخص میں موجود ہیں تو عظمت اسی میں مضمر ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے گوشت پوست کے انسان اور زمین پر چلتے پھرتے انسان میں چشم عالم نے ان فقید المثال خصوصیات کا بدرجۂ اتم مشاہدہ کیا ہے۔''[1]

امن وسلامتی اور عافیت کا ایک درخشاں باب

یوں تو محسن انسانیت ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا ہر گوشہ معاندین ومخالفین اور غیر مذاہب کے لوگوں سے حسن سلوک، عفوودرگزر اور مثالی مذہبی رواداری سے عبارت ہے لیکن اس کا ایک اہم تاریخ ساز موقع ''فتح مکہ (10 رمضان 8ھ/ جنوری 630ء)'' ہے جب آپ کو اپنے دشمنوں پر کامل اختیار واقتدار حاصل تھا۔ جب صحن کعبہ میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے زہریلے دشمن گروہ در گروہ سر جھکائے کھڑے تھے۔ یہ وہ دشمن تھے جنھوں نے محسن کائنات ﷺ کی شمعِ حیات کو گل کرنے کی انتھک کوششیں کی تھیں، جن کے حملوں کے ریلے اور طوفانِ مہیب مدینہ کے درودیوار سے آ آ کے ٹکراتے تھے، جنھوں نے پیغمبر رحمت ﷺ کو بدنام کرنے اور ان کی اذیت رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور جن کے جسم وجان اور دل ودماغ کی تمام تر توانائیاں نخل اسلام کی بیخ کنی میں صرف ہوئی تھیں۔ ان اہل مکہ میں وہ قسی القلب بھی ہیں جنھوں نے اعلائے کلمۃ الحق کے ''جرم'' میں اس کے حامیوں کو خاک وخون میں تڑپا دیا تھا، نیچے انگارے بچھا کر تپتی ریت پر گھسیٹا تھا، ہاتھوں میں میخیں ٹھونکی تھیں اور سینے پر تپتے ہوئے پتھر رکھے تھے۔ ان میں وہ ظالم و جابر بھی نظر آ رہے ہیں جنھوں نے حق کے پرستاروں کو چٹائیوں میں لپیٹ کر شدید زدوکوب کرکے اور دھواں دے کر اپنے سینے کی آگ کو ٹھنڈا کیا تھا۔ یہ وہ سفاک اہل مکہ ہیں جنھوں نے اللہ کے

[1] "Encyclopaedic Survey of Islamic Culture"

محمد دی پرافٹ از کے ایس راما کرشنا راؤ، ص: 267,266.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیارے رسول ﷺ اور ان کے جاں نثار ساتھیوں کا معاشرتی مقاطعہ کیا تھا اور تین سال کے طویل عرصے تک شعب ابی طالب کی قید و بند اور بھوک و پیاس کی جاں گسل کلفتوں کو جھیلنے پر مجبور کیا تھا۔ ان میں وہ جفا کار بھی دکھائی دے رہے ہیں جنھوں نے محسن کائنات ﷺ پر پتھروں کی برسات کر دی تھی، آپ پر آوازے کسنے کے لیے آپ کے پیچھے شہر کے آوارہ چھوکرے لگا دیے تھے۔ آپ کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے اور بالآخر ان مظلومین کو گھر سے بے گھر ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ ظلم و قہر اور استبداد و جبروتیت کا پہاڑ توڑنے والا سردارِ مکہ ابوسفیان بھی آج فتح اسلام کے سامنے سرافگندہ حاضر ہے۔

باطل سرنگوں ہے اور کفر لرزہ براندام ہے۔ اشقیائے عرب کو خوب یقین ہے کہ آج ان سے تیرہ سالہ طویل عرصے کے ظلم و بربریت کا بدلہ گن گن کر لیا جائے گا۔ آج کوئی قوت انھیں اسلام کی تیغ آبدار سے نہیں بچا سکتی۔ سرفروشانِ اسلام اپنے سچے رب کے سچے وعدوں کے ایفا پر شاکر و نازاں ہیں۔ مظلوم فاتحین انتقام کی قہر آلود نظروں سے ستم گر مفتوحین کی گھات میں ہیں۔ وہ نہ تو بلال رضی اللہ عنہ پر کیے گئے مظالم بھلا سکتے ہیں، نہ عمار اور ان کے والدین رضی اللہ عنہم پر کی گئی روح فرسا جفا کاریوں ہی کو فراموش کرنا ان کے بس میں ہے اور نہ بئر معونہ کے ستّر شہداء کی مظلومیت ہی انھیں چین کی نیند سلا سکتی ہے، نہ اُحد کی جفا کاریاں اور نہ خندق کی فریب کاریاں ذہن سے محو ہو سکتی ہیں۔ اللہ کے پیارے رسول ﷺ پر کیے گئے بے انتہا مظالم اور قہر مانیت کی یاد صحابہ کے سینوں میں رہ رہ کے انتقام کی انگڑائیاں لے رہی ہے اور اس انتقام کی آگ بھڑکتے ہوئے شعلوں میں تبدیل ہوا چاہتی ہے۔ ناموسِ رسالت پر مر مٹنے والے صحابہ جذبۂ انتقام کے ہاتھوں ماہیِ بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں کہ ایمان و تیقن کے مرکز کی جانب سے اشارہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملے تو اپنی تلواریں بے نیام کر کے برق آسمانی کی طرح ظلم و جبروت کے ان آقاؤں پر ٹوٹ پڑیں۔

لیکن سبحان اللہ! قربان جایئے اس فاتحانہ شانِ رحمت و امن عالم کے کہ دنیا نے دیکھا کہ پیغمبر امن ﷺ ان دشمنوں کے ساتھ عین اس وقت جبکہ وہ مفتوح، قیدی، غلام، زیردست، بے بس اور بے کس تھے اور اپنی داستان مظالم کے طویل ماضی کو یاد کر کے یقین کر رہے تھے کہ آج ہماری خیر نہیں، پیغمبر رحمت و امن ﷺ کی ذات ستودہ صفات میں رواداری اور عفوو درگزر اپنی پوری آن بان کے ساتھ جلوہ گر نظر آتے ہیں جو دیگر فاتحین عالم اور علمبرداران مذاہب میں مثل عنقا ہیں۔ اس موقع پر دشمن کی امیدوں کے برعکس امن عالم کے نقیب اعظم ہونے کے ناتے سے اعلان فرمایا گیا: اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَرْحَمَةِ ''آج تو رحمت و امن کی برکھا کا دن ہے۔''[1]

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق نبی ﷺ نے یہ جملہ انصار کے علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے کلمات «اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَةِ، اَلْیَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ» ''آج تو انتقام جنگ و جدال اور خون خرابے کا دن ہے، آج کعبے کو حلال کیا جائے گا'' کے جواب میں فرمایا تھا:

«كَذَبَ سَعْدٌ وَّلٰكِنْ هٰذَا يَوْمٌ يُعَظِّمُ اللّٰهُ فِيهِ الْكَعْبَةَ، وَيَوْمٌ تُكْسٰى فِيهِ الْكَعْبَةُ»

''سعد نے غلط کہا بلکہ آج کا دن وہ دن ہے جس میں کعبہ کی تعظیم کی جائے گی اور آج کے دن کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔''[2]

فتح مکہ کا دن کینہ پرور دشمنوں سے انتقام لینے کا بہترین موقع تھا، لیکن «اَلْيَوْمَ يَوْمُ

[1] كتاب المغازي للواقدي، ص: 554. [2] صحيح البخاري، المغازي، باب أين ركز النبي ﷺ الراية يوم الفتح؟ حديث: 4280.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمَرْحَمَةِ» ''آج عام معافی اور رحمت کی برکھا کا دن ہے'' کے انسانیت نواز اعلان کے ساتھ یہ اعلان جانفزا بھی آپ نے سنا دیا:

«لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، اِذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ»

''آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔''①

اسلام اور پیغمبر اسلام پر خونخواری، خونریزی اور اشاعتِ اسلام بذریعہ شمشیر کا الزام لگانے والوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ فاتح مکہ نے اپنے منشور رحمت وامن سے آنے والے فاتحین عالم کو کیسا فقید المثال انسانیت نوازی کا درس دیا ہے جس سے کیا اُن قسی القلب انسانوں کے دل موم ہو کر آپ کے گرویدہ نہیں ہو گئے! وہ جو آپ کے خون کے پیاسے تھے، اب آپ کے ابرو کے اشارے پر اپنی متاع حیات کو قربان کر دینا باعث فخر سمجھتے ہیں۔ ہادیِ عالم کا یہ مقدس فرمان مقاصد رسالت کی تکمیل میں مدد و معاون ثابت ہوا اور مکہ کی فتح کے ساتھ ہی فتح اسلام کا پرچم اہل عرب کے دلوں پر بھی لہرانے لگا اور عرب کی سرزمین سے جبر و استبداد کا نشان تک ہمیشہ کے لیے مٹ گیا۔ احترامِ آدمیت کے جلوے جمال آرا ہوئے۔ مفتوحہ سرزمین ''دارالامن'' اور شہر مکہ ''دارالسلام'' قرار دیے گئے۔ اللہ اللہ! فاتح کی شمشیر نے خون نہیں ٹپکایا بلکہ اس سے الفت و محبت کے ریحانِ خوشتر اور بندہ پروری اور بندہ نوازی کے لعل بدخشاں کی رم جھم ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ فتح مکہ نے المناکی اور خون آشامی کی ایک داستان طویل کو ملیامیٹ کر کے خلوص و محبت، پائنداری اور امن و عافیت کا درس عالی فراہم کیا۔ کاش! جنگ میں انسانیت کو خاک و خون میں تڑپانے والے امن عالم کے نام نہاد ''نقیب'' اُسوۂ محمدی پر عمل پیرا ہوتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ اللہ کی یہ دھرتی بہشت بریں نہ بنتی!

① زاد المعاد: 408/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمدی عفو ودرگزر پر دانشوروں کا خراج تحسین

یہ وقت بہت نازک تھا۔ ہر شخص کو یقین تھا کہ اب اہلِ شہر کی خیر نہیں۔ نبی ﷺ قتل عام کا حکم دیں گے اور جو اذیتیں انھیں دی گئی تھیں، ان کا خوب بدلہ لیں گے۔ لوگ اس خیال سے کانپے جاتے تھے کہ موت سر پر کھڑی ہے۔ لوگ شہر چھوڑ کر بھاگنے لگے تھے کہ آپ ﷺ نے فوراً منادی کرائی کہ کوئی مسلمان تلوار نہ چلائے اور مکہ کا کوئی آدمی شہر چھوڑ کر نہ جائے۔ آج لڑائی اور بدلے کا دن نہیں، آج رحمت اور شفقت کا دن ہے۔ میں تمھارا دشمن بن کر نہیں آیا ہوں، نہ میں تم سے کسی قسم کا بدلہ لوں گا۔ میں تم سب کے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو یوسف علیہ السلام نے مصر میں اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ میں تم کو جھڑکی تک بھی نہ دوں گا۔

باوجود ان باتوں کے انصاف بھی آخر کچھ چیز ہے۔ عکرمہ نے جو بے وجہ حملہ کر کے دو بے گناہ مسلمانوں کو قتل کر دیا تھا اور اس خوشی کے وقت ان دو بے گناہوں کے گھر ماتم بپا ہوا، ان کا انصاف بھی آخر اللہ کی شریعت میں کچھ تھا۔ اس جرم کی سزا میں عکرمہ کو ماخوذ کرنے کا حکم دیا گیا۔ وہ یہ خبر سن کر مکہ سے بھاگ نکلا اور رُوپوش ہو کر صحرا بہ صحرا خاک چھانتا پھرا۔ اس کے بال بچے لاوارث ہو گئے۔ اس حالت میں عکرمہ کی بیوی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی پریشانی اور مصیبت و سرگردانی رو رو کر بیان کی اور نہایت عاجزی سے عکرمہ کے خون کی معافی مانگی۔ آپ ﷺ نے مسلمان مقتولوں کے وارثوں کو خون کی معافی پر رضا مند کیا۔ عکرمہ کی بیوی کو اطلاع کی کہ عکرمہ کی جاں بخشی کر دی گئی ہے تو وہ اپنے شوہر کی تلاش میں نکلی اور بڑی مشکلوں سے اُسے ڈھونڈ کر واپس شہر میں لائی۔ عکرمہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت اپنی بیوی کو بطور سفارشی ہمراہ لایا۔ اس شخص کا باپ ابوجہل آپ ﷺ کا جانی دشمن تھا اور وہ آپ کا نام و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشان مٹانے کی کوشش ہی میں جان گنوا بیٹھا تھا۔ وہی زہریلا خون عکرمہ میں تھا۔ جب تمام قریش بے دل ہو کر بیٹھ رہے، اس روز بھی وہ مسلمانوں کو قتل کرنے سے نہ چوکا۔ اب اس نے سچے دل سے اسلام قبول کیا اور اس وقت سے آپ ﷺ کا جاں نثار خادم بن گیا۔

ہبار بھی آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ یہ وہ شخص تھا کہ جب نبی ﷺ کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا مکہ سے مدینہ آئی تھیں تو اس شخص نے ان کو پتھر مارے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا حمل سے تھیں۔ آپ کو اس حالت میں اس قدر شدید ضربات پہنچیں کہ مدینے میں آ کر صدمہ ضربات سے انتقال ہو گیا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ یہ شخص حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خون کے قصاص میں ضرور قتل کیا جائے گا۔ مگر آپ ﷺ نے بڑی دریا دلی سے اپنی جگر گوشہ کے قاتل کی بھی جان بخش دی۔

وحشی بھی آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے آپ ﷺ کے چچا حمزہ کا گلا کاٹا تھا۔ خاندانِ نبوی کو وحشی کے اس عمل سے بے انتہا قلق اور صدمہ ہوا تھا۔ ہر شخص کو یقین تھا کہ وحشی قصاصِ حمزہ میں ضرور قتل کیا جائے گا۔ آپ ﷺ کو بھی اس پر سخت غصہ تھا۔ اس نے آتے ہی سب سے اول یہ بات کہی کہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ یہ سننا تھا کہ آپ ﷺ نے یہ خون بھی معاف فرما دیا۔

ابوسفیان کی بیوی ہند بھی آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی گئی۔ یہ وہی تھی جس نے اپنے شوہر کی داڑھی پکڑ کر اسے جوتیوں سے پیٹا تھا کہ یہ مسلمان کیوں ہو گیا۔ جب وحشی نے حمزہ کا گلا کاٹا تو اس وقت اس عورت نے بے دردی کا وہ کام کیا جو شاید ہی کسی اور نے کیا ہو۔ اس نے حمزہ کا پیٹ چیر کے کلیجہ نکالا اور اسے اپنے دانتوں سے چبایا اور مُردہ لاش کے ناک اور کان کاٹے۔ اہل مکہ کو یقین تھا کہ یہ عورت کسی بھی طرح معاف نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو سکے گی۔ وہ خود شرمندہ اور اپنی نالائقیوں پر پشیمان تھی۔ اس نے شرمندگی کی وجہ سے اپنا منہ نقاب سے چھپا لیا۔ آپ ﷺ نے اسے بھی معاف کر دیا۔''[1]

ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد ''حضور انور ﷺ کا فرمانِ محبت'' کے عنوان کے تحت اپنی تصنیف ''عرب کا چاند'' میں لشکرِ اسلام کے مکہ میں فاتحانہ داخلے پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کو یوں خراجِ تحسین پیش کرتا ہے:

''لشکرِ اسلام نے قریش مکہ کو یکا یک جا لیا تھا۔ ایک ہی شب درمیان میں تھی جس میں وہ اپنی مدافعت کے لیے کچھ سامان جنگ کر سکتے تھے۔ مگر ظاہر ہے کہ اتنے قلیل عرصے میں کیا ہو سکتا تھا؟ اب اگر مسلمانوں کا مقصد جنگ و غارت گری ہوتا تو ساکنانِ مکہ کی جان و مال ان کی جوہر دار تلواروں کے رحم پر تھی۔ مگر ہمدرد بنی نوع انسان حضور انور ﷺ نے باوجود ان کی ناقابلِ برداشت زیادتیوں کے ایسی سخت سزا ان کے لیے تجویز نہیں کی بلکہ آپ کے اس عدیم المثال حکم سے جو آپ ﷺ نے اپنے لشکر کو دیا، ایسی محبت اور ہمدردی ٹپکتی ہے کہ اس کے تصور سے آج بھی انسان کے اخلاقی احساس میں ایک عجیب رفعت و وسعت پیدا ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص خانہ کعبہ میں پناہ لے یا اپنے گھر کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ رہے، اس پر ہتھیار اٹھانا جرم تصور کیا جائے گا۔ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے یا گلی کوچوں میں بھی بغیر کسی ہتھیار کے ملے، اس سے قطعاً تعرض نہ کیا جائے۔

جذبات صلح و آشتی کا ایسا بدیع المثال نمونہ تاریخ کے صفحات پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ قریش کی مفسدہ پردازیاں اور روز افزوں ظلم و ستم تقریباً ناقابل برداشت ہو چکے تھے۔ اب ایک سنہری موقع مسلمانوں کو حاصل تھا کہ ان کو جی بھر کر سزائیں دیتے۔ مگر

[1] سوانح عمری حضرت محمد ﷺ بانی اسلام از شردھے پرکاش دیوجی، ص: 116,113۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود اس حیرت انگیز اقتدار کے جو اس وقت مسلمانوں کو اہل مکہ پر حاصل تھا، انھوں نے قتل و خونریزی کو قطعی ناپسند کیا اور سب کو پناہ دے دی۔ سوائے ان لوگوں کے جو اس پُرامن مداخلت شہر کے راستے میں بھی مزاحم ہوں اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائیں۔“[1]

سوامی لکشمن پرشاد اپنی اسی کتاب میں ”پرامن مداخلت شہر“ کے تحت لکھتے ہیں:

”صداقت و حقانیت، استقلال اور قدرتِ خداوندی کے محیر العقول کرشمے دیکھیے کہ وہ ہستی جس کے لیے کبھی مکہ کی زمین باوجود وسعت کے تنگی کرنے لگی تھی، آج اس پر ایک حکمران کی حیثیت سے قابض نظر آ رہی ہے۔ وہی گلیاں اور کوچے جن میں اس کا چلنا پھرنا بھی قریش مکہ کو گوارا نہ تھا، آج اس کی شان و عظمت کے ترانے گا رہے ہیں اور اس کو جھک جھک کر سلام کر رہے ہیں۔ وہی محبوب وطن جس سے کبھی وہ تقریباً بے یار و مددگار ہجرت کرنے پر مجبور ہوا تھا، آج اس عظیم ہستی پر نثار ہو رہا ہے جس کی قیادت میں ہزاروں جاں نثاروں کا ایک لشکر عظیم موجود ہے۔ آپ ﷺ کی آنکھوں میں ظفر مندی، اسلام کی بے پایاں مسرت اور شکریہ خداوندی کے گہرے احساس کی وجہ سے آنسو جھلک رہے تھے۔ گویا نرگس کے پھولوں پر شبنم بکھری پڑی ہو۔ سر مبارک جھکا ہوا تھا اور آپ ﷺ بارگاہِ خداوندی میں اس کے احسان عظیم کے لیے ہدیۂ نیاز و عقیدت پیش کر رہے تھے۔“[2]

اس موقع پر نبی ﷺ کی تواضع اور شکرِ ربانی کے لیے ابن اسحاق کی یہ عبارت ملاحظہ ہو:

---

[1] عرب کا چاند از سوامی لکشمن پرشاد، ص:394,393.

[2] عرب کا چاند از سوامی لکشمن پرشاد، ص:394.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمَّا انْتَهٰى إِلٰى ذِي طُوًى وَّقَفَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ مُعْتَجِرًا بِشُقَّةِ بُرُدٍ حِبَرَةٍ حَمْرَاءَ وَأَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَيَضَعُ رَأْسَهُ تَوَاضُعًا لِّلّٰهِ حِينَ رَأٰى مَا أَكْرَمَهُ اللهُ بِهِ مِنَ الْفَتْحِ حَتّٰى أَنَّ عُثْنُونَهُ لَيَكَادُ يَمَسُّ وَاسِطَةَ الرَّحْلِ»

''جب رسول اللہ ﷺ وادیِ ذی طویٰ میں پہنچے اور آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح سے سرفراز فرمایا ہے تو آپ نے ازراہ تواضع اپنی سواری پر سرِ اقدس جھکا لیا اور یہاں تک جھکے کہ آپ کی ٹھوڑی قریب تھی کہ کجاوہ کی لکڑی سے لگ جاتی۔''[1]

جی سنگھ دارا اس بارے میں لکھتے ہیں:

''سبحان اللہ! کیا ٹھکانہ دریائے رحمت کی اس طغیانی کا! یہ دریا اُمڈا اور ہر غلاظت و عفونتِ گناہ کو بہا لے گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قتل کا قصد کرنے والوں، اپنی نورِ چشم کے قاتلوں اور اپنے چچا کا کلیجہ چبانے والوں سبھی کو معافی دے دی اور قطعی معافی۔ قتلِ عام دنیا کی تاریخوں میں اکثر سنتے تھے مگر قاتلوں کی معافی نہ سنی تھی۔''[2]

ہندو ادیب اور دانشور رانا بھگوان داس سیرت طیبہ پر اپنے مضمون بعنوان ''رسول اللہ ﷺ کی بہترین سیاست'' میں اعتراف حقیقت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''مقامِ فکر ہے کہ ہادیِ عالم، فاتح مکہ نے اپنے منشور رحمت سے فاتحین عالم کو کس قدر عدیم المثال و جاوداں درس دیا ہے۔ جزیرہ نمائے عرب کی تاریخ شاہد ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے اس فرمانِ رحمت و محبت سے قلوب مسخر ہو گئے۔

---

① سیرۃ ابن ہشام: 48,47/4. ② رسول عربی ﷺ از جی سنگھ دارا، ص: 118.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاتح مکہ کا یہ مقدس فرمان، مقاصدِ رسالت کی تکمیل میں مددگار ثابت ہوا۔ حرمتِ انسانیت کے جلوے جمال آرا ہوئے، سرزمین مکہ دارالامن اور دارالسلام قرار پائی۔ بلاشک اگر دنیا کے حکمران فاتح مکہ کے مقدس درس عالی پر عمل پیرا ہوتے تو اولادِ آدم کے لیے یہ دنیائے ارضی بہشتِ بریں ہو جاتی۔ سید المرسلین ﷺ نے فتح مکہ میں فاتحین عالم کو فقید المثال درس دے کر نوع انسانی پر احسان عظیم فرمایا ہے اور آج بھی صرف یہی طریق محمدی امن عالم کا ضامن ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد 23 سال کے قدیم ترین دشمنوں، صحابہ کرام کو ہولناک اذیتیں دینے والوں، خود رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازشیں کرنے والوں کو معاف کر کے اہل مکہ کے دلوں کو مسخر کر لیا اور مفتوح قوم میں ذرا سا بھی جذبہ انتقام پیدا نہ ہو سکا۔ یہی اُسوۂ حسنہ آج بھی دنیا کی طاقتور قوموں اور بااختیار حکمرانوں کے لیے بہترین معیار عمل ہے۔"[1]

محترم بشیر احمد شاہ روپڑی لکھتے ہیں:

"نصرت و فتح کی حامل قوتوں اور مفتوح طبقات کے مابین کشمکش عمرانی زندگی کے ارتقا میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ صحیفۂ مدنیت کے اوراقِ پارینہ شاہد ہیں کہ مدنی زندگی کی درخشانی میں فاتح کی فیض گسترانہ کرم فرمائیاں اساسی نوعیت کی حامل رہی ہیں۔ بنی نوع انسان کے مسائل صلح و جنگ اور معاہدات امن کے علاوہ انسانی معاشرے کی خوش حالی کا دارومدار فاتح کے تدبر پر ہے۔ تاریخ عالم کے صفحات شاہد ہیں کہ فاتحین کی خون آشامی اور وحشت و بربریت، بالادستی و برتری نیز عسکریت کے اندوہناک مظاہروں سے مفتوحہ علاقوں پر تسلط حاصل کیا جا سکتا ہے لیکن تسخیر قلوب مفتوحین جیسے اقدام معجزنما

[1] سرورِ کونین ﷺ اغیار کی نظر میں از بشیر احمد شاہ روپڑی، ص: 115,114.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بغیر اصولوں کی کامرانی اور مقاصد کی جاودانی ممکن نہیں ہے۔ بلاشک وشبہ فاتح کی شان امتیازی سطوت اور شوکت اقتدار کے جابرانہ دبدبے، سفاکانہ طریقے، لوٹ کھسوٹ اور خون ریز فسادات سے حکمرانی کی جھوٹی عظمت کو تو برقرار رکھا جاسکتا ہے لیکن ظلم واستبداد سے پیدا شدہ اشتعال اور نفرت و انتقام کی آتشیں چنگاریوں کو شعلے میں تبدیل ہونے سے نہیں روکا جاسکتا۔ فاتحانہ سفاکی اور درندگی و بہیمیت کی وجہ سے انتہائی قلیل عرصے میں فاتحانہ جلال کے فلک بوس قصر زمین پر آرہے ہیں۔ جب ہم مشاہیر فاتحین عالم کی فقید المثال فتح مندیوں اور فاتح اقوام کی کارفرمائیوں پر فکرِ عمیق کرتے ہیں تو یہ حقائق واشگاف ہوتے ہیں کہ فاتح میں شان رحمت کے مفقود ہونے اور کامران اقوام کی سفاکیوں کے باعث بہت جلد عظمت فتح کا پرچم پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ اولاد آدم کے اوّلین عہد عظمت میں اقوام مشرق کی داستانِ عروج وزوال کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ دارائے ایران کی عظیم کشور کشائیاں ہوں، سکندر اعظم کی ذی شان کامرانیاں ہوں، خاقانِ چین کی وسیع فتوحات ہوں، فارس وروم کا جبر وتشدد ہو یا اہل چین وآریائی قوموں کی استبدادیت ہو، اس نے فاتحین کے ایوانانِ عظمت و جلالت کو مسمار کر دیا ہے۔

دور وسطیٰ کے تیغ آزما سورماؤں کی فتح مندی اور عبرت انگیز زوال کے المیے پر غور کرنے سے یہ حقیقت بھی بے نقاب ہو جاتی ہے کہ حجاج عراقی کی سفاکی، چنگیز وہلاکو کی خون آشامی، ہونوں، کشان اور داہریوں کے مظالم، نیز ہلاکو، رچرڈ، لوئی اور ولیم کے استبدادی طریقوں کے باعث ہی ان کے عظیم اقتدار کے پرخچے اُڑ گئے۔ دورِ حاضر میں بھی اقوام فرنگ پرتگیزی، ولندیزی، اطالوی، فرانسیسی اور برطانوی فرمانروائی کا زوال، ان فاتحانہ استبداد سے پیدا ہونے والے بے شمار نتائج میں سے ایک نتیجہ ہے۔ بہرحال یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فاتح کی نگاہ سفا کانہ اور طریق جابرانہ کے باعث فتح بے معنی اور عظمت و کامرانی برباد ہو جاتی ہے۔

اولادِ آدم کی حیات اجتماعیہ میں لازماً وقوع پذیر ہونے والے اس اہم و ناگزیر مسئلے کے افادی پہلو سے جب محسنِ انسانیت، پیشوایانِ مذاہب اور عملی رہنماؤں کی ہدایات پر نظر غائر ڈالی جاتی ہے تو صداقت کے قوس وقزاحی جلوے میں یہ حقیقت دکھائی دیتی ہے کہ مشاہیر و رہبران ادیان میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام، جناب زرتشت، جناب کنفیوشس، سری رام چندر جی، سری کرشن جی، مہاتما بدھ اور گورونانک نے اپنے پیروؤں کو پیار و محبت اور امن وآشتی کی تعلیمات سے سرفراز کرتے ہوئے رحم و کرم کی فیض گستریوں کو اجاگر فرمایا لیکن انسانیت کے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولاد آدم کے فقید المثال مقدس مربی کملی والے آقا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات عمرانی کے تمام شعبوں میں نہ صرف لازوال واکمل ترین تعلیمات پیش کی ہیں بلکہ ہر مسئلۂ حیات پر بنفسِ نفیس عمل فرما کر مہتم بالشان رہنمائی بھی فرمائی ہے۔

صحفِ الہامیہ اور مذہبی کتابوں، یعنی تورات، انجیل، زبور، ژنداوستا، گیتا، مہا بھارت، رامائن، آواگرنتھ اور قرآن حکیم کے تقابلی مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ حضور ختم رسالت، سرورِ عالم، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عدیم المثال محسنِ انسانیت اور واحد پیکرِ عمل رہنما ہیں۔ عملِ مصطفوی کے نقوشِ تابان ابد تک اولاد آدم کے مقدس رہبر ہیں۔ بلاشک وشبہ حاملِ دین اکمل ہی پوری کائنات ارضی کے رہبرِ اکمل ہیں۔ تیغ آزمائی اور جنگ و فتح، برقراریِ امن اور حرمت بنی آدم کے تعلق سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سربراہانِ ممالک، قائدین اقوام، کشور کشاؤں اور فاتحین عالم کو بصیرت افروز درس دیا۔''[1]

[1] سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم اغیار کی نظر میں از بشیر احمد شاہ روپڑی، ص: 109-111.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سٹینلے لین پُول لکھتا ہے:

''ظلم وتشدد کا الزام بمشکل ہی قابل اعتنا ہوسکتا ہے۔ میں نے قبل ازیں تادیبِ یہود کے متعلق بات کی ہے جو اس الزام کی بنیاد بنتی ہے۔ جنگِ بدر کے بعد محمد ﷺ کا اسیرانِ جنگ سے سلوک، آپ کی دشمنانِ مدینہ کے ساتھ صبر و استقلال کی رواداری، بچوں اور بے زبان جانوروں سے آپ کی الفت و محبت اور سب سے بڑھ کر آپ کا بغیر خون بہائے مکہ میں پُر امن داخلہ اور اٹھارہ برسوں سے ہتک اور ظلم کی چکی میں پستے رہنے اور بالآخر جنگ ومحاربتوں کے وقوع کے باوجود اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کو عام معافی دینا، یہ سب حقائق اس بات کے ثبوت کے لیے کافی ہیں کہ ظلم وتشدد آپ کی فطرت کا حصہ نہیں تھے۔''①

مغربی مصنف جے ایچ ڈینی سن اپنی کتاب "Emotion the Basis of Civilization" میں رقم طراز ہے:

''اس وقت ایسا دکھائی دیتا تھا کہ تہذیب کا وہ قصرِ مشید جس کی تعمیر پر چار ہزار سال صرف ہوئے تھے، منہدم ہونے کے قریب پہنچ چکا تھا اور نوع انسانی پھر اسی بربریت کی طرف لوٹ جانے والی تھی جہاں ہر قبیلہ دوسرے قبیلے کے خون کا پیاسا تھا اور آئین و ضوابط کو کوئی جانتا تک نہ تھا۔ عیسائیت نے جن قواعد وضوابط کو رائج کیا تھا، وہ نظم وضبط اور وحدت و یکجہتی کی بجائے انتشار اور تفرقہ، بربادی اور ہلاکت کا موجب بن رہے تھے۔ غرضیکہ وہ وقت آچکا تھا جب ہر طرف فساد ہی فساد نظر آتا تھا۔ قدیم آئین و رسومات مردہ ہوچکے تھے اور انھی جیسے قوانین کو مرتب کرنا صدیوں کا کام تھا۔ یہ امر موجب حیرت واستعجاب ہے کہ اس قسم کی ثقافت عرب کی سرزمین میں بعثت نبوی سے

① "Glimpses of Muhammad" "by Stanley Lane Poole, Published in the Journal "Islamic Literature" of November, 1956.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہوئی اور اس وقت پیدا ہوئی جب اس کی اشد ضرورت تھی۔'' ①

آرتھر گلمن یوں رقمطراز ہے:

''حضرت محمد ﷺ حد درجہ قابلِ تعریف ہیں کیونکہ فتح مکہ کے موقع پر آپ نے اپنے مخالفوں کی سابقہ بدسلوکی اور قدرتی طور پر اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی انتقام خیز ناراضی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی افواج کو ہر قسم کی خونریزی سے روکے رکھا۔'' ②

سٹینلے لین پول ایک جگہ لکھتا ہے:

''فتح مکہ کے موقع پر حضرت محمد ﷺ کی اپنے دشمنوں پر عظیم فتح کا دن ان کے عظیم ترین ضبط نفس کا بھی دن تھا۔ کفار مکہ قریش نے جن کو برس ہا برس اپنی مختلف تکلیفوں اور نفرت وحقارت کا نشانہ بنایا، انھوں نے قریش کو معاف کر دیا اور اہل مکہ کو بھی عام معافی سے نوازا۔'' ③

ایک اور یورپی دانشور اس تاریخ ساز رواداری کے مثالی واقعے ''فتح مکہ'' پر اپنے تاثرات یوں بیان کرتا ہے:

''یہ ایک عجیب وغریب منظر تھا، ایسا عجیب وغریب جس کی کوئی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ یہ وہ واقعہ اور موقع تھا جس میں پیغمبر اسلام ﷺ اپنا انتقام لے سکتے تھے، ان کے قدیم دشمن جنھوں نے ان پر طرح طرح کے ظلم کیے تھے، وہ اب ان کے قدموں میں تھے، کیا اب وہ ان کو روند ڈالیں گے؟ کیا وہ ان کو دکھ دیں گے؟ کیا اب وہ اپنا بدلہ لیں گے؟ یہ وہ وقت تھا جس میں پیغمبر اسلام ﷺ

① محسن انسانیت ﷺ از ظفر علی قریشی، دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد۔

② "The Saracens" by Arthur Gilman, p. 104, London, 1887.

③ "The Speeches and Table Talk of the Prophet Muhammad" by Stanley Lane-Poole, p. 46, London, 1886.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اصل سیرت بے نقاب تھی، ہم اس کے تصور سے کانپ اٹھتے ہیں مگر دراصل ہوا کیا؟ گلیوں میں خون کا قطرہ بھی نہیں گرا۔ حقائق دراصل حقائق ہیں اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا دشمنوں پر فتح کا دن درحقیقت حضور سرورِ عالم ﷺ کا اپنے نفس پر سب سے زیادہ قدرت کا دن تھا۔ انھوں نے نہایت ہی فراخدلی سے قریش مکہ کے سارے مظالم کو معاف کر دیا۔ انھوں نے مکہ کی ساری آبادی کو پناہ دی۔"[1]

جنگ اور مفتوحین کے متعلق مذاہب عالم کی تعلیمات

① یجر وید (ہندومت) کی تعلیم کا خلاصہ سوامی دیانند کے الفاظ میں یہ ہے:

"دھرم کے مخالفین کو زندہ آگ میں جلا دو۔"

ہندومت یہ تعلیم بھی دیتا ہے:

"دشمنوں کے کھیتوں کو اجاڑ دو۔ گائے، بیل اور لوگوں کو بھوکا مار کر ہلاک کر دو۔"[2]

ہندو دھرم یہ تعلیم بھی دیتا ہے:

"جس طرح بلی چوہے کو تڑپا تڑپا کر مارتی ہے، اسی طرح دشمنوں کو تڑپا کر مارو۔"[3]

② اسیرانِ جنگ اور مفتوحین کی بابت بائبل کی تعلیمات ملاحظہ ہوں:

"اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا۔"[4]

---

① ماہنامہ "فاران" کراچی (سیرت نمبر) جنوری 1956ء۔

② رسولِ اکرم ﷺ اور رواداری از ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، ص: 152۔

③ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ از چودھری غلام رسول، ص: 103,102۔

④ استثنا، باب: 20، آیت: 14۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تب خداوند نے یشوع سے کہا کہ ان سے نہ ڈر کیونکہ کل اس وقت میں ان سب کو اسرائیلیوں کے سامنے مار کر ڈال دوں گا۔ تو ان کے گھوڑوں کی کونچیں کاٹ ڈالنا اور ان کے رتھ آگ میں جلا دینا، چنانچہ یشوع اور سب جنگی مرد اس کے ساتھ میرُوم کی جھیل پر ناگہان ان کے مقابلے کو آئے اور ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور خداوند نے ان کو اسرائیلیوں کے قبضہ میں کر دیا سو انھوں نے ان کو مارا اور بڑے صیدا اور مسرفات المائم اور مشرق میں مصفاہ کی وادی تک ان کو رگیدا اور قتل کیا، یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ چھوڑا۔''[1]

''سو اب تو جا اور عمالیق کو مار اور جو کچھ ان کا ہے، سب کو بالکل نابود کر دے اور ان پر رحم مت کر بلکہ مرد اور عورت، ننھے بچے اور شیر خوار، گائے، بیل، بھیڑ بکریاں، اونٹ اور گدھے سب کو قتل کر ڈال۔''[2]

زمانہ قبل از اسلام کے قوانین جنگ

① اسیرانِ جنگ کو جب قتل کرتے تو چھوٹے بچوں اور عورتوں کو بھی قتل کرتے تھے بلکہ انھیں آگ میں جلا دیتے تھے۔

② غفلت یا نیند کی حالت میں دفعتاً دشمن پر جا پڑتے تھے اور قتل و غارت گری شروع کر دیتے تھے۔ یہ طریقہ عام اور کثرت سے رائج تھا۔ بہت سے بہادر اس خاص طریقے میں بہت زیادہ ممتاز تھے اور ان کو فاتک یا فتاک کہتے تھے۔ تابط شرا اور سلیک ابن السلکہ اسی قسم کے لوگ تھے۔

③ زندوں کو آگ میں جلا دیتے تھے۔ عرب کے ایک بادشاہ عمرو بن ہند کے بھائی کو جب بنو تمیم نے قتل کر دیا تو اس نے منت مانی کہ ایک کے بدلے سو آدمیوں کو قتل

① یشوع، باب 11، آیت: 6-9۔ ② سموئیل 1، باب 15، آیت: 3۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کروں گا، چنانچہ بنوتمیم پر حملہ کر دیا۔ وہ لوگ بھاگ گئے، صرف حمراء نامی ایک بڑھیا بچی جسے گرفتار کر کے زندہ آگ میں ڈال دیا۔ اتفاقاً ایک عمار نامی سوار وہاں آ نکلا۔ عمرو نے پوچھا: تو کیوں آیا؟ اس نے کہا: میں کئی دن کا بھوکا تھا۔ دھواں اٹھتے دیکھا تو سمجھا کھانا ہوگا۔ عمرو نے حکم دیا کہ وہ بھی آگ میں ڈال دیا جائے، چنانچہ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔

④ بچوں کو نشانہ بنا کر تیروں سے مارتے تھے۔ داحس اور غبراء کی لڑائیوں میں قیس نے بنو ذبیان کے پاس اپنے بچے بطور ضمانت رکھے تھے۔ بنو ذبیان کا رئیس حذیفہ بچوں کو لے جا کر ایک وادی میں کھڑا کرتا اور ان کو نشانہ بنا کر قدر اندازی کرتا تھا۔ اتفاق سے کوئی لڑکا نہ مرتا تو دوسرے دن پر اٹھا رکھا جاتا تھا، چنانچہ دوسرے دن یہ تفریح انگیز چاند ماری پھر شروع ہوتی اور لوگ یہ تماشا دیکھتے تھے۔

⑤ قتل کا ایک طریقہ یہ تھا کہ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کاٹ کر چھوڑ دیتے کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا۔

⑥ مرنے کے بعد بھی انتقام کا جوش طرح طرح کی نفرت انگیز صورتوں میں ظاہر ہوتا تھا۔ مُردوں کے ہاتھ پاؤں، کان، ناک وغیرہ کاٹ لیتے تھے۔ ہند نے جنگ اُحد میں اسی رسم کے موافق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کے اعضاء کاٹ کر ہار بنایا اور گلے میں پہنا تھا۔

⑦ منّت مانتے تھے کہ دشمن ہاتھ آئے گا تو اس کی کھوپڑی میں شراب پییں گے۔ سلافہ کے دو بیٹے جنگ احد میں عاصم کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ اس بنا پر سلافہ نے منت مانی کہ عاصم کی کھوپڑی میں شراب ڈال کر پیے گی۔

⑧ حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر ڈالتے اور اس پر فخر کرتے تھے۔[1]

① سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم از شبلی نعمانی: 1/335,334.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغربی دنیا کی جنگی تاریخ کی المناک کہانی

تیرھویں سے بیسویں صدی عیسوی تک یورپ کی انسانیت سوز وحشیانہ جنگوں اور ان جنگوں میں جانی و مالی نقصانات کا تاریخی جائزہ لینے سے اسلام کے خلاف تشدد اور اشاعت اسلام بذریعہ تلوار کے خانہ ساز اور بے بنیاد الزامات لگانے والوں کا نقلی چہرہ صاف طور پر سامنے آجائے گا اور ان کی اصل حقیقت جاننے میں مدد ملے گی۔

یورپ کے جنگی جنون کی روح فرسا یادگار، یعنی صلیبی جنگوں کی تاریخ کا ہر صفحہ خون کا ایک باب ہے جسے ایک مدت تک ''امن و عافیت'' کا جھوٹا لبادہ پہنایا جاتا رہا۔ یورپ فطرت کے بیشتر راز ہائے سربستہ کو بے نقاب کرنے کا مدعی تو ہے لیکن افسوس کہ اب تک وہ ''التوحید فی التثلیث'' اور ''التثلیث فی التوحید'' کا عقدہ لاینحل نہیں کھول سکا جبکہ اسلام ''السلم فی الحرب'' اور الحرب فی السلم'' کی گرہ بآسانی کھول کر دنیا سے اپنے امن و عافیت کے پیغام عامہ کو منوا چکا ہے۔

انگلستان اور فرانس کے درمیان 1338ء سے 1453ء تک 115 برس تک جنگ جاری رہی جو بلاشبہ انسانی تاریخ کی طویل ترین جنگ ہے۔ تاہم اس عرصے میں یکے بعد دیگرے متعدد جنگیں لڑی گئیں اور درمیان میں کچھ وقفے بھی آئے۔ سترھویں صدی عیسوی میں مختلف یورپی ممالک کے درمیان تیس سالہ جنگ لڑی گئی۔ 1618ء سے 1648ء تک لڑی جانے والی اس جنگ میں یورپ کا نقشہ ہی بدل گیا تھا۔[1]

وِل ڈیوراں اس بارے میں لکھتا ہے:

''1618ء سے 1648ء تک مسلسل 30 برس جاری رہنے والی اس جنگ کو ''سی سالہ جنگ'' کا نام دیا جاتا ہے جس میں جرمنی، فرانس، آسٹریا اور سویڈن وغیرہ نے حصہ لیا۔

[1] ہفت روزہ ''اخبارِ جہاں'' کراچی، ص: 26,25 ستمبر تا یکم اکتوبر، 1995ء۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں صرف جرمنی کے ایک کروڑ بیس لاکھ آدمی مارے گئے۔ یہ طویل ترین جنگ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے مابین بالا ویسٹ فیلیا کے مقام پر ایک صلح نامہ کے نتیجہ میں اختتام پذیر ہوئی۔''[1]

مولانا ابوالکلام آزاد رقمطراز ہیں:

''امریکی خانہ جنگی 1861ء سے 1865ء تک جاری رہی۔ اس میں ایک فریق شمالی ریاستیں اور دوسرا فریق جنوبی ریاستیں تھیں اور جنگ کا سبب غلامی کا مسئلہ تھا۔ اس میں تین لاکھ آدمی شمالی ریاستوں کے اور پانچ لاکھ جنوبی ریاستوں کے مارے گئے۔ چوہتر کروڑ پونڈ خرچ ہوئے۔ اس رقم سے دنیا بھر کے غلام ایک قطرۂ خون بہائے بغیر آزاد کرائے جاسکتے تھے۔''[2]

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی لکھتے ہیں:

''1700ء سے 1872ء تک یورپ میں 120 جنگیں لڑی گئیں جن میں سے صرف دس مرتبہ رسمی اعلان جنگ کیا گیا۔''[3]

یورپ میں 1854ء سے 1905ء تک جو جنگیں ہوئیں، ان میں جو جانی و مالی نقصان ہوا، ذیل کے خاکے سے اس کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

نام جنگ مع سن	جانی نقصان	مالی نقصان
جنگ کریمیا 1854ء	7,80000	340 ملین اشرفیاں
امریکی سول وار 1861ء-1871ء	8,00000	1400 ملین اشرفیاں

---

① تاریخ کا سبق از ول ڈیوراں، ص: 158 (ترجمہ: محمد بن علی باوہاب)، رسول رحمت از ابوالکلام آزاد، ص: 783.　② رسول رحمت ﷺ از ابوالکلام آزاد، ص: 784.

③ تجلیات سیرت ﷺ از ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، ص: 122.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگِ فرانس و جرمنی 1870ء-1871ء	8,53000	560 ملین اشرفیاں
جنگ امریکہ و سپین 1898ء		259 ملین اشرفیاں
جنگ ٹرانسوال (جنوبی افریقہ) 1899ء-1902ء	88,700	2700 ملین اشرفیاں
جنگ روس و جاپان 1904ء-1905ء	4,85000	503 ملین اشرفیاں[1]

[1] اسلام کا نظریہ جنگ از ابوالکلام آزاد، ص: 109,108۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگ عظیم اول کے ہلاک شدگان

تعداد ہندسوں میں	تعداد مقتولین لفظوں میں	نام ملک
17,00000	سترہ لاکھ	روس
16,00000	سولہ لاکھ	جرمنی
13,70000	تیرہ لاکھ ستر ہزار	فرانس
4,60000	چار لاکھ ساٹھ ہزار	اٹلی
8,00000	آٹھ لاکھ	آسٹریا
7,00000	سات لاکھ	برطانیہ
2,50000	دو لاکھ پچاس ہزار	ترکی
1,02000	ایک لاکھ دو ہزار	بلجیم
1,00000	ایک لاکھ	بلغاریہ
1,00000	ایک لاکھ	رومانیہ
1,00000	ایک لاکھ	سرویا، مانٹی نیگرو
50,000	پچاس ہزار	امریکہ
① 73,32000	تہتر لاکھ بتیس ہزار	میزان

① رحمۃ للعالمین ﷺ، از قاضی محمد سلیمان منصور پوری: 212/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگ عظیم دوم کے ہلاک شدگان

نام ملک	تعداد مقتولین لفظوں میں	تعداد ہندسوں میں
روس	دو کروڑ دس لاکھ	2,10,00000
جرمنی	سولہ لاکھ	16,00000
پولینڈ	نو لاکھ	9,00000
چین	تیس لاکھ	30,00000
جاپان	ستائیس لاکھ پچاس ہزار	27,50000
آسٹریا	سات لاکھ	7,00000
رومانیہ	سات لاکھ	7,00000
فن لینڈ	ایک لاکھ تراسی ہزار	1,83000
جمہوریہ چیک	ساٹھ ہزار	60,000
سلاویکیہ	تیس لاکھ پچاس ہزار	30,50,000
امریکہ	دس لاکھ ستر ہزار	10,70,000
برطانیہ	چودہ لاکھ تیس ہزار	14,30000
فرانس	دس لاکھ	10,00000
اٹلی	گیارہ لاکھ	11,00000

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوگوسلاویہ (سربیا)	سولہ لاکھ پچاسی ہزار	16,85000
ہنگری	چھ لاکھ	6,00000
ہالینڈ (نیدرلینڈ)	دو لاکھ پچھتر ہزار	2,75000
بلجیم	ساٹھ ہزار	60,000
فلپائن	تیس ہزار	30,000
میزان	چار کروڑ گیارہ لاکھ ترانوے ہزار	4,11,93000 [1]

جنگ عظیم سوم کی طرف پیش قدمی

تیسری عالمی جنگ کے لیے عسکری میدان کی تیاری اور اسلحہ سازی کا جنونی مقابلہ ذیل کی تفصیل سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:

''انتہائی محتاط اندازے کے مطابق دنیا میں کم و بیش پچاس ہزار جوہری ہتھیار موجود ہیں۔ ان میں سے 27 ہزار سابق سوویت یونین کے پاس، 19 ہزار امریکہ کے اسلحہ خانے میں، 600 فرانس کی تحویل میں، 400 برطانیہ کے قبضے میں، 250 چین کے جھنڈے تلے اور 150 صیہونی اسرائیل کے قابو میں ہیں۔'' [2]

سید مجتبیٰ موسوی لکھتے ہیں:

امریکہ اور جاپان کی جنگ 1941-45ء میں امریکہ کی طرف سے ہیروشیما (جاپان) پر ایک چھوٹا ایٹم بم پھینکا گیا اور ٹھیک تین دن بعد دوسرا بم ناگاساکی پر پھینکا گیا۔ ہیروشیما میں ستر ہزار انسان آنِ واحد میں ہلاک ہوئے اور اتنے ہی زخمی ہوئے جبکہ ناگاساکی میں تیس ہزار افراد ہلاک اور اتنے ہی زخمی ہوئے۔ ان دونوں شہروں پر گرائے

[1] اسلام اور امن عالم از بدر القادری، ص: 156. [2] روزنامہ ''جنگ'' کراچی، 13 مارچ، 1992ء۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے والے بموں کی ہلاکت خیزی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان میں ایک بم یورینیم 235 اور دوسرے پلوٹونیم 239 کی توانائی 335000 پونڈ دھماکہ خیز مواد کی توانائی کے برابر تھی۔''[1]

روس نے کمیونزم کے قیام کے لیے صرف ابتدائی ایام میں 19 لاکھ افراد کو سزائے موت دی اور 29 لاکھ افراد کو مختلف سزائیں دیں۔ پچاس لاکھ افراد کو جلا وطن کیا گیا۔ کوریا کی معمولی جنگ میں کشمکش کی بنا پر صرف دو سال میں پچاس لاکھ مرد، عورتیں اور بچے ہلاک ہوئے اور ایک کروڑ افراد زخمی ہوئے۔ چین میں کمیونزم کے نفاذ کے لیے ڈیڑھ کروڑ زمینداروں کو پھانسی دی گئی۔[2]

مشرقی یورپ میں کمیونزم کی انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بننے والوں کے اعداد وشمار اکٹھے کرنے کی غرض سے برطانیہ میں ایک تنظیم Inter-Denominational Service کمیونسٹ ممالک کے جلاوطن افراد نے قائم کی جس نے یورپ میں کمیونسٹوں کے ہاتھوں ہلاک ہونے والوں کے بارے میں مندرجہ ذیل اعداد وشمار جاری کیے:

روسی حملہ	پانچ لاکھ
انقلاب دشمنوں اور اقلیتوں کا قتل عام	بیس لاکھ
روس کے بیگار کیمپوں میں یورپی قیدیوں کی ہلاکت	ایک لاکھ
کل اموات:	چھبیس لاکھ[3]

عراق کے خلاف بیالیس دنوں کی جنگ میں نام نہاد ''حقوق انسانی کے محافظ'' اور صلیبی

---

[1] مغربی تمدن کی ایک جھلک از سید مجتبیٰ موسوی، ص:77.

[2] جریدہ ''الاشرف'' کراچی (سیرت نمبر ربیع الثانی، 1416ھ/ 1995ء)، ص:164.

[3] مشرقی یورپ میں مسلمانوں کا عروج وزوال از فیض احمد شہابی، ص:135.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا کے سپہ سالار امریکہ بہادر نے عراق پر 8 ہزار ٹن بارود برسایا جو ہیروشیما اور ناگاساکی پر امریکہ کی جانب سے گرائے جانے والے ایٹم بموں سے ساڑھے سات گنا زیادہ طاقتور تھا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا 6 اگست 1990ء کا فیصلہ اس سے بھی زیادہ بھیانک نتائج سامنے لایا۔ عراق پر تجارتی پابندیاں عائد کیے جانے کے نتیجے میں پانچ سال کے اندر پانچ لاکھ عراقی باشندے موت کے منہ میں چلے گئے۔ 5 سال اور اس سے کم عمر کے ساڑھے تین لاکھ بچے لقمۂ اجل بن گئے۔ ایک ماہ میں ایک سال سے کم عمر کے چھ ہزار بچے فوت ہو گئے۔ ①

یورپ کی عیسائی دنیا میں واقع واحد اسلامی ریاست بوسنیا پر صلیبی سرب وحشی کے ہاتھوں بوسنیا کے مسلمانوں کا قتل عام دراصل 1099ء کی پہلی خون آشام صلیبی جنگ، صلیبی دنیا کی اسلام اور ملت اسلامی کے خلاف مذہبی رقابت اور عداوت کا تسلسل ہے۔

11 جولائی 1996ء کو بدنام زمانہ اور جنگی جرائم میں نامزد سرب کمانڈر جنرل ملیڈک نے سربیانی میں مسلمانوں کے قتل عام اور وحشت و بربریت کی تمام سرحدوں کو عبور کر کے تاریخ مظالم کے تمام ریکارڈ توڑ دیے اور فاتحانہ انداز میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

”ترکوں سے انتقام لینے کا صدیوں پرانا لمحہ آ پہنچا ہے اور میں سرب قوم کو سربینیکا تحفے کے طور پر پیش کرتا ہوں۔“

پچیس ہزار مسلمانوں پر مشتمل یہ شہر دو دنوں میں اقوام متحدہ، یورپ، امریکہ اور اس کے حواریوں کی موجودگی کے باوجود اس طرح خالی ہوا کہ ایک اندازے کے مطابق اس کے چھ ہزار سے زائد مرد جن کی اکثریت 20 سے 40 سال کی عمر پر مشتمل تھی، موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ ②

① ماہنامہ ”دعوۃ“ اسلام آباد، جنوری رفروری، 1996ء۔ ② ہفت روزہ ”تکبیر“ 26 دسمبر، 1996ء۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بوسنیا میں جنگ بندی کے ایک سال بعد ایک یورپین صحافی ٹیوڈ ولا نے ایک روح فرسا رپورٹ پیش کی جس کی روشنی میں سرب مظالم کے اندوہناک اور دلدوز مناظر واضح طور پر نظر آتے ہیں:

''جن علاقوں پر سربوں کا قبضہ ہوا، وہاں مسلمانوں کو گھروں سے نکالا گیا۔ جو سڑکوں پر چل رہے تھے، انھیں وہاں سے جمع کیا گیا اور سب کو پکڑ پکڑ کر دریاؤں کے پلوں پر لے جایا گیا جہاں ان کو کناروں پر جانوروں کی طرح لٹا کر ذبح کیا گیا اور انھیں اوپر نیچے پھینک کر تڑپتی لاشوں پر مٹی ڈال دی گئی۔ اقوام متحدہ کے سائے تلے کیمپوں میں پناہ گزینی کی زندگی بسر کرنے والوں میں جب سرب ظالم داخل ہوئے تو انھوں نے ہتھوڑوں سے مسلمانوں کے سر کچل دیے، کھوپڑیاں توڑ ڈالیں، معصوم بچوں کی کھوپڑیوں کو بندوقوں کے بٹوں سے پھوڑ ڈالا۔ بعض شہروں میں بڑے بڑے تندوروں میں مسلمانوں کو زندہ جلا ڈالا گیا۔

انسانی تاریخ کے اس سیاہ ترین جرم اور وحشت و بربریت کے اس قتل عام میں بوسنیا کے دس لاکھ مسلمانوں میں سے ڈھائی لاکھ مسلمان صلیبی سربوں کے ہاتھوں انتہائی بے دردی سے قتل کیے گئے۔''[1]

پیغمبر امن ﷺ کی جنگوں میں انسانی جانوں کی ہلاکت کی تفصیل

اعلائے کلمۃ الحق کی ادائیگی میں دس سالہ مدنی دور کے دوران میں جتنی جنگیں لڑی گئیں، ان میں فریقین کا کتنا جانی نقصان ہوا، اس کا جائزہ لینے سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ابتدائی سرایا اور غزوات میں نہ دشمن کا کوئی آدمی قتل ہوا اور نہ کوئی کلمہ گو شہید ہوا۔ وہ غزوات اور سرایا یہ ہیں: ابواء یا ودّان، سیف البحر، بواط، ذوالعشیرۃ اور بدر اولیٰ۔ ان

[1] ماہنامہ مجلّہ ''الدعوۃ'' کراچی، اگست 1996ء۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں فریقین کا کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے سریے میں کفار کا ایک آدمی عمرو بن حضرمی مارا گیا۔ اسلامی جنگوں میں یہ پہلا مقتول تھا۔ غزوۂ بدر کبری میں کفار کے ستر آدمی قتل ہوئے اور چودہ مسلمان شرفِ شہادت سے مشرف ہوئے۔

غزوۂ بدر کے بعد دو مشرکوں نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو ان کے سنگین جرائم کی پاداش میں قتل کیا گیا۔

غزوۂ سویق میں صرف ایک مشرک قتل ہوا۔

غزوۂ بنی سلیم میں تین انصاری صحابی شہید ہوئے۔

غزوۂ ذی امر میں (جو نجد میں ہوا) کوئی شخص نہیں مارا گیا۔

یہودی قبیلے بنو قینقاع کے جلاوطن کرنے کی کارروائی میں دو آدمی مارے گئے۔ سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ میں فریقین کا کوئی آدمی نہیں مارا گیا۔

اسلام دشمنی اور شرانگیزی کے باعث تین یہودیوں کعب بن اشرف، ابو رافع سلام بن ابی الحقیق اور کعب بن یہوذا کو قتل کیا گیا۔ غزوۂ احد میں ستر مسلمان نعمت شہادت سے بہرہ ور ہوئے اور بائیس مشرک مقتول ہوئے۔

غزوۂ حمراء الاسد میں ایک بدزبان ابو عَزّہ جُمَحِی موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

یومِ رجیع میں چھ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نے غلطی سے تین کافروں کو مار ڈالا۔ ان میں سے دو کی دیت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ادا کی۔

غزوۂ بنی نضیر میں ایک آدمی کام آیا۔

غزوۂ ذات الرقاع میں ایک انصاری صحابی شہید ہوئے۔

بدرِ اخریٰ میں کوئی آدمی قتل نہیں ہوا۔

غزوۂ خندق میں تین مشرک قتل ہوئے اور چھ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزوۂ بنی قریظہ میں دو مسلمان شہید ہوئے اور چھ یا سات سو یہودی قتل ہوئے۔

غزوۂ ذی قرد میں پانچ افراد اور غزوۂ بنی مصطلق میں صرف دو آدمی کام آئے۔

حدیبیہ میں صرف ایک آدمی کام آیا۔

غزوۂ خیبر میں فریقین کے زیادہ سے زیادہ بیس آدمی مارے گئے۔

کعب بن عمر کی سالاری میں بنی قضاعہ کی گوشالی کے لیے جو سریہ روانہ کیا گیا، اس میں چودہ آدمی قتل ہوئے۔

غزوۂ موتہ میں بارہ آدمی مارے گئے۔

غزوۂ فتح مکہ میں بھی بارہ آدمی مارے گئے۔

غزوۂ حنین اور ہوازن میں چار مسلمان شہید ہوئے اور بنو ثقیف کے 75 کافر مارے گئے۔ غزوۂ طائف میں بارہ مسلمان سعادتِ شہادت سے مشرف ہوئے۔

غزوۂ تبوک میں صرف ایک مسلمان شہید ہوا۔

دونوں فریقوں کے وہ مقتول جو جزیرۂ عرب کے باشندے تھے، ان کی تعداد 440 ہے۔ ان مقتولوں میں وہ لوگ بھی شمار کیے گئے ہیں جنھیں دھوکے سے قتل کیا گیا یا غلطی سے قتل ہوئے تھے۔ ان میں اگر ان چھ یا سات سو یہودیوں کو بھی شمار کر لیں جنھیں قتل کرنے کا حکم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے دیا تھا، جنھیں خود یہودیوں نے اس قضیے میں اپنا حکم تسلیم کیا تھا تو فریقین کے تمام مقتولوں کی تعداد بشمول مقتولین بنی قریظہ ایک ہزار چالیس یا گیارہ سو چالیس بنتی ہے۔

اتنی قلیل جانی قربانیوں اور نقصانات سے نوع انسانی کو جو فائدہ پہنچا، وہ بے مثال اور بے عدیل ہے۔ کوششِ بسیار کے باوجود اقوام وممالک کی جنگوں کی تاریخ میں اس کی مثال ہرگز نہیں ملے گی۔[1]

[1] بدر الكبرى لأبي خليل شوقي : 1 / 17- 19 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر امن ﷺ اور جہاد کی اخلاقی تعلیمات

تمہید

عرب میں جنگ کے لیے سیکڑوں الفاظ، سیکڑوں محاورے اور استعارے مستعمل تھے لیکن وہ تمام ایک وحشیانہ جنگ کا تصور فراہم کرتے تھے۔ ایک متمدن و مہذب قوم، ایک ترقی یافتہ نظام، ایک صلح پسند امت ان الفاظ و محاورات کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی، لہٰذا اسلام نے جنگ کے لیے مستعمل تمام نامناسب و غیر موزوں الفاظ کو یک قلم موقوف کر دیا اور اسلامی جنگوں اور غزوات کے لیے لفظ ''جہاد'' کا استعمال کیا جس سے نہ تو غیظ و غضب کا اظہار ہوتا ہے اور نہ درندگی اور بربریت کی بو ہی آتی ہے۔

جیسا کہ آیات قرآنی اور مستشرقین کی شہادتوں سے معلوم ہوا کہ جنگ مسلمان فاتحین کے لیے ہمیشہ آخری حجت رہی ہے اور اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی کے جسم میں پھنسی یا پھوڑا نکل آئے تو اس کے صحیح کرنے کا پہلا درجہ مرہم کا ہے کہ اس کے لگانے سے فاسد مادّہ نکل جائے یا تحلیل ہو جائے۔ دوسرا درجہ نشتر کا ہے کہ شگاف دے دیا جائے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر اُس عضو کو کاٹ دے تاکہ دوسرے اعضائے صحیحہ اس سے متاثر نہ ہوں۔ ایسی صورت میں اگر معالج متاثرہ ہاتھ یا پاؤں کاٹ دے تو کوئی بھی اس کے اس فعل کو وحشیانہ اور ظالمانہ فعل نہیں کہتا بلکہ اس معالج کے شکر گزار ہوتے ہیں کہ اس نے خراب عضو کو کاٹ کر باقی اعضاء کو گلنے سڑنے سے بچا لیا۔ اسی طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اطبائے روحانی (انبیاء و رسل) اوّلاً کفر کے پھوڑے پر وعظ و نصیحت کا مرہم رکھتے ہیں اور اگر اس سے فائدہ نہ ہو اور عضو کے صحیح ہونے کی امید ٹوٹ گئی ہو بلکہ یہ خطرہ پیدا ہو جائے کہ یہ مرض متعدی ہو کر دوسرے اعضاء، یعنی اہل ایمان کو بھی خراب کر دے گا تو پھر اس خراب عضو کو کاٹ ڈالتے ہیں تاکہ باقی اعضاء اس کے ضرر سے محفوظ ہو جائیں اور یہ فاسد مادہ آگے نہ بڑھنے پائے۔

لہٰذا جنگ کے ناگزیر ہونے کی صورت میں پیغمبر امن ﷺ نے سپاہیوں اور سالاروں کے لیے یہ ضابطہ اخلاق مقرر فرمایا:

① غیر ضروری طور پر ظالمانہ طریقوں سے قتل کرنا اور دشمن کو اذیت دینا قطعاً ممنوع قرار دیا گیا۔

② جنگ میں شریک نہ ہونے والے لوگوں، مثلاً: عورتوں، بچوں، ضعیفوں، خادموں اور غلاموں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا۔ اسی طرح اندھوں، فقیروں، گوشہ نشینوں، معذوروں اور لڑنے کے ناقابل لوگوں کے قتل کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔

③ جنگی قیدیوں کو ناکارہ کرنے سے باز رکھا گیا۔

④ آدمیوں اور حیوانوں کے اعضاء کاٹنے سے منع کیا گیا۔

⑤ ظلم و تشدد اور خلاف دین اقدامات ممنوع قرار دیے گئے۔

⑥ فصلیں اجاڑنے اور بلاوجہ درخت کاٹنے سے منع کیا گیا۔

⑦ غذائی ضرورت کے علاوہ جانور ذبح کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔

⑧ ہر قسم کی زیادتی سے منع کیا گیا۔

⑨ عورتوں یہاں تک کہ قیدی عورتوں سے بھی زنا منع کیا گیا۔

⑩ جو لوگ یرغمال کے طور پر تحویل میں ہوں، انھیں ہلاک کرنے سے روکا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑪ قیدی آدمی یا جانور کا جلانا منع کیا گیا۔

⑫ دشمن کے قیدیوں کی آڑ لینے اور انھیں انھی کی فوج سے لڑنے پر مجبور کرنے سے روکا گیا۔

⑬ معاہدوں کی رُو سے جو کام ممنوع قرار دیے گئے، انھیں کرنے سے روکا گیا اور اس وقت تک روکا گیا جب تک معاہدے قائم رہیں۔"[1]

اس ضمن میں پیغمبر امن ﷺ کی اپنے لشکروں کو جنگی مہمات پر روانہ کرتے وقت یہ تاکیدی نصیحت قابل ذکر ہے:

«فَقَدْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُوصِي بِأَلَّا يَقُومَ الْجَيْشُ بِإِتْلَافِ زَرْعٍ أَوْ قَطْعِ شَجَرٍ أَوْ قَتْلِ الضِّعَافِ مِنَ الذُّرِّيَّةِ وَالنِّسَاءِ وَالرِّجَالِ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ رَأْيٌ فِي الْحَرْبِ وَلَمْ يَشْتَرِكُوا فِيهِ بِأَيِّ نَوْعٍ»

"نبی اکرم ﷺ اپنے لشکر کو وصیت فرمایا کرتے کہ وہ سرسبز کھیتوں کو برباد نہ کریں، درختوں کو نہ کاٹیں، کمزور بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کریں۔ ان مردوں کو بھی قتل نہ کریں جو جنگ کے سلسلے میں کوئی رائے نہیں دیتے اور کسی طرح جنگ میں شرکت نہیں کرتے۔"[2]

اسی طرح ایک اور لشکر کو روانہ کرتے وقت آپ نے یہ نصیحت فرمائی:

«سِيرُوا بِاسْمِ اللهِ، فِي سَبِيلِ اللهِ تُقَاتِلُونَ عَدُوَّ اللهِ وَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تَمْثُلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا»

"اللہ کے نام سے، اللہ کی راہ میں چلو، اللہ کے دشمنوں کو تہ تیغ کرو، خیانت نہ

---

① مسلمانوں کے تہذیبی کارنامے از نور احمد، ص: 118,117.

www.KitaboSunnat.com

② خاتم النبيين للإمام محمد أبي زهره : 585/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا، کسی سے دھوکا نہ کرنا، کسی مقتول کی لاش کا مُثلہ نہ کرنا اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔''[1]

سبحان اللہ والحمدللہ! یہ اللہ رب العزت کے اس محبوب بندے اور برگزیدہ رسول ہی کی شان تھی کہ جنگ جیسی خوفناک چیز کو رحم و کرم کا آئینہ دار بنا دیا، جبکہ اس کے برعکس جدید تہذیب اور سائنسی ترقی کے نام نہاد ''علمبردار'' حکمرانوں نے صرف اپنے اہل وطن ہی کو نہیں بلکہ ساری انسانی برادری کو نصف صدی سے کم عرصے میں جن دو ہولناک عالمگیر جنگوں کا تحفہ دیا ہے، ان کی تباہ کاریوں کا اندازہ لگانے سے انسانی عقل و دانش قاصر ہے۔ پُر امن شہری آبادیوں، ہسپتالوں، درسگاہوں بلکہ عبادت گاہوں کو بھی جس سنگدلی سے اپنی بہیمانہ بمباری کا نشانہ بنایا گیا اور ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی، اس کے تصور ہی سے انسانیت اور شرافت کا سر بار ندامت سے خم ہے۔ دوسرے نقصانات سے قطع نظر اگر صرف انسانی جانوں کے نقصانات ہی کا سرسری جائزہ لیں تو انسانی خون کی ارزانی کو دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ناگاساکی اور ہیروشیما پر امریکہ کے ایٹم بموں نے جو قیامت برپا کی، کیا فرعونیت اور نمرودیت کی ستمگریوں سے وہ کسی طرح کم ہے!

انسانی جانوں کی ان اَن گنت خونریزیوں، تباہ کن بمباریوں جنھوں نے ہزاروں بارونق شہروں کو راکھ کے ڈھیروں میں بدل دیا، اتنی گراں قیمت ادا کرنے کے بدلے میں انسانیت کو کیا ملا؟ مغربی بے رحم آمریت، بے روزگاری، ہوشربا مہنگائی، بے حیائی اور اخلاق باختگی، غریب ممالک اور غیر ترقی یافتہ اقوام کا بے رحمانہ استحصال، معاشی بحالی اور خوش حالی کی آڑ میں اربوں کھربوں ڈالروں کا سودی قرض! کیا ان لوگوں کو جن کے ہاتھوں انسانیت کی قبائے کرامت کئی بار تار تار ہوئی، یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس سراپا یُمن و سعادت اور پیکر رحمت و امن ذاتِ اقدس واطہر کے خلاف ہرزہ سرائی کریں جس نے جنگ کو

[1] السنن الکبرٰی للنسائي: 260/5.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف ایک مقصد کے لیے جائز رکھا، یعنی انسانیت کے استحصال کا استیصال۔ جس نے بے مقصد تاخت و تاراج، بے دریغ قتل و غارت اور بے فائدہ لشکر کشی سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ جس اعلیٰ مقصد کے لیے جنگ کی اجازت دی اس میں بھی شرفِ انسانیت اور احترام آدمیت کو پامال کرنے کی اجازت نہیں دی۔

رب کائنات نے اپنے نبیِ معظم ﷺ کو اور آپ کے ذریعے سے آپ کی تمام امتِ اجابت کو جنگ سے متعلق واضح ہدایات عطا فرمائیں، چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا﴾

''اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو (جہاد کرو) جو تم سے لڑتے ہیں اور تم زیادتی نہ کرو۔''[1]

اس آیت نے حکم جہاد کو سمجھنے کا ایک بڑا مسئلہ حل کر دیا ہے اور جہاد کے ضمن میں عموماً جو تین سوال ذہن میں ابھرتے ہیں، ان کا بھی حل پیش کر دیا ہے، یعنی:

جہاد کس مقصد کے لیے کیا جائے؟ فی سبیل اللہ کے الفاظ میں اس کا جواب موجود ہے، یعنی اعلائے کلمۃ الحق جہاد کا مقصدِ وحید ہونا چاہیے نہ کہ دنیاوی مقاصد، مثلاً: لوٹ مار، ملک گیری کی ہوس، نسلی عداوت و تعصب، تجارتی و صنعتی رقابت جیسے گھٹیا مقاصد مومن کا مطمحِ نظر نہیں ہوتے۔

کن کے خلاف جہاد کیا جائے؟ ﴿الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ﴾ ''ان لوگوں سے جو تم سے لڑیں'' نے اس کا جواب فراہم کیا۔ یا ان لوگوں کے خلاف جو تم پر دھاوا بولنے کے لیے پر تول رہے ہوں۔

کن شرائط و قیود کے ساتھ قرآن مجید نے جہاد کی اجازت دی ہے؟ اس کا جواب

[1] البقرة 2:190۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿لَا تَعۡتَدُوۡا﴾ کے حکم میں موجود ہے، یعنی جب جذبات پر قابو نہیں رہتا اور آتش انتقام بھڑک رہی ہوتی ہے، خبردار! اس وقت بھی کسی پر زیادتی نہ کرنا کیونکہ زیادتی کرنے والے اللہ کو پسند نہیں ہیں۔ عُدوان (زیادتی) وسیع معنی کو محیط ہے اور اس کی مختلف صورتوں کا ذکر گزشتہ صفحات میں دیا جاچکا ہے۔ زیادتی کے جواز کی صورت ہمیں اس آیت میں ملتی ہے:

﴿فَاِنِ انۡتَهَوۡا فَلَا عُدۡوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ ۝﴾

''پھر اگر وہ باز آ جائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی جائز نہیں۔''[1]

تیرہ سال کفارِ مکہ کا تختۂ مشقِ ستم بننے کے بعد جاں نثارانِ حق جب وطن مکہ کو خیر باد کہنے پر مجبور کر دیے گئے اور مدینہ پہنچ کر ان کی ایک خود مختار آزاد ریاست بن گئی تو ان مظلوموں اور ستم رسیدوں کو طاقت کا جواب طاقت سے دینے کی اجازت بایں الفاظ دی گئی:

﴿اُذِنَ لِلَّذِيۡنَ يُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّهُمۡ ظُلِمُوۡا﴾

''جن لوگوں سے لڑائی کی جاتی ہے انھیں (جہاد کی) اجازت دی گئی ہے، اس لیے کہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا۔''[2]

یہاں بھی وجۂ قتال ظلم کو بنایا جا رہا ہے۔ مسلمانانِ عالم کی چودہ سو سالہ تاریخ اس بات پر شاہد عدل ہے کہ مردِ مومن کی تلوار نیام سے باہر نکلنے کے لیے بے تاب اُسی وقت ہوئی ہے جب اس پر یا اس کے دین پر دستِ تظلم دراز کیا گیا۔

دینِ اسلام کو اپنے ابتدائی دور میں جن سنگین حالات سے دو چار ہونا پڑا، محسنِ انسانیت، رہبر دنیا و دین ﷺ اگر اس وقت احتیاطی تدابیر اختیار نہ کرتے، بالفاظِ دیگر اگر دفاعی جنگ کی بجائے جارحانہ جنگ سے دشمن کی ریشہ دوانیوں کا جواب نہ دیتے تو

[1] البقرۃ 2 :193. [2] الحج 22:39.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا کیا نتیجہ نکلتا؟ دشمن حوصلہ افزا ہوتے ہوئے آگے بڑھ کر رشد و ہدایت کے اس مرکز کو تاخت و تاراج کر دیتا اور جس کلمہ گو پر اس کا بس چلتا، اسے راہی ملکِ عدم کر دیتا اور کسی حق پرست کو زندہ نہ چھوڑتا۔ اس سے بھی زیادہ بھیانک اور المناک حادثہ یہ رونما ہوتا کہ شمعِ توحید جسے روشن رکھنے کے لیے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بے پناہ قربانیاں دی تھیں، وہ بجھ جاتی اور ساری کائنات کفر و شرک کی تاریکیوں میں ہمیشہ کے لیے ٹامک ٹوئیاں مارتی رہتی۔

دشمنانِ اسلام اور مستشرقین کی جانب سے نبیِ انسانیت کو جسے اس کے بھیجنے والے نے رحمۃ للعالمین کا تاج بے بہا پہنا کر بھیجا، لوٹ مار، قزاقی اور خونخواری کے الزامات دینا، ان کی کور چشمی اور ضد و تعصب کی دلیل ہیں۔ باطل کے مقابلے میں قوت کا مظاہرہ پیغمبر اسلام سے پہلے بھی متعدد انبیائے کرام کا معمول رہا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنھیں عیسائی دنیا میں عفو و درگزر، صلح و آشتی اور امن و سلامتی کا پیکر سمجھا جاتا ہے، انھوں نے بھی طاغوتی قوتوں کے سرِ غرور کو خاک میں ملانے کے لیے اپنے حواریوں کو تلواریں بے نیام کرنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے قلیل مدت صرف پونے تین سال تک بنی اسرائیل کو رشد و ہدایت کی دعوت دی۔ ان کی کج بحثیوں، سازشوں اور دل آزاریوں سے تنگ آ کر اپنے حواریوں کو حکم دیا تھا:

”اس نے ان سے کہا: مگر اب جس کے پاس بٹوا ہو، وہ اسے لے لے اور اسی طرح جھولی بھی اور جس کے پاس نہ ہو، وہ اپنی پوشاک بیچ کر تلوار خریدے۔“①

”کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں؟ میں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں بلکہ جدائی کرانے۔“②

① لوقا، باب 22، آیت: 36. ② لوقا، باب 12، آیت: 52.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی مضمون کو آپ نے ایک اور جگہ پر یوں بیان کیا ہے:

''یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں۔''①

اگر عیسیٰ علیہ السلام صرف پونے تین سال تبلیغ کرنے کے بعد تلوار اٹھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور پھر بھی آپ کو ''پیغمبرِ امن و صلح'' کہا جاتا ہے تو اگر تیرہ سال کا عرصہ گونا گوں اذیتیں برداشت کرنے کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ اپنے متبعین کو کفار کے مقابلے میں جہاد کا حکم دیتے ہیں تو آپ ﷺ پر انواع و اقسام کے بہتان و الزامات لگائے جاتے ہیں۔

آج دین اسلام کو بدنام کرنے کے لیے جہاد (Holy War) کو جس کا مقصد محض اللہ کے دین کی سربلندی ہے، دہشت گردی کا نام دیا جا رہا ہے۔ سچ پوچھیے تو دراصل دہشت گردی کو ختم کرنے کی آڑ میں مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نابود کرنے کے لیے روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے۔ ہم امنِ عالم کے ''نقیب اعظم'' اور حقوق انسانی کے سب سے بڑے ''محافظ'' یعنی ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے صدر جناب بش سے یہ سوال پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ حضرت! وہ دن کیا ہوئے جب آپ نے آج سے سات سال قبل 2001ء میں اسلام اور دہشت گردی کو دو علیحدہ علیحدہ اور ایک دوسرے سے مختلف چیزیں قرار دیا تھا اور اعلان کیا تھا کہ اسلام امن کا دین ہے، خوف و ہراس اور دہشت گردی کا نہیں۔②

اس اعلان کو دنیا کے ہر چھوٹے بڑے جریدے اور اخبار نے اپنے شمارے کی زینت بنایا تھا۔ آج وہی اسلام آپ اور آپ کے حاشیہ نشینوں کے نزدیک دہشت گردی کا دین

① متی، باب10، آیت: 35,34.

② "Islam Denounces Terrorism" by Harun Yahya, p.101, Arastirma Publishing Istanbul \ Turkey.. Sept. 2002.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور مجاہدین آپ کے نزدیک دہشت گرد ہیں! حالانکہ جہاد کو دہشت گردی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

اگر اسلام دہشت گردی کا حامی ہوتا تو اس نے سورۂ الکہف کی آیات 94 تا 97 میں جنابِ ذوالقرنین کے واقعے میں دہشت گردی اور تخریب کاری کی حوصلہ شکنی کیوں کی اور سورۃ المائدۃ کی آیت 33 میں تخریب کاروں اور دہشت گردوں کے لیے عبرتناک سزا کیوں مقرر کی؟ فرمایا:

﴿ إِنَّمَا جَزَآؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوْٓا أَوْ يُصَلَّبُوْٓا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝﴾

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کے لیے بھاگ دوڑ کرتے ہیں، ان کی سزا تو صرف یہ ہے کہ انھیں بری طرح قتل کیا جائے یا انھیں بری طرح سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے بری طرح کاٹے جائیں یا انھیں جلاوطن کر دیا جائے۔ یہ دنیا میں ان کے لیے ذلت ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔“[1]

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”مراد یہاں راہزنوں اور ڈاکوؤں کے گروہ سے ہے، عام اس سے کہ وہ کافر ہوں یا مسلم۔“[2]

علامہ آلوسی رحمہ اللہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”محاربین جن کی سزائیں یہاں بیان ہوئی ہیں وہ کون ہیں؟ ان کے متعلق فقہائے کرام نے کہا ہے کہ جن میں یہ شرطیں پائی جائیں وہ محارب ہیں:

① المائدۃ 5:33. ② تفسیر ماجدی، المائدۃ 5:33.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① وہ بندوق، تلوار اور نیزہ وغیرہ سے مسلح ہوں۔

② آبادی سے باہر راستے یا صحرا میں وہ رہزنی اور ڈاکے کا ارتکاب کریں۔

③ وہ چھپ کر نہیں بلکہ برملا حملہ آور ہو کر لوٹ مار کریں۔

ایسے لوگوں کے لیے قرآن مجید نے چار سزائیں مقرر کی ہیں:

① انھیں قتل کر دیا جائے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے باب تفعیل استعمال کیا ہے جو تشدید اور مبالغہ کے لیے ہے، یعنی مقتول کے وارث اگر معاف بھی کر دیں تو بھی انھیں قتل کیا جائے گا کیونکہ مدعی حکومت ہے جو عوام کی نمایندہ ہے۔ یہ مقتول کے وارثوں کا نجی معاملہ نہیں رہا۔

② انھیں سولی دے دیا جائے۔

③ ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیے جائیں۔

④ یا انھیں قید کر دیا جائے۔

جمہور علماء کا خیال ہے کہ سزا جرم کے مطابق ہوگی۔ جتنا جرم سنگین ہوگا اتنی ہی سزا سخت ہوگی۔ بعض فقہاء نے اس کی تفصیل یوں بیان کی ہے کہ اگر انھوں نے قتل کیا تو انھیں قتل کیا جائے گا اور مقتول کے وارثوں کے بخش دینے سے بھی معاف نہ ہوگا۔ اور اگر قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا تو انھیں سولی دے دیا جائے اور لوگوں کی عبرت پذیری کے لیے شارع عام پر سولی دی جائے اور ان کی لاشیں لٹکی رہیں اور اگر انھوں نے قتل نہ کیا صرف مال لُوٹا تو ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے اور اگر انھوں نے نہ قتل کیا، نہ مال لُوٹا بلکہ صرف لوگوں کو دہشت زدہ اور ہراساں کیا تو انھیں قید کیا جائے گا۔"[1]

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے: روح المعاني، تفسير القاسمي، أحكام القرآن للجصاص، المائدة 5:33.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوسکتا ہے کہ دہشت گردوں اور رہزنوں جیسے سفاکوں کے ساتھ نرمی کرنا ہی کسی کے نزدیک رحم ہو لیکن اسلام کے نزدیک ظالم کے ہاتھ سے ظلم کی تلوار چھین لینا اور اس کے ظالم ہاتھ کو کاٹ پھینکنا نوع انسانی کے لیے رحمت ہے۔

دہشت گردی (Terrorism) ہے کیا چیز؟

''سیاسی مقاصد کی تکمیل اور انھیں پروان چڑھانے کے لیے بالخصوص چھوٹی تنظیموں کی جانب سے منظّم تخریب کاری کے حربوں کے استعمال کا نام دہشت گردی ہے۔''[1]

ہارون یحییٰ کے نزدیک ''دہشت گردی کی نوعیت عالمی حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے اور ترقی پذیر ٹیکنالوجی کے ذریعے سے دہشت گردی کے جدید طریقوں کے استعمال کا دائرۂ کار بھی اضافہ پذیر رہتا ہے۔ انٹرنیٹ جیسے عوامی ذرائع ابلاغ تخریبی کارروائیوں کو ہوا دینے میں خاصا کردار ادا کرتے ہیں۔''[2]

اکناف عالم میں دہشت گردی کی تنظیمیں

دہشت گردی اور تخریب کاری کوئی آج کے مسائل نہیں جن سے بنی نوع انسان دوچار ہے بلکہ صدیوں سے یہ بات چلی آ رہی ہے کہ اکنافِ عالم میں مختلف ادوار میں مختلف تنظیموں اور گروہوں کی جانب سے مختلف مقاصد کے حصول کے لیے دہشت گردی کو بطور آلۂ کار استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ کبھی کمونسٹ تنظیم کی جانب سے، کبھی آمرانہ (Fascist) تنظیموں کی جانب سے اور کبھی علیحدگی پسند طبقات کی جانب سے تخریب کاری بروئے کار لائی جاتی رہی ہے۔ یونان میں 17 نومبر (کمونسٹ انقلاب برپا کرنے کی تحریک)، جرمنی

[1] "Hutchinson's 20th century Encyclopaedia, p. 1210, USA 1993.

[2] "Islam Denounces Terrorism" by Harun Yahya, p. 11.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آر اے ایف (Red Army Forces) اور نیو تازیز، سپین میں ای ٹی اے، اٹلی میں ریڈ بریگیڈز اور اسی قسم کی دوسری تنظیموں نے بے گناہ اور بے یارو مددگار انسانوں کے بہیمانہ قتل جیسی تخریب کاری اور دہشت گردی کے ذریعے سے اپنی آواز کو دنیا تک پہنچایا ہے۔

محترم ہارون یحیٰی لکھتے ہیں:

''تخریب کاری کی مغربی تنظیموں کے علاوہ مشرق وسطیٰ میں بھی ایسی تنظیمیں مصروف عمل ہیں بلکہ تمام عالم میں یہ تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ دہشت گردی کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ یہ تنظیمیں عیسائیت، اسلام یا یہودیت، یعنی مذہب کو آڑ بنا کر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے کوشاں ہیں جن کی مذہب قطعًا اجازت نہیں دیتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر یہ تنظیمیں اسلام کے نام کو بطور آلہ استعمال کریں تو بھی ان کے اس عمل کو ''اسلامی تخریب کاری'' کا نام نہیں دیا جاسکتا بالکل اسی طرح جیسے وہ یہودیت یا عیسائیت کے ناموں کو بطور آلہ استعمال کریں، اگرچہ وہ یہودی یا عیسائی ہوں جس کی وجہ یہی ہے کہ الٰہی مذہب (اسلام، عیسائیت یا یہودیت) کے نام پر بے گناہوں کا قتل ناقابل جواز ہے۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان لوگوں میں سے جو نیویارک اور واشنگٹن میں مارے گئے، ان میں سے کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتی (عیسائی) تھے، کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے امتی (یہودی) اور کچھ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے تھے۔ کوئی بھی مذہبی اور خوفِ الٰہی رکھنے والا شخص ہرگز ایسا بھیانک گناہ نہیں کرے گا۔''[1]

موصوف اپنی اسی کتاب کے ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں:

''تخریب کار براہِ راست مذہب پر حملہ کرنے کی نیت سے تخریب کاریاں کرتے ہیں

[1] "Islam Denounces Terrorism" by Harun Yahya, p. 11-13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس سے ان کا مقصد مذہب کو بدنام کرنا اور بالآخر عوام کو مذہب سے متنفر کرنا ہوتا ہے تا کہ مذہب پسند لوگوں میں بدظنی پیدا کر کے، انھیں مذہب سے دور کر دیا جائے۔ نتیجہ یہی نکلا کہ امریکی باشندوں پر حملہ ہو یا دوسرے بے گناہ مذہب پسند لوگوں پر، دراصل بذاتِ خود مذہب پر حملہ ہے۔

ہر آسمانی مذہب باہم الفت و محبت اور پیامِ امن و عافیت دیتا ہے جبکہ دہشت گردی اور خوف و ہراس مذہب سے متصادم الفاظ ہیں اور بے رحمی، ظلم، کشت و خون اور مصیبت و افتاد اس کے طغرائے امتیاز ہیں اور اس کے کرتا دھرتا کمیونسٹ فاشسٹ، نسل پرست یا مادّی نقطۂ نظر کے لوگ ہوتے ہیں۔ اگر ایک دہشت گرد چشم زدن میں بے گناہ لوگوں کو قتل کر سکتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ اللہ کا منکر ہے نہ کہ مومن۔ خوفِ الٰہی سے بیگانہ وہ قاتل ہے جس کا مقصدِ حقیقی خونریزی اور لوگوں کو نقصان پہنچانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''اسلامی دہشت گردی'' کی اصطلاح ایک غلط مفروضہ ہے جو اسلام کے پیش کردہ پیغامِ امن سے براہِ راست متصادم ہے۔ دین اسلام کسی بھی طرح دہشت گردی کے موافق نہیں ہے۔ اس کے برعکس دہشت گردی (بے گناہ لوگوں کا قتل) اسلام کے نزدیک گناہ کبیرہ ہے اور مسلمان ایسی تخریب کاریوں کے سد باب اور اللہ کی دھرتی پر قانون و انصاف کی بالادستی کے نفاذ کے ذمہ دار ہیں۔''[1]

اسلام پر تشدد اور کشت و خون کا ناحق الزام لگانے والوں کو ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ جس طرح عیسائیت کو امن پسند اور نرمی کا مذہب ہونے کے باوجود مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگیں لڑنے والوں نے بدنام کیا، عیسائیت کی غلط تاویلات اور اس کے اصل خدوخال کو مسخ کر کے اپنے گھناؤنے عمل سے اسے کشت و خون کا مذہب ہونے کا تصور

[1] "Islam Denounces Terrorism" by Harun yahya, p.13.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا، بالکل اسی طرح کچھ کج رَو حلقوں نے جو اسلام کی روح اور مزاج سے ناواقف تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد اسلامی احکام اور قرآنی آیات کی غلط تاویلات کر کے وحشت و بربریت اور قتل و غارت کو وجہ جواز بنالیا اور سادہ لوح لوگوں نے ان کے اس جواز کو اس لیے تسلیم کرلیا کہ جواز پیش کرنے والے خود مسلمان تھے۔

اس کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ اوائل اسلام میں ملک عرب میں دو بنیادی سماجی ساخت کے لوگ بس رہے تھے: ایک حضری (شہری) اور دوسرے بدوی (دیہاتی) تھے۔ مؤخر الذکر، یعنی بدوی آبادی کو تہذیب و تمدن سے دُور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ اپنی ذہنی اور ثقافتی پسماندگی کے باعث اسلام کے پاکیزہ مزاج، اس کی عطر بیز روح اور اس کی گہرائیوں تک رسائی پانا بھی ان کے بس میں نہیں تھا جبکہ شہری آبادی اپنی عادات، مزاج اور طرز زندگی میں ان سے یکسر مختلف تھی۔ جب اسلام کی روز افزوں ترقی ہوئی تو شہری آبادی کے ساتھ ساتھ تہذیب و آداب سے عاری یہ بادیہ نشین (دیہاتی) بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے لیکن لوٹ مار اور کشت و خون کی پرانی اور عادتِ مستمرہ سے کنارہ کش ہو جانا، ان کے بس میں نہ تھا اور اسی وجہ سے وہ ہر دور میں دوسرے مسلمانوں کے لیے ایک لاینحل مسئلہ بنے رہے۔ ان کی اسی حالت کو قرآن حکیم نے یوں بیان کیا ہے:

﴿ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ﴾

”دیہاتی (بدوی) کفر و نفاق میں زیادہ سخت ہیں اور زیادہ لائق ہیں کہ وہ حدیں نہ جانیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی ہیں۔“ [1]

تہذیب و آداب اور ثقافت سے یکسر بیگانہ یہ دیہاتی مسلمان ہونے کے بعد نبی ﷺ کے عین حیات ہی میں دنیائے اسلام کا جز بن گئے اور بعد میں اپنی غیر مہذب عادات

[1] التوبة 9:97.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بربریت کی وجہ سے اسلامی حکومتوں کے لیے مستقل مسئلہ بنے رہے۔ قرآن فہمی سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے انھوں نے چند قرآنی آیات کا سہارا لے کر اور ان کی غلط تاویل کر کے دوسرے مسلمانوں سے جنگ و جدل کے جواز کو ثابت کیا۔ جلیل القدر صحابیِ رسول حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایسے ہی بدبخت، قرآن مجید سے دُور ایک خارجی نے شہید کیا تھا جو اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا تھا۔

جس طرح خارجیوں کے اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کے باوجود ان کے تشدد اور کشت و خون کے کسی عمل کو اسلام سند قبولیت نہیں دے سکتا، بالکل اسی طرح مسلمانی کے دعوے کے باوجود ان کے دہشت گردی، تخریب کاری اور خون خرابے کے عمل کو وجہِ جواز ہرگز نہیں بنایا جا سکتا۔

عصرِ حاضر کی دہشت گردی کے حقیقی اسباب و علل

دہشت گردی کا سبب اور محرک حقیقی بے انصافی ہے، خواہ یہ بے انصافی انفرادی سطح پر ہو یا اجتماعی سطح پر، بہر حال اپنا رنگ ضرور دکھاتی ہے۔ اکثر و بیشتر تنافر و نفرت کے انتہائی ردعمل کو جنم دیتی ہے اور بالآخر گھناؤنے جرائم پر منتج ہوتی ہے۔ بعض اوقات ملکی یا انسانی تحفظ کی آڑ میں یہ بے انصافیاں سرزد ہوتی ہیں۔ کشمیریوں کو ایک عرصے سے حق خودارادیت اور اپنے مستقبل کا خود فیصلہ کرنے سے محروم رکھا جانا، ایسی ہی بے انصافی پر مبنی ہے جس کا بالآخر نتیجہ آنے والے مہیب خطرات کا غماز ہے۔

غربت اور مفلوک الحالی بھی دہشت گردی اور تخریب کاری کا سبب ہو سکتی ہے۔ بھوکا انسان جو زندگی کا بوجھ اٹھانے سے عاجز آ چکا ہے اور جسے اپنی موت کا یقین ہے، قدرتی طور پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس نے خود مرنا ہی ہے تو کیوں نہ ان کو کیفرِ کردار تک پہنچا کر مرے جو اس کی اس زبوں حالی کے ذمہ دار ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہشت گردی کا تیسرا سبب ناخواندگی اور جہالت ہے جو فکرِ آخرت اور اپنے اعمال کے محاسبے کے تصور سے یکسر بیگانہ ہوتی ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ انسانی زندگی میں جہالت سے بڑھ کر کوئی بڑی مصیبت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ جہالتِ مطلقہ انسان سے ایسے ایسے سنگین جرائم کراتی ہے جن سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔

دہشت گردی کا ایک سبب سیاسی بھی ہوسکتا ہے کہ تخریب کاری اور دہشت پھیلانے کے ذریعے سے حکومتِ وقت کے خلاف عوام کو بدظن کر کے اسے ناکام کیا جائے اور بالآخر زمامِ اقتدار خود سنبھال لی جائے۔

ایسا کرنے میں تخریب کاروں کی سوچ شاید یہ ہو کہ زمامِ اقتدار ان کے ہاتھ میں آجانے سے ملک ایک مثالی ریاست بن جائے گا جہاں انھیں اپنی سند کے مطابق قانون کے نفاذ کا اختیار ہوگا تو یہ ان کی خام خیالی اور طفلانہ سوچ ہے۔ مثالی معاشرے اور مثالی ریاست کا قیام اسلام کا مقصد کلی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن وحدیث میں کم از کم اس کے متعلق کوئی اشارہ تو ضرور ملتا، جبکہ قرآن وحدیث میں ایسی کسی بات کا وجود تک نہیں ہے۔

دہشت گردوں کی سنگدلی اور قساوت قلبی بمقابلہ اسلامی تعلیمات

جیسا کہ بیان ہوا دہشت گردوں کا نشانہ اولین وہ بے چارے بے گناہ اور معصوم لوگ ہوتے ہیں جن کا ''جرم'' صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنی سوچ وعمل میں ان تخریب کاروں کے ہم نوا نہیں ہوتے، چنانچہ ان کے عملِ تخریب کاری میں ضابطۂ اخلاق وانسانیت کا ہر طرح فقدان ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو ہٹلر، سٹالن اور ان جیسے دوسرے سفاکوں نے انسانیت کے خلاف جتنے بھی اقدامات کیے وہ سنگین اور بھیانک جرم ہونے کے ناتے سے دہشت گردی کی بین مثالیں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روسی کمونسٹ مائیکل بیکونن اور اس کا چیلہ نیشایو (Nechayev) ایک مثالی دہشت گرد کی نقشہ کشی یوں کرتے ہیں:

''اس (انقلابی) کے وجود کا تمام تر کام اس کے صرف قول میں نظر نہیں آتا بلکہ اس کے عمل میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ وہ سماج کے مروجہ نظام اور نام نہاد ''مہذب دنیا'' کے خلاف برسرِ پیکار ہوتا ہے اور اس کے قوانین، اخلاقیات اور رسوم و روایات سے متصادم اور ان کا غیر مصالحانہ مخالف ہوتا ہے۔ اسے صرف ایک سائنس کا علم ہوتا ہے اور وہ سائنس تباہی و بربادی کی سائنس ہے۔''[1]

بیکونن نے یہ بھی کہا:

''ایک دہشت گرد نہ صرف سماج کے لیے بلکہ اپنے لیے بھی شدید طور پر قسی القلب ہوتا ہے۔ رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ الفت و محبت، موانست و ترحم اور تشکر و ممنونیت جیسے تمام جذبات، ضعف و کمزوری کی علامت ہیں جنھیں انقلابی اقدام کے ولولہ انگیز محرک اور سرد مہری کے ساتھ بہر طور جھٹک دینا چاہیے۔''

بیکونن اور اس کے چیلے کے ان بیانات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دہشت گرد کا منشور ہر اخلاقی قدر کو پامال کرتے ہوئے ہر مادی اور روحانی تنظیم سے منقطع ہونا ہوتا ہے کیونکہ ایسی تنظیمیں اور ادارے ان کے مذموم عزائم کی تکمیل کی راہ میں سنگِ گراں ہوتے ہیں۔

ان بے رحم دہشت گرد تنظیموں اور ان کے کارکنوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ وہ اپنے اس عمل سے معاشرے میں شر کی بجائے خیر و صلاح لانا چاہتے ہیں جس کے ذریعے سے ایک خوش حال اور بہتر عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ تشکیل دیا جا سکے۔ قرآن حکیم نے ان کے اس دعوے کی بھی بایں الفاظ تردید کر کے رکھ دی ہے اور ایمان والوں کو متنبہ کر دیا ہے کہ

---

[1] Article "Bakunin-Groundwork for the Social Revolution" Published in "The Alarm Newspaper" of Dec. 26, 1885, p. 84.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے دام فریب میں ہرگز نہ آنا:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِن لَّا يَشْعُرُونَ ۝ ﴾

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت ڈالو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ سن لو! بے شک وہی تو فساد ڈالنے والے ہیں لیکن وہ سمجھتے نہیں۔''[1]

اس کے برعکس اسلام تو سراسر ترحم اور الفت و موانست کا دین ہے۔ اپنے تو اپنے، بیگانے اور دشمن بھی اس کے فیضانِ رحمت کی رم جھم سے محروم نہیں رہے۔ تاریخ اسلام کی کتاب کا ہر ورق اس حقیقت پر شاہد ہے کہ ہر زمانے میں غیر مسلم رعایا نے اسلامی حکومت کے تحت سکھ کا سانس لیا اور اپنی ماقبل غیر مسلم حکومتوں کو کوستے تھے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں، سٹینلے لین پول لکھتا ہے:

① ''حقیقت تو یہ ہے کہ اکثر عیسائی کسی بھی طرح اپنے مذہب اور عقیدے پر زور دینے میں بے قرار نہیں تھے کیونکہ ان کے ساتھ سابقہ ادوار کی نسبت اسلامی دور میں اب بہتر سلوک ہونے لگا تھا۔ مسلمان حکام کی جانب سے کسی قسم کی رکاوٹ اور خوف کے بغیر انھیں ہر طرح کی مذہبی آزادی حاصل تھی اور اپنے ہمسایہ ملکوں کے ساتھ ہر طرح کی تجارت کرنے کی انھیں اجازت تھی۔ اپنی سابقہ حاکمیت کی بحالی کے علاوہ جو اَب ناممکن تھی، وہ کوئی اور خواہش کر ہی نہیں سکتے تھے، لہٰذا انھوں نے مسلمان حکومت کے اعلیٰ، فقید المثال اخلاق اور بہترین رواداری سے متاثر ہوتے ہوئے ان فاتح حکام کو خوش آمدید کہا اور ان سے بھرپور تعاون کیا۔''[2]

① البقرۃ 2:11، 12.

② "The Moors in Spain" by Stanley Lane-Poole, p. 83.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹی، ڈبلیو آرنلڈ رقمطراز ہے:

② ''محمد ﷺ اپنے زمانے کے افراتفری اور طوائف الملوکی کے سماج میں ملّی وحدت کے جذبے کو متعارف کرانے میں کامیاب ہوئے۔ باہمی حقوق و فرائض کا ایسا احساس و شعور جس سے اہل عرب قبل ازیں یکسر نا آشنا تھے۔ اس طرح اسلام ان طبقات و قبائل کو آپس میں الفت و محبت کی لڑی میں جوڑ رہا تھا جو سالہا سال سے باہم دست بہ گریباں تھے۔ پیغمبر ﷺ کے وصال پر ''ہائے افسوس کہ محمد ﷺ ہم سے جدا ہو گئے'' کے المناک الفاظ ملک عرب کے ایک قبیلے کا نعرہ بن گئے تھے۔ اس قبیلے کے ہر فرد کی زبان پر یہی کلمات تھے کہ ''جب تک محمد ﷺ حیات رہے، میں اپنے دشمنوں سے مامون و محفوظ تھا۔'' کوئی بعید نہیں کہ یہی نعرہ عرب کے تمام اکناف و اطراف کے قبیلوں کی زبان پر ہو۔''①

موصوف ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

③ ''ہسپانوی باشندوں نے وحشت و بربریت اور متشدد حکمرانوں سے نجات ملنے پر سکھ کا سانس لیا اور عرب فاتحین کا گرم جوشی سے استقبال کیا اور ان کے ممنون ہوئے کہ انھوں نے ایسے ظالم اور جابر حکمرانوں سے انھیں نجات دلائی۔ ان مفتوحین کی حالت عیسائی حکومت کے تحت خاصی دگرگوں اور زبوں حالی کا شکار تھی اور اس آزادی اور متعدد فوائد کے مقابل جو اسلامی حکومت کے تحت انھیں حاصل تھے، عیسائیت کو وہ کوئی وزن دینے کے لیے تیار نہ تھے اور اسی وجہ سے انھوں نے اپنے مقدر کو ان فاتحین کے ہاتھوں میں دے دیا تھا۔''②

① "The Preaching of Islam" by T.W. Arnold. P. 42.

② "The Preaching of Islam" by T.W. Arnold, p.132,133.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہشت گردی کا تدارک اور علاج

ظاہر ہے کہ افراتفری، دہشت گردی اور خوف و ہراس کے ماحول میں کوئی بھی سماج اور اس کے پُر امن افراد کسی قسم کی مثبت ترقی نہیں کر سکتے اور ایسے حالات میں ان کی خداداد تعمیری صلاحیتیں مفلوج ہو کے رہ جاتی ہیں، لہٰذا ضروری ہوا کہ قومی تحفظ اور ملّی حمیّت کا درد رکھنے والے افراد اور دانشور سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایسا مؤثر لائحہ عمل تیار کریں جس سے اس رستے ہوئے ناسور کا شافی علاج ہو سکے، لیکن اس لائحہ کو عملی جامہ پہنانا حکومتِ وقت کی سرپرستی کے تحت ہی ممکن ہے۔ راقم الحروف کی نظر میں موجودہ دہشت گردی کے سد باب کے لیے جو ممکنہ اقدامات ہو سکتے ہیں، سپردِ قلم ہیں:

① اس ضمن میں سب سے مؤثر اصلاحی قدم اسلامی تعلیم کو عام کر کے ناخواندگی کو دور کرنا ہے۔ ہارون یحییٰ کے نزدیک موجودہ دہشت گردی کا بڑا سبب ڈارونزم، کمیونزم اور میٹیریلزم کی تعلیمات کے اثرات ہیں۔ ان اثرات کو دُور کرنے کے لیے وسیع قومی سطح پر مغرب زدہ افراد کی (Brain washing) کی ضرورت ہے کہ قرآنی تعلیمات کے پُر اثر تعلیم و تعلّم کے ذریعے سے انھیں باور کرایا جائے کہ امن و عافیت اور ایک پُر مسرت سماج کی تعمیری ترقی کا راز ان تعلیمات میں مضمر ہے جو ہمارے خالق و مالک نے اپنے آخری پیغام، یعنی قرآن حکیم کے ذریعے سے ہم تک پہنچائی ہیں جو امنِ عالم کی قطعی ضمانت دیتا ہے اور یہ کہ مغربی تہذیب کے انڈے گندے ہیں جو اٹھا کے باہر پھینکے جانے کے قابل ہیں۔ قرآن حکیم نے پیغمبر امن ﷺ کی امت کو یہ تنبیہ بھی کر دی ہے کہ دشمنانِ اسلام اللہ کے مقابلے میں آپ کے ذرا بھی کام نہیں آ سکتے:

﴿ إِنَّهُمْ لَن يُغْنُوا عَنكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ط ﴾

”بلاشبہ وہ اللہ کے مقابلے میں ہرگز آپ کے کسی کام نہیں آئیں گے۔“[1]

① الجاثية 45:19.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بقول شاعر مشرق ؎

تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائدار ہو گا [1]

② تعلیماتِ قرآنی کے انقلاب کے لیے ضروری ہے کہ قوم میں فکری اتحاد ہو اور قیادت نورِ ایمان سے مزین اتنی قوی ہو کہ دشمنانِ اسلام کی لاکھ ہرزہ سرائی اور غوغا آرائی کے باوجود فرمودِ الٰہی ﴿فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ''سو اسی (اسلام) پر چلو اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو جو نہیں جانتے۔'' [2] پر عمل پیرا ہونے اور اس پر مر مٹنے کی ہمت رکھتی ہو ؎

قافلہ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

③ دہشت گردوں اور تخریب کاروں کو سورۃ المائدۃ کی آیت 33 کے مطابق سرِ عام عبرتناک سزا دی جائے تاکہ جرائم پیشہ افراد کو نکیل پڑ جائے۔ قانون کے محافظ اور نافذ کرنے والے اداروں کے افراد کا ایماندار اور پختہ کردار کا ہونا از بس ضروری ہے کہ وہ کسی قیمت پر بک نہ سکیں۔

④ قیام امن کی حکومتی کوششوں میں عوام کو بھی حکومت سے بھر پور تعاون کرنا چاہیے کیونکہ امن و سلامتی کسی ایک فرد یا جماعت کی نہیں بلکہ اجتماعی و معاشرتی ضرورت ہے۔ ملّی یکجہتی اور مکمل قومی اتحاد کی صورت میں دہشت گرد عناصر لرزہ براندام رہیں گے اور قوم کے ہاتھوں اپنی تکابوٹی کرانے کی جرأت نہیں کر سکیں گے۔

⑤ مسلمانوں، عیسائیوں اور یہود کے مابین ایک مشترکہ اصول قرآن نے اپنے الفاظ

① کلیات اقبال، ص: 169۔ ② الجاثیۃ 45:18۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یوں بیان کیا ہے:

﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ﴾

''آپ کہہ دیجیے: اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے۔''[1]

جب قرآن حکیم کے مطابق اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور مسلمان ایک مشترک فارمولے (ایمان باللہ) کی طرف آئیں گے اور وہ اچھی طرح سمجھ لیں گے کہ وہ ایک ہی لڑی کے دانے ہونے کے ناتے سے باہم دوست ہیں اور دشمن نہیں (کیونکہ اللہ پر ایمان رکھنے والے کا دشمن تو اللہ کا منکر ہی ہوسکتا ہے) تو ہمیں اپنے خالق و مالک اور پالنہار سے محبت کرنی چاہیے اور بہ دل و جان اس کے حکم کے آگے ہمارے سر خمیدہ ہونے چاہئیں۔ اس حقیقت کو سمجھ لینے اور تلافی مافات کرنے کے بعد نفرتوں کے سائے گم ہوتے نظر آئیں گے۔ تینوں اہل کتاب کی تمام تر توانائیاں ایک دوسرے پر ضائع ہونے کی بجائے کفر و الحاد کے قلعوں کو مسمار کرنے میں صرف ہوں گی۔ باطل سرنگوں ہوگا اور اس طرح اللہ کی یہ دھرتی امن و عافیت کا گہوارہ بن جائے گی۔ دنیا کے بیشتر خطوں سے جنگ و جدال، عداوتوں، خوف و ہراس اور دہشت گردی سے نجات ملے گی اور الفت و محبت، عزت و احترام اور امن و عافیت پر مبنی ایک نئی تہذیب وجود میں آئے گی جو قرآن حکیم کے بیان کردہ فارمولے پر مبنی ہوگی، ان شاء اللہ!

هٰذَا مَا عِنْدِي وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ وَهُوَ الْمُوَفِّقُ

[1] آل عمران 3:64.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصادر و مراجع (ایک نظر میں)

① کتب لغات (Dictionaries)

① تـاج الـلـغة و صـحـاح الـعـربية المسمى الصحاح لأبي نصر إسمٰعيل بن حماد الجوهري، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

② القاموس المحيط لمجد الدين فيروز آبادى، دارالجيل، بيروت .

③ لسان العرب لابن منظور الإفريقي، دارصادر، بيروت .

④ مفردات القرآن للعلامة الراغب اصفهاني، (اردو) .

② کتب تفاسیر و احادیث

① تفسير القرطبي، لأبي عبدالله محمد بن أحمد الأنصاري القرطبي .

② صـحـيـح البخاري، للإمام أبي عبدالله محمد بن إسماعيل البخاري، دارالسلام، الرياض.

③ صـحـيـح مسـلـم، لـلإمـام أبـي الـحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيرى، دارالسلام ، الرياض.

④ سنن أبي داود، للإمام أبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني، دارالسلام، الرياض.

⑤ سنن ابن ماجه، للإمام أبي عبدالله محمد بن يزيد ابن ماجه القزويني، دارالسلام، الرياض.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑥ جامع الترمذي للإمام الحافظ أبي عيسى محمد بن عيسى بن سورة بن موسى الترمذي، دارالسلام ، الرياض.

⑦ سنن النسائي، للإمام أحمد بن شعيب بن علي النسائي، دارالسلام، الرياض.

⑧ تفسير روح المعاني، للعلامة أبي الفضل شهاب الدين محمود الألوسي ، دارالفكر، بيروت.

⑨ أحكام القرآن للإمام أبي بكر أحمد بن علي الرازي الجصاص، دارالكتب العلمية، بيروت.

⑩ التفسير الكبير للإمام الفخر الرازي، دارإحياء التراث العربي، بيروت.

③ کتب سیرت (Seerah Literature)

① البداية والنهاية لابن كثير، دارالريان للتراث .

② السيرة النبوية لابن هشام، دار إحياء التراث الإسلامي.

③ خاتم النبيين للإمام محمد أبي زهره، دارالفكر العربي، بيروت .

④ زاد المعاد في هدي خير العباد للحافظ ابن قيم الجوزي مؤسسة الرسالة.

⑤ الإصابة في تمييز الصحابة للحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، دارالكتب العلمية، بيروت .

⑥ أسد الغابة في معرفة الصحابة لابن الأثير، دارالمعرفة، بيروت.

⑦ حیاتِ محمد ﷺ (اردو) از محمد حسین ہیکل، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور.

⑧ تجلیاتِ سیرت از ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، فضلی سنز، کراچی.

⑨ صبح الأعشىٰ للقلقشندي، طبع قاهره ،مصر.

⑩ نظرة جديدة في سيرت رسول الله ﷺ، از کونستانس جیورجیو (وزیر خارجہ رومانیہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مترجم: ڈاکٹر محمد التونجی، طبع قم، ایران.

⑪ سیرت النبی از شبلی نعمانی، دار الاشاعت، کراچی.

④ کتب تواریخ (Historiography)

① فتوح البلدان از علامة بلاذري، دار النشر قاهره.

2 "Historians' History of the World" Vol. VIII.

3 "History of the Arabs" by P. Hitti, Hong Kong, 1970.

4 "A History of Medieval Islam" by J.J. Saunders, London, 1965.

5 "History of Moorish Empire in Europe" by S.P.Scott, Philadelphia, 1904.

6 "The Moors in Spain" by Stanley Lane-Poole, T. Fisher Union Limited, London, 1920.

7 "Europe Since 1870 : An International History" by.James Joll, Penguin Books, Middlesex, 1990.

⑤ متفرقات

① شانِ رسالت میں گستاخی کی بحث کا تنقیدی جائزہ از ظفر علی قریشی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، سرگودھا.

② رسولِ اکرم ﷺ اور رواداری از ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، فضلی سنز، کراچی.

③ شانِ محمد ﷺ از عابد احمد، ادارہ ادب و ثقافت، لاہور، 1988ء.

④ خطباتِ بہاولپور از ڈاکٹر حمید اللہ، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد.

⑤ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، دار الاشاعت، کراچی.

⑥ اسلام کا نظامِ حکومت از حامد انصاری، مکتبہ عالیہ، لاہور.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑦ پیغمبر اعظم و آخر ﷺ از نصیر احمد ناصر، مکتبہ تعمیر انسانیت.
⑧ جنگ سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں از غلام غوث ہزاروی، مکی دارالکتب، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور.
⑨ سرورِ کونین ﷺ اغیار کی نظر میں از بشیر احمد شاہ روپڑی، کتاب مرکز، گوجرانوالہ.
⑩ محسن انسانیت از ظفر علی قریشی، دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد.
⑪ بدر الکبریٰ از ابو خلیل شوقی، دار المامون، مصر.
⑫ مسلمانوں کے تہذیبی کارنامے از نور احمد، فیروز سنز، کراچی.
⑬ مغربی تمدن کی ایک جھلک از سید مجتبیٰ موسوی، ترقی اردو بیورو، دہلی.
⑭ مشرقی یورپ میں مسلمانوں کا عروج و زوال از فیض احمد شہابی، ادارہ معارف اسلامی، لاہور.
⑮ رحمۃ للعالمین از قاضی محمد سلیمان منصور پوری، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور.
⑯ اسلام کا نظریہ جنگ از ابو الکلام آزاد، بساطِ ادب، لاہور.
⑰ رسولِ رحمت از ابو الکلام آزاد، شیخ غلام علی اینڈ سنز.
⑱ تاریخ کا سبق از وِل ڈیوراں (ترجمہ: محمد بن علی باوہاب) یونائٹڈ بک کارپوریشن، کراچی.
⑲ اسلام اور امنِ عالم از بدر القادری، فرید بک سٹال، لاہور.
⑳ أحكام الذميين في الإسلام از عبد الكريم زيدان، بغداد.
㉑ سُبُل الهدٰى والرشاد از امام محمد بن يوسف الصالحي الشامي، دار الكتب العلمية، بيروت.
㉒ الوثائق السياسية في العهد النبوي از ڈاکٹر محمد حميد الله، مطبعة اللجنة التأليف و الترجمة، القاهرة.
㉓ الحرب والسلام في الإسلام از ڈاکٹر مجید خدوری آف واشنگٹن یونیورسٹی (اردو ترجمہ بعنوان: ''اسلام اور قانونِ جنگ و صلح'' مترجم: غلام رسول مہر) مکتبہ معین الادب، لاہور.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

㉔ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ از چودھری غلام رسول، علمی کتب خانہ، لاہور.

㉕ بائبل (عہد نامہ قدیم و جدید).

㉖ رسول عربی ﷺ از جی سنگھ دارا، سیرت اکیڈمی، لاہور.

㉗ عرب کا چاند از سوامی لکشمن پرشاد، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور.

㉘ سوانح عمری حضرت محمد ﷺ بانیِ اسلام از شردھے پرکاش دیو جی، نولکشور پرنٹنگ ورکس، لاہور.

⑥ مقالہ جات، اخبارات، جرائد و رسائل

① رسولِ رحمت ﷺ (مجموعہ مقالاتِ سیرت) از ابوالکلام آزاد، مرتب: غلام رسول مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز.

② مقالاتِ شبلی از شبلی نعمانی، مطبع معارف اعظم گڑھ، انڈیا.

③ روزنامہ ''ڈان'' کراچی 3 مارچ 1997ء.

④ روزنامہ ''جنگ'' کراچی، 13 مارچ 1992ء.

⑤ ہفت روزہ ''لائٹ'' لاہور، 16 ستمبر 1924ء.

⑥ ہفت روزہ ''اخبارِ جہاں'' کراچی، 25 ستمبر تا یکم اکتوبر 1995ء.

⑦ ہفت روزہ ''تکبیر'' 26 دسمبر 1996ء.

⑧ جریدہ ''الاشرف'' کراچی سیرت نمبر ربیع الثانی 1416ھ/1995ء.

⑨ ماہنامہ ''دعوۃ'' اسلام آباد، جنوری رفروری 1996ء.

⑩ ماہنامہ مجلّہ ''الدعوۃ'' کراچی، اگست 1996ء.

⑪ ماہنامہ ''فاران'' کراچی (سیرت نمبر) جنوری 1956ء.

12 Article 6 "ThePact of Najran"http\\. www.islamicresources.com\ pact of Najran htm.

13 Article "Islam. ....The Misunderstood Religion" by James A. Michener, appearing in the "Reader's Digest" (American Edn.) of

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

May, 1955.
14 "An Essay on Islam" by Venkata Ratnam, Madr aas, 1922.
15 Article "Glimpses of Muhammad"..Stanley Lane-Poole Published in the Journal "Islamic Literature" November, 1956.
16 Atricle "Bakunian Groundwork for the Social Revolution" Published in "The Alarm Newspaper" of Dec. 26, 1885.
17 Article "Muhammad the Prophet" by K.S. Rama Karishna Rao appearing in "Encyclopaedic Survey of Islamic Culture" at p. 262, Anmol Publications Pvt. Ltd. N.Delhi, 1998.

⑦ انگریزی کتب

1 "Holy War" by Karen Armstrong" .. MacMillan Limited, London, 1988.
2 "Man in Process" by M.F. Ashley Montague, New York Publishing Co.., 1961.
3 "Mohamed and Islam" by Sir William Muir.
4 "Introduction to Islamic Theology and Law" by Goldziher, Princeton University Press, 1981.
5 "Mohammadanism and the Islamic World" by D.S. Margoliouth, Deep Publishers, Delhi, 1988.
6 "Islamic Surveys" by W. Montgomery Watt, Ed enburgh University Press, 1972.
7 "Muhammad at Mecca" by Montgomery Watt, Oxford, 1953.
8 "Christianity & Islam" by C.H. Becker, London, 1909 .
9 "The Preaching of Islam " by T.W. Arnold, London, 1913 .
10 "The Messenger" by R.V.C. Bodley, London, 1954.
11 "The Life and Times of Muhammad" by John Bagot Glubb, p. 201, Publisher : Stein and Day, N. York, 1970 .
12 "Muhammad .. A Biography of the Prophet" by Karen Armstrong, 1st. US edition, Harper San Francisco, 1992 .
13 "The Bible, the Qur'an and Science" by Dr. Maurice Bucaille,

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Progressive Books, Urdu Bazar, Lahore.

14 "Islam" by A.S. Tritton, London, 1951.

15 "The Gospel of Islam" by Duncan Greenless, Adyar, 1948.

16 "The Decline and Fall of the Roman Empire" by Edward Gibbon, Vol. IV, Publishers : Frederick Warne and Co.

17 "The Prospects of Islam" by Lawrence E. Browne, London, 1944.

18 "The Spirit of Islam" by S. Ameer Ali, Karachi, 1979.

19 "The Saracens" by Arthur Gilman , London, 1887.

20 "Muhammad .. A Western Attempt to understanding Islam" .. by Karen Armstrong, London, 1992.

21 "Muhammad the Man and His Faith" by Tor Andrae , New York, 1960.

22 "The Prophet's Concept of War" by Brig. Gulzar Ahmed (Rtd.), Islamic Book Foundation, Lahore, Oct. 1986.

23 "The Quranic Concept of War" by Brig. S.K. Malik, National Book Foundation, Lahore, 1979.

24 "The Speeches and Table Talks of the Prophet Mhhammad" by Stanley Lane-Poole , London, 1886.

25 "Islam Denounces Terrorism" Harun Yahya, Arastirma Publishing Istanbul,Turkey, Sept. 2002.

26 "The Moors in Spain" by Stanley Lane-Poole, Publishers : T. Fisher Union, Ltd. London, 1920.

⑧ ENCYCLOPEADIAS

1 Hutchinson's 20th Century Encyclopaedia, USA, 1993.

2 "Muhammad .. Encyclopaedia of Seerah" Vol. I, Editor : Afzalur Rahman, Publisher : The Muslim Schools Trust London.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3

پیغمبرِ امن ﷺ

مقالہ نگار

پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ عبد القادر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امن کے معنی ومفہوم

لغوی معنی

اَلْأَمْنُ ضِدُّ الْخَوْفِ

''امن، خوف کی ضد ہے۔''①

صاحب منجد ''امن'' کا معنی یوں بیان کرتے ہیں:

أَمِنَ: أَمْنًا وَأَمْنًا وَأَمَانًا وَأَمْنَةً: اطْمَأَنَّ فَهُوَ اٰمِنٌ

''امن کا مطلب ہے، مطمئن ہونا، بے خوف ہونا۔''②

امن جس کا مادہ ا م ن ہے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کے بہت سے معانی ہیں۔ لفظ امن اطمینان کے علاوہ سلام اور سلامتی کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ صاحب المعجم الوسیط لکھتے ہیں:

أَمِنَ: اطْمَأَنَّ وَلَمْ يَخَفْ أَمِنَ الْبَلَدُ. اطْمَأَنَّ فِيهِ أَهْلُهُ

''امن کا مطلب ہے، مطمئن اور بے خوف ہونا اور ''أَمِنَ الْبَلَدُ'' کا مطلب ہے، ملک میں امن وامان ہونا۔''③

اردو لغات میں بھی امن کا مفہوم وہی ہے جو عربی لغات میں ہے۔ صاحب فیروز اللغات لکھتے ہیں:

① لسان العرب: 21/13. ② المنجد، ص: 188. ③ المعجم الوسیط: 27/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''امن میں چین، اطمینان، سکون، آرام کے علاوہ صلح و آشتی اور پناہ کے معنی بھی پائے جاتے ہیں۔''①

امام راغب اصفہانی امن کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں:

''اصل میں امن کے معنی نفس کے مطمئن ہونے اور خوف نہ رہنے کے ہیں۔ امن، امانت اور امان، یہ سب اصل میں مصدر ہیں اور امان کے معنی کبھی حالت امن کے آتے ہیں اور کبھی اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائے۔''②

انگریزی میں امن کے لیے لفظ "Peace" استعمال ہوتا ہے۔③

Peace کے لغوی معنی کیا ہیں؟

انگریزی لغات سے مندرجہ ذیل معانی سامنے آتے ہیں:

Freedom from war and hostilities a state or relation of concord and amity in international law. That condition of a nation not at war with another.

''جنگ اور جنگی کارروائیوں سے آزادی، بین الاقوامی تعلقات میں اتحاد اور ددوستانہ روابط۔ کسی قوم کی وہ حالت جس میں وہ کسی دوسری قوم سے حالتِ جنگ میں نہ ہو۔''④

Freedom from cessation of war

''عارضی جنگ بندیوں سے آزادی کا نام امن ہے۔''⑤

اوکسفرڈ ڈکشنری میں امن کی تعریف یوں کی گئی ہے

Peace (1) A state of tranquillity or quiet freedom from civil disturbance or war.

① فیروز اللغات، ص: 122۔ ② مفردات القرآن، ص: 67۔ ③ المورد، ص: 666۔

④ Encyclopedia of Britinnica Vol, 17, 412. ⑤ Oxford Dictionary, P.811.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(2) Freedom from fears, agitating passions, moral war and hostilities, a state or relation of concord and amity.

① ''امن وسکون کی حالت۔ جنگ یا بے جا دخل اندازی سے نجات۔
② خوف، شدید بے چینی کی کیفیت، اخلاقی جنگ اور جنگی کارروائیوں سے نجات، باہمی اتحاد اور دوستی کی فضا۔''[1]

مختلف ڈکشنریوں اور انسائیکلوپیڈیاز کی روشنی میں ''امن'' کا مفہوم یوں متعین کیا جا سکتا ہے:

''آسودگی قلب، داخلی اطمینان وسکون، ہیجانی کیفیت سے نجات، معاشرتی اعتبار سے باہمی تعاون واشتراک، سازگاری کی عمومی فضا، حقوق وفرائض کی متوازن ادائیگی اور معاشرتی حسن وخوبی اس کے مفہوم میں شامل ہیں۔''

یوں امنِ عالم (جس کا تصور اسلام نے دیا ہے) صرف جنگ وقتال کی عدم موجودگی ہی کا نام نہیں رہ جاتا بلکہ یہ انسان کی انفرادی، معاشرتی، مذہبی، اخلاقی اور بین الاقوامی زندگی میں اطمینان اور بے خوفی کے وسیع مفہوم سمیٹے ہوئے ہے اور اس مثالی کیفیت کا نام ہے جہاں زندگی کے تمام شعبے شاہراہ ترقی پر اندیشۂ رہزنی کے بغیر سفر کرتے رہیں۔[2]

مختلف ادیان میں تصورِ امن

مختلف اقوام میں امن کا تصور بھی مختلف رہا۔ ہر مذہب کے پیروکاروں نے اپنے انداز سے امن کا تصور پیش کیا جس کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

قدیم یونان (Ancient Greece)

In Ancient greece the word for peace "cireient" meant

① Encyclopedia of Religion VII,22.

② امن عالم اور اسلام (مقالہ ایم اے اسلامیات)، لائبریری 1992/32ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

privitily the opposite of war.

’’قدیم یونانیوں کے نزدیک امن کے معانی جنگ کی مخالفت ہیں۔‘‘ (1)

گویا کہ قدیم یونان کے ہاں امن کا اصل مفہوم یہ ہوا کہ جنگ وقتال سے باز رہا جائے، یعنی امن کا محدود مفہوم لیا گیا ہے۔

یہودیت (Jewish)

In ancient Hebrew thought, peace (shalom) was not only the absence of war but well-being if not prosperity. A famous passage which appears twice in Bible describes all nations going to Jerusalem to learn the divine laws, beating their swords into plowshores and their spears into pruning hooks, abandoning their swords, and learning war no more. "Micah" adds that every man would sit under his vine and fig tree, and ideal picture of a small land holders in a tiny state between rival superpowers.

In expectation of a better future the ideal "Savadie King" is called prince of peace and his government is described as having boundless dominion and peace.

To the Israelities peace was social concept. It was visible and produced a harmonious relationship in the family in local society and between nations.

’’قدیم عبرانیوں کے نزدیک امن کا مطلب صرف جنگ کا خاتمہ نہیں تھا بلکہ خوشحالی نہیں تو کم از کم فلاح و بہبود ضرور تھا۔ ایک مشہور عبارت جو کہ بائبل میں دو مرتبہ آئی ہے اس میں ہے کہ تمام قومیں شریعت سیکھنے کے لیے یروشلم جارہی تھیں۔

(1) The Encyclopedia of Religion V II, 22.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے اپنی تلواروں سے ہل بنا لیے اور اپنے نیزوں سے کلہاڑیاں بنا لیں اور جنگی فنون سیکھنا چھوڑ دیا۔ میکاہ نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ہر شخص اپنے انجیر اور انگور کی بیلوں کے نیچے امن وسکون سے بیٹھتا تھا اور چھوٹے کسان بڑے جاگیرداروں کے ساتھ امن وسکون سے رہنے لگے۔

بہتر مستقبل کے حصول کے لیے جدوجہد کی وجہ سے صیودی بادشاہ کو امن کا شہزادہ کہا جاتا ہے اور اس کی حکومت لامحدود اور پرامن تھی۔ اسرائیلیوں کے نزدیک امن ایک معاشرتی تصور تھا جو کہ نظر آتا تھا۔ اس سے خاندانوں اور قوموں کے درمیان وسیع تعلقات قائم ہوئے۔''①

گویا قدیم عبرانیوں کے ہاں امن کا مفہوم صرف جنگ کی عدم موجودگی ہی نہیں بلکہ خوشحالی نہیں تو کم از کم آسودگی ضرور تھا، تاہم جنگ کی عدم موجودگی بھی اس میں اہمیت رکھتی ہے۔ بائبل کی عبارت کے مطابق ''قومیں جب خدائی قانون سیکھنے کے لیے یروشلم جارہی تھیں تو انھوں نے تلواروں سے ہل اور نیزوں سے کلہاڑیاں وغیرہ بنا لیں اور یوں آلاتِ حرب اور جنگ کا سیکھنا اور سکھانا سب چھوڑ دیا۔

عیسائیت (Christianity)

In the history of the Church, peace has been on the one hand as calm for the soul and on the other hand as social and political reconciliation and the establishment of a just order. This had led to doctrines of a just war ... But more general statement speaks of individual and communal well being.

① The Encyclopedia of Religion V II, 221.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کلیسا کی تاریخ میں امن ایک طرف روحانی سکون کا نام تھا جبکہ دوسری طرف معاشرتی، سیاسی ہم آہنگی اور عدل کے قیام کا بھی ذریعہ تھا۔ اسی سے انصاف کی جنگ کا تصور نکلا۔ امن کا عام مفہوم انفرادی اور اجتماعی بھلائی کا بھی ہے۔''①

ہندومت (Hinduism)

Indian views of peace are both personal and social, positive and negative. The peace invoked in the Sanskarit text is one of tranquity, quiet and calmness of mind, absence of passion, aversion of pain and indifference to the objects of pleasure and pain........

''ہندوؤں کے تصورات امن انفرادی بھی ہیں اور اجتماعی بھی، مثبت بھی اور منفی بھی، سنسکرت میں موجود تصور امن میں اطمینان، خاموشی، ذہنی سکون، جذبات کی عدم موجودگی، اور درد اور تکلیف کا احساس نہ ہونا شامل ہیں۔''②

بھگوت گیتا میں پیش کیے جانے والے تصور امن کے مطابق انجام سے بے نیاز ہو کر فرائض کی ادائیگی سے روحانی امن حاصل ہوتا ہے۔ اس کا اصطلاحی نام ''نروان'' ہے۔

جین ازم (Jainism)

The Jainism in India have been noted for their advocacy nonviolence of not killing (alninsa), and some of their temples today bear the inscription.

"Nonviolence is the highest religion. They teach that Nirvana is an indescribable and passionless state

① The Encyclopedia of religion: V.17, 222.

② The Encyclopedia of religion: V.11,223.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”انڈیا میں جین مت عدم تشدد کا پرچار کرنے کی وجہ سے قابلِ ذکر ہے، ان کے کچھ مندروں پر آج بھی یہ عبارت درج ہے: عدم تشدد سب سے اعلیٰ مذہب ہے۔ ان کی تعلیمات کے مطابق نروان ایک ناقابلِ بیان اور جذبات سے ماوراء کیفیت کا نام ہے۔“[1]

ان کے بقول نروان ایک ناقابل بیان اور جذبات سے ماورا کیفیت کا نام ہے جو بہت زیادہ تپسیا کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

بدھ مت (Buddhism)

The Buddhists, cotemporary with the jains have also taught Nirvana and have done so in negative terms.In Buddhist compendium of teachingThe "Nirvana" is lofty and exalted, inaccessible to the passions and unshakeable, bringing joy and shedding light.

”جین مت والوں کی طرح بدھ مت نے بھی نروان کی تعلیم دی ہے لیکن ان کے برعکس بدھ مت کی تعلیمات کے مطابق نروان ایک بہت ہی بلند و بالا، اعلیٰ اور غیر متزلزل کیفیت کا نام ہے جو خوشیاں اور روشنی بکھیرتی ہے۔“[2]

نروان کا تصور یہ ہے کہ اس سے خوشیاں اور روشنیاں بکھر جاتی ہیں۔

انھوں نے حصولِ نجات (نروان) کے لیے درمیانی راستہ اختیار کیا جس کے ذریعے راہی دونوں انتہاؤں سے بچتا ہے۔ تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر ایک گناہ سے بچو، ہر ایک خوبی (امن وسلامتی) کو حاصل کرلو، قلب ونظر کا تزکیہ کرلو......[3]

---

① The Encyclopedia of religion: V.11,223.

② The Encyclopedia of religion: V.11,223.

③ مذاہب عالم از احمد عبداللہ سدوسی، ص: 209,208.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا تصورِ امن ''انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن'' کے مطابق دیگر تمام مذاہب سے مختلف ہے بلکہ جامع ومفصل ہے۔①

ان تصورات امن کے اعتبار سے سامی اور غیر سامی ادیان نمایاں طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ غیر سامی ادیان میں امن کا تصور محدود اور صرف انسان کی ذات اور اس کے داخلی امن وسکون اور عقیدے جس کو انھوں نے دکھوں اور تکلیفوں سے نجات سمجھا، اسی مفہوم تک محدود ہے۔ اس کے برعکس سامی ادیان میں امن کا مفہوم زیادہ وسیع و جامع نظر آتا ہے۔ ان کے ہاں امن کے داخلی پہلو کے ساتھ ساتھ اس کے سماجی اور سیاسی تصورات بھی بہت نمایاں ہیں۔

ان سامی ادیان میں بھی اسلام کا تصورِ امن وسلامتی بہت زیادہ ممتاز ہے۔ اس میں جتنا توازن اور ہم آہنگی ہے اور جس طرح یہ زندگی کے ہر شعبے کو امن وسلامتی سے معمور کرتا ہے، اس کی مثال باقی دونوں سامی ادیان (یہودیت وعیسائیت) میں بھی نہیں ملتی۔ اسلام کے تصورِ امن وسلامتی کے متعلق تفصیلات آگے آرہی ہیں۔

بعثت سے قبل دنیا کے حالات

امن وسلامتی کے پیغام کو عام کرنا نبیِ کریم حضرت محمد ﷺ کے بنیادی مشن میں شامل تھا۔ آپ ﷺ نے یہ پیغام عام کر دیا کہ (أَسْلِمْ تَسْلَمْ)، یعنی اسلام قبول کر لو، امن و سلامتی کی زندگی بسر کرو گے۔②

بعثت نبوی ﷺ کے وقت عالم کا جو حال تھا، وہ اس قرآنی آیت کا بعینہ مصداق تھا:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي

① تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: Encyclopedia of Raligion:Vol.II,221,222

② صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، حديث: 7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝﴾

”خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو گیا جو لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی کا نتیجہ ہے تاکہ اللہ انھیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے جو انھوں نے کیے تاکہ وہ (ہدایت کی طرف) رجوع کریں۔“[1]

یعنی لوگ دینِ فطرت پر قائم نہ رہے کہ کفر وظلمت دنیا میں پھیل گیا اور اس کی شامت سے ملکوں اور جزیروں میں خرابی پھیل گئی۔ نہ خشکی میں امن وسکون رہا اور نہ تری میں، روئے زمین کو فتنہ وفساد نے گھیر لیا۔ بحری لڑائیوں اور جہازوں کی لوٹ مار سے سمندروں میں بھی طوفان بپا ہو گیا۔ یہ سب اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ بندوں کی بداعمالیوں کا تھوڑا سا مزا دنیا میں چکھا دیا جائے۔ پوری سزا آخرت میں ملے گی مگر کچھ نمونہ یہاں بھی دکھلائیں، ممکن ہے کہ بعض لوگ ڈر کر راہ راست پر آ جائیں۔ بندوں کی بدکاریاں، خشکی اور تری میں خرابی پھیلنا گو ہمیشہ ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا لیکن جس خوفناک عموم وشمول کے ساتھ بعثت نبوی ﷺ سے پہلے یہ تاریک گھٹا مشرق ومغرب میں برّ وبحر پر چھا گئی تھی دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یورپ کے محققین نے اس زمانے کی تاریک حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ غیر مسلم مؤرخ بھی اس مشہور ومعروف صداقت پر کوئی حرف گیری نہ کر سکے۔[2]

چھٹی صدی عیسوی کی معلوم دنیا کے بارے میں جو قرآن نے حکم لگایا، تاریخ اس کی مصدق ہے، مثلاً: ایران میں مانی نے عیسائیت اور مجوسیت کے امتزاج سے ایک ایسے فلسفۂ زندگی کو رواج دینے کی کوشش کی جس میں امتناع نسل اور تہذیب گریز رویہ اختیار

[1] الروم 41:30.

[2] فرید وجدی، دائرۃ المعارف، مادہ محمد.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کو ترجیح دی گئی تھی۔ مزدک نے عورت کے لیے ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کے رشتوں کا امتیاز ختم کر کے معاشرتی انارکی کو رواج دیا۔ ایران اور روم کے سیاسی جھگڑوں کی زد میں عراق، ایران، مصر اور شام کے بے گناہ عوام حرف غلط کی طرح مٹائے جا رہے تھے۔ مشرقی روم، ایران کے حملوں کی پے در پے یلغار سے تہس نہس ہوتا رہا اور مغربی روم پہ جرمن وحشی ٹوٹتے رہے۔ مذہبی ابتری اس پر مستزاد تھی۔ [1]

حضرت عیسی علیہ السلام کی بشریت کو الوہیت میں ڈھالا جا چکا تھا۔ عیسائیوں کے مختلف فرقے آپس میں دست و گریباں تھے۔ مذہبی رہنمائی بدکار پادریوں کے ہاتھوں میں آ چکی تھی جس سے بے چارے عوام کا ذہنی اور باطنی سکون بھی درہم برہم ہو چکا تھا۔ یہ جملہ جارج سیل کا ہے کہ

''اس زمانے میں گرجے کے پادریوں نے مذہب کو پارہ پارہ کر رکھا تھا اور امن، محبت اور نیکی مفقود ہو چکی تھی۔ انصاف اعلانیہ فروخت کیا جاتا تھا اور ہر طرح کی بدعنوانی ہوتی تھی۔'' [2]

بالائے عرب، ایران اور رومی علاقوں میں اس ناگفتہ بہ بے سکونی کے علاوہ ہمسایہ ملک مصر بیک وقت ایرانیوں اور یونانیوں کی دست برد کا شکار تھا اور مصری عوام حملہ آور اقوام کے نزدیک چوپایوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ بت پرستی کی کثرت نے شرف انسانی کو مجروح کر رکھا تھا۔ [3]

دور پرے برصغیر میں اس زمانے کی تاریخ ایک نازک دور سے گزر رہی تھی۔ اری وت نے اپنی مشہور کتاب ''ہندوستانِ قدیم'' میں تسلیم کیا ہے کہ اس عہد میں تین کروڑ دیوتا

① تاریخ اسلام از معین الدین ندوی، ص: 32، و السیرۃ النبویۃ از ابو الحسن ندوی، ص: 17 - 20۔
② ڈراپر (Droper) الصراع بین الدین والعلم، ص: 41,40۔ ③ تاریخ الطبری: 178/2، وتاریخ ایران، ص: 90، طبع 1998۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوجے جا رہے تھے اور بداخلاق پروہتوں کے ہاتھوں عوام کا ذہنی سکون برباد ہو چکا تھا۔ چھوت چھات اپنے عروج پر تھی۔ شاہراہوں پر آوارہ گرد اور جرائم پیشہ گروہ موجود رہتے تھے۔ جنسی بدامنی کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ ایک عورت بیک وقت کئی مردوں کی بیوی شمار ہوتی تھی۔[1]

چین میں ہن خاندان کے خاتمے کے بعد بیک وقت تین خاندانوں میں خانہ جنگی برپا تھی۔ بیچ میں سوئی خاندان نے چین کو کسی قدر سنبھالا بھی دیا اور امن قائم کرنے کی کوشش بھی کی، مگر پھر ٹائی منگ خاندان کے ہاتھوں صورت حال ابتر ہوگئی۔ ساتھ ساتھ کنفیوشس کی تعلیمات میں بگاڑ نے رسوم کو اتنا پھیلایا کہ معاشرہ ذہنی عذاب میں مبتلا ہو کر رہ گیا۔

خود جزیرہ نمائے عرب جہاں نبی کریم ﷺ کے اجداد مکہ کی آبادی میں دو ہزار سالوں سے زیادہ عرصے سے نسل درنسل سرداری کر رہے تھے اور آس پاس کی عرب آبادیاں جو شام اور عراق سے یمن تک کہیں کہیں موجود تھیں، ہر جگہ انسان ذات کے اندر اور باہر کے سکون کو کھو چکا تھا۔ سود، جوئے اور شراب کی غارت گری نے پوری عرب آبادی کو گھن کی طرح چاٹ لیا تھا۔ چوری، چکاری اور جنگ و جدل کے بازار ہر طرف ہر وقت گرم رہتے تھے۔ پورے خطے کے سیاسی، معاشرتی اور معاشی حالات دگرگوں تھے۔ قبائل کی نہ ختم ہونے والی جنگوں نے پورے عرب میں امن وسکون تباہ کر رکھا تھا۔[2]

اس منظر کو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے سامنے یوں پیش کیا:

«أَيُّهَا الْمَلِكُ كُنَّا قَوْمًا أَهْلَ جَاهِلِيَّةٍ، نَعْبُدُ الْأَصْنَامَ،

[1] منودھرم شاستر (ہندی قانون کی کتاب) ابواب 8،2،1 تا 11۔

[2] السيرة النبوية، للندوي، ص: 32، وتاريخ الفلسفه از پروفیسر شیلی Thilly۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَنَأْكُلُ الْمَيْتَةَ، وَنَأْتِي الْفَوَاحِشَ، وَنَقْطَعُ الْأَرْحَامَ وَنُسِيءُ الْجِوَارَ يَأْكُلُ الْقَوِيُّ مِنَّا الضَّعِيفَ، فَكُنَّا عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى بَعَثَ اللهُ إِلَيْنَا رَسُولًا مِّنَّا نَعْرِفُ نَسَبَهُ وَصِدْقَهُ وَأَمَانَتَهُ وَعَفَافَهُ، فَدَعَانَا إِلَى اللهِ لِنُوَحِّدَهُ وَنَعْبُدَهُ، وَنَخْلَعَ مَا كُنَّا نَعْبُدُ نَحْنُ وَآبَاؤُنَا مِنْ دُونِهِ مِنَ الْحِجَارَةِ وَالْأَوْثَانِ، وَأَمَرَنَا بِصِدْقِ الْحَدِيثِ، وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ، وَصِلَةِ الرَّحِمِ وَحُسْنِ الْجِوَارِ وَالْكَفِّ عَنِ الْمَحَارِمِ وَالدِّمَاءِ، وَنَهَانَا عَنِ الْفَوَاحِشِ وَقَوْلِ الزُّورِ وَأَكْلِ مَالِ الْيَتِيمِ وَقَذْفِ الْمُحْصَنَاتِ وَأَمَرَنَا أَنْ نَّعْبُدَ اللهَ وَحْدَهُ لَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَأَمَرَنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّيَامِ، قَالَ: فَعَدَّدَ عَلَيْهِ أُمُورَ الْإِسْلَامِ فَصَدَّقْنَاهُ وَآمَنَّا بِهِ»

”اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، رشتے ناتے کو توڑتے تھے، ہمسایوں کو ستاتے تھے، قوی کمزوروں کو کھا جایا کرتے تھے۔ اسی اثنا میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جس کے نسب، شرافت، سچائی اور دیانت سے ہم لوگ پہلے سے آگاہ تھے۔ اس نے ہمیں اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھایا کہ ہم پتھروں اور بتوں کو پوجنا چھوڑ دیں، سچ بولیں، خون ریزی سے باز آ جائیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں، ہمسائیوں کو آرام دیں، پاک دامن عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں اور صدقہ دیں۔ ہم اس پر ایمان لائے، شرک اور بت پرستی چھوڑ دی اور تمام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برے اعمال سے باز آئے۔‘‘[1]

عربوں میں تو کوئی الہامی ہدایت پہلے سے موجود نہ تھی مگر حیرت اس بات پر ہے کہ اس دور کی مذہبی کتب کی تعلیمات بھی قیامِ امن کی بجائے غارت گری اور فتنہ وفساد پر اکسانے کی تعلیم دیتی تھیں۔ ہندوؤں کی مذہبی کتاب ’’سام وید‘‘ میں درج اس ہدایت پر پورا پورا عمل کیا جاتا رہا کہ

’’اے ویدک دھرمی راجاؤ اور دوسرو ویدک دھرمیو! تم شیر جیسے بن کر رعیّتوں کو کھاؤ اور چیتے جیسے بن کر اپنے دشمنوں کو باندھ کر جکڑ لو، پھر اس کے بعد اپنی مخالفت کرنے والوں کے سامنے سے ان کے کھانے تک کو اٹھا لو۔‘‘[2]

یہودیوں کی مقدس کتاب تورات کے باب استثنا میں زیرِ نگیں آ جانے والی قوموں کے بارے میں لکھا ہے:

’’جب خداوند تیرا خدا انھیں تیرے حوالے کرے تو تو انھیں ماریو، محروم کیجیو اور نہ ان سے کوئی عہد کیجیو اور نہ ان پر رحم کیجیو۔‘‘

انجیل میں لکھا ہے:

’’اگر کوئی تیرے دائیں گال پر تھپڑ مارے تو تُو اپنا بایاں گال بھی اس کے سامنے کر دے۔‘‘

متی کی انجیل میں یہ بھی درج ہے:

’’یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا ہوں۔ صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔‘‘

یہ بھی متی کی انجیل میں لکھا ہے:

---

① مسند أحمد: 291/5، و تهذيب سيرة ابن هشام، ص: 70.

② سیرت نبوی کے منہاج، ص:40.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جس کے پاس تلوار نہیں، وہ اپنے کپڑے بیچ کر تلوار خریدے۔''①

اگر ہم پیغمبرِ امن ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر بغور نظر ڈالیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یوں تو نبیِ مکرم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کے بہت سے گوشے ہیں مگر آپ کی زندگی کا اہم گوشہ بحیثیت ''داعیِ امن واخوت'' ہے کیونکہ آپ کے اخلاقِ کریمانہ نے تائیدِ غیبی کے ساتھ لوگوں کو محبت واخوت کی لڑی میں پرو دیا۔ جو معاشرہ انتشار وافتراق کا شکار تھا، اس کو توحیدِ الٰہی کے رشتے میں ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح منسلک کر دیا کہ جس کی مثال مواخات ''بھائی چارے'' کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

سرورِ عالم ﷺ نے عقیدے، نظریے اور مقصد کی صحیح معنوں میں ایک نئی برادری پیدا کر دکھائی اور ایک ایک انصاری کے ساتھ ایک ایک مہاجر کا برادرانہ رشتہ قائم کر دیا۔ انصار کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے مال، مساکن، باغات اور کھیت آدھے آدھے بانٹ کر رفقائے اسلام کو دے رہے تھے بلکہ بعض تو یہاں تک تیار ہو گئے کہ دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے کر اپنے دینی بھائی کے نکاح میں دے دیں، دوسری طرف مہاجرین کی خودداری کا عالم یہ تھا کہ وہ کہتے تھے ''دُلَّنِي عَلَى السُّوقِ'' کہ ہمیں بازار (یا کھیت) کا راستہ دکھا دو، ہم مزدوری یا تجارت کر کے پیٹ پالیں گے۔②

سیرتِ پاک ﷺ قبل بعثت

اگر پیغمبر امن ﷺ کی شخصیت کا تجزیہ قبل بعثت کیا جائے تو اس حیثیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آپ ﷺ بعثت سے قبل بھی عرب کے جاہلانہ معاشرے میں امن و اخوت کے داعی تھے۔ اس کی واضح مثال قریش میں آپ کے حکم ''ثالث'' مقرر ہونے

① سیرت نبوی کے منہاج، ص:41.

② صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب كيف آخى النبي ﷺ بين أصحابه؟ حديث: 3937.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دی جا سکتی ہے جب خانہ کعبہ میں از سرِ نو تنصیب حجرِ اسود کے معاملے میں عربوں میں شدید اختلاف رونما ہوا تو آپ ﷺ نے حسنِ تدبیر اور ذہنی بصیرت کی بنا پر چادر میں حجرِ اسود کو اپنے دستِ مبارک سے رکھ کر ہر قبیلے کے سردار سے کہا کہ چادر کے کونے کو پکڑ لو، چنانچہ تمام سردارانِ قریش نے مل کر اس چادر کے کنارے چاروں طرف سے پکڑ کر پتھر کو اٹھایا۔ جب پتھر اس مقام پر پہنچا جہاں اس کو نصب کرنا تھا تو آپ ﷺ نے چادر سے اٹھا کر اس کی جگہ نصب کر دیا تا کہ کسی کو کوئی شکایت نہ رہے۔[1]

قبل از بعثت آپ ﷺ ہی کی کوششوں سے تاریک معاشرے میں امن وامان کا دور دورہ ہوا۔ آپ ہی کی کوششوں سے اکثر قبیلوں کے سردار ایک انجمن بنانے پر رضا مند ہوئے جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ کمزور کو ظالم کی دسترس سے محفوظ رکھا جائے۔ اس پُر امن معاشرتی انجمن میں بنو ہاشم، بنو عبد المطلب، بنو اسد، بنو زہرہ اور بنو تمیم شامل تھے۔ معاہدہ (حلف الفضول) کی اہم شقیں یہ تھیں کہ ملک سے بدامنی دور کریں گے، مسافروں کی حفاظت کریں گے، غریبوں کی امداد کریں گے اور زبردستوں کو ظلم کرنے سے روکیں گے۔

نبی کریم ﷺ اس معاہدے ''حلف الفضول'' میں شریک تھے اور اس کو اس قدر پسند فرمایا کہ زمانۂ اسلام میں آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اس معاہدے کے بدلے مجھے سرخ اونٹ بھی دیے جاتے تو میں نہ لیتا اور آج بھی اس قسم کا کوئی معاہدہ ہو تو میں شرکت کے لیے تیار ہوں۔[2]

آج کے جدید دور میں اگر اس انجمن کے حوالے سے گفتگو کی جائے اور آپ ﷺ کے کردار کو بحیثیت داعیِ امن واخوت دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جدید ریاستوں کی قائم کردہ ماضی کی انجمنِ اقوام (League of Nations) یا حال کی قائم

① تهذيب سيرة ابن هشام، ص: 46، و فقة السيرة للغزالي، ص: 63,62.

② مختصر سيرة الرسول، ص: 47، والطبقات الكبرىٰ لابن سعد: 382/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردہ اقوامِ متحدہ (United Nations) کے منشور کی اکثر دفعات نبی ﷺ کی قائم کردہ انجمن سے مستعار لی گئی ہیں۔ باب اول میں اقوام متحدہ کا مقصد بین الاقوامی امن اور تحفظ فراہم کرنا ہے اور اجتماعی طور پر اس بات کی کوشش کرنا ہے کہ ہر اس عمل کو دور کیا جائے جس سے امن (Peace) کو نقصان پہنچ سکتا ہو۔ اقوامِ عالم کے درمیان دوستانہ ماحول پیدا کرنا تاکہ لوگ مساوی طور پر حقوق حاصل کر کے بین الاقوامی امن حاصل کر سکیں۔

رسولِ رحمت وامن ﷺ

نبیِ اکرم ﷺ نے آفاقی احکام کے ذریعے سے عامۃ الناس کی رہنمائی کی اور لوگوں کو جنگ وجدل کی کیفیت سے نکال کر امن وسلامتی کی دعوت دی۔ قرآن کریم آپ کی یہ خصوصیت ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾

''اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو رحمت بنا کر سب جہانوں کے لیے۔''[1]

قیامِ امن وصلح آشتی کے لیے رہنمائے قوم پر انتہائی اہم ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اس لیے بین الاقوامی تعلقات میں امن کا انحصار قومی رہنماؤں پر ہوتا ہے۔ آج کے دور میں گروہی اور علاقائی سیاست نے ممالک کو مختلف نظریات کے تحت تقسیم کر دیا ہے اور انھی نظریات کی بنا پر لوگوں میں اتحاد یا انتشار کی کیفیات پائی جاتی ہیں۔ اگر چودہ سو سال قبل قائم کردہ پہلی اسلامی ریاست کا جائزہ لیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی دینی وسیاسی بصیرت کی بنا پر نہ صرف ایک آفاقی ریاست قائم کی بلکہ اس میں رہنے والے افراد کو امن وآشتی کی وہ دعوت دی کہ مہاجرین وانصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنا کر ''مواخات'' کا ایک نیا درس دیا جس کی تفصیلات گزشتہ صفحات پر

[1] الأنبياء 107:21.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ملاحظہ کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾

''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو۔''①

یعنی سب مل کر قرآن کو مضبوط تھامے رہو جو اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ یہ رسی ٹوٹ تو نہیں سکتی ہاں چھوٹ سکتی ہے۔ اگر سب مل کر اس کو پوری قوت کے ساتھ پکڑے رہو گے تو کوئی شیطان شرانگیزی میں کامیاب نہ ہو سکے گا اور انفرادی زندگی کی طرح مسلم قوم کی اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابلِ اختلال ہو جائے گی۔ قرآن مجید سے تمسک کرنا ہی وہ چیز ہے جس سے بکھری ہوئی قوتیں جمع ہوتی ہیں اور ایک مردہ قوم حیات تازہ حاصل کرتی ہے۔②

صاحبِ تیسیر القرآن اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○﴾

''اور آپ کو جو ہم نے بھیجا تو رحمت بنا کر سب جہانوں کے لیے۔''③

کی تفسیر یوں کرتے ہیں: ''آپ ﷺ کی ذات بابرکات اور آپ کی بعثت دراصل پوری نوعِ انسانی کے لیے رحمت ہے۔ آپ ﷺ ہی کے ذریعے غفلت میں پڑی ہوئی اور راہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو ایسا علم نصیب ہوا جو حق و باطل کی راہوں کو ممیّز کر کے سیدھی راہ دکھاتا اور اس پر چلاتا ہے جس سے انسان نے دنیا کی زندگی اچھے طور پر گزارنے کا اصول اور ڈھنگ سیکھا، پھر اس راہ پر چلنے سے انسان کی اخروی زندگی بھی سنور جاتی ہے۔ آپ ﷺ کی یہ مہربانی تو ان لوگوں پر تھی جو آپ پر ایمان لائے، بدکرداروں اور کافروں کے لیے بھی آپ ﷺ کی ذات باعث رحمت تھی، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

① آل عمران 103:3. ② تفسير عثماني، ص: 81. ③ الأنبياء 107:21.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ﴾

''اور جب تک آپ ان کافروں کے درمیان موجود ہیں، اللہ ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا۔''[1]

علاوہ ازیں آپ کی دعا ہی کی وجہ سے خسف، مسخ اور بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے والے عذاب موقوف ہوئے اور مسلمانوں پر آپ کی رحمت کی داستان تو اتنی طویل ہے جس کا حصر یہاں ممکن نہیں۔ قرآن نے واضح کر دیا کہ آپ مومنوں کے حق میں رحمت بھی تھے اور رحیم بھی۔

کفارِ مکہ آپ ﷺ کی بعثت کو اپنے لیے ایک مصیبت سمجھتے اور کہتے تھے کہ اس شخص نے ہماری قوم میں پھوٹ ڈال دی ہے اور باپ سے بیٹے اور بھائی سے بھائی کو غرض سب قریبی رشتہ داروں کو ایک دوسرے سے جدا کر کے رکھ دیا ہے۔ ان کے اسی قول کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''نادانو! جس ہستی کو تم مصیبت سمجھ رہے ہو، مسلمان تو درکنار وہ تمھارے لیے بھی اللہ کی رحمت ہے۔ کیونکہ علوم نبوت اور تہذیب و انسانیت کے جو اصول وہ پیش کر رہا ہے، ان سب سے مسلم و کافر اپنے اپنے مزاج کے موافق مستفید ہو رہے ہیں۔''[2]

نبی پاک ﷺ عموماً صلح و امن جوئی کی ترغیب دلاتے ہیں اور لڑائی کی صورت میں بھی امنِ عامہ کی تباہی کے رویے کی نفی کرتے ہیں۔ دنیا میں انسانی آزادی کی حفاظت کے لیے نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی روشنی میں مظلوموں اور ایسی قوموں کو جن کے خلاف دشمن پہلے اعلان جنگ کر دیتا ہے، جنگ کی اجازت دی ہے مگر یہ قیامِ امن کی دفاعی کوشش ہے، جارحیت ہرگز نہیں۔ یہاں اگر دشمن ہتھیار ڈال دیتا ہے یا صلح کی

[1] الأنفال 8:33. [2] تیسیر القرآن: 133,132/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درخواست کرتا ہے تو فوراً محض قیام امن کی خاطر جنگ سے ہاتھ اور تنبیہ ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی زیادتی نہ کی جائے۔ احادیہ ہدایات موجود ہیں جن کا بظاہر حالت جنگ سے تعلق ہے مگر ان امن وعافیت ہے، مثلاً:

دشمن کا مثلہ نہ کیا جائے، یعنی مقتولین کے اعضاء الگ الگ کر کے لاش کی بے حرمتی نہ کی جائے۔

بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے سے گریز کیا جائے۔[1]

بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کیا جائے، ہمیشہ صلح و احسان کو مدنظر رکھا جائے۔[2]

ایسی جگہ پر پڑاؤ نہ ڈالا جائے جہاں مقامی آبادی کو تکلیف پہنچتی ہو اور کوچ کے وقت مقامی آبادی کو تکلیف نہ ہونی چاہیے۔

جنگی قیدیوں کو ان کے رشتہ داروں سے تعلق (رابطہ) رکھنے کی اجازت باقی رہنی چاہیے اور ان کے آرام کا خیال رکھا جائے۔

دشمنوں کو آگ سے جلانا بھی منع ہے۔[3]

دشمنوں سے لڑنے کی خواہش نہ کی جائے بلکہ اللہ تعالیٰ سے امن وسلامتی مانگے:

«لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللهَ الْعَافِيَةَ»

''دشمن سے ملنے کی خواہش نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو۔''[4]

---

① صحيح مسلم، الجهاد، باب تأمير الأمام الأمراء......، حديث: 1731. ② سنن أبي داود، الجهاد، باب في دعاء المشركين، حديث: 2614. ③ سنن أبي داود، الجهاد، باب كراهية حرق العدو بالنار، حديث: 2673. ④ صحيح البخاري،الجهاد والسير، باب كان النبي ﷺ لم يقاتل أوّل النهار......،حديث:2966.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلام، تمام انسانوں کے لیے دینِ امن وسلامتی

امن و امان صرف ایسے ہی معاشرے کو نصیب ہو سکتا ہے، جو اس فطری دین کا حامل ہو۔ اس دین کا مزاج اس کے نام سے ہی واضح ہو جاتا ہے۔ یہ اساسی طور پر وہی ہے جو سابقہ انبیاء علیہم السلام دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے مگر ان کے پیروکاروں نے خود کو یہودیت اور عیسائیت جیسے گروہی اور قبائلی ناموں سے موسوم کر دیا، جبکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو اپنی مکمل ترین شکل میں محمدیت کے نام سے پیش نہیں کیا بلکہ صرف اسلام کے نام سے دنیا کے سامنے رکھا۔ اسلام کا لفظ "سلم" سے ماخوذ ہے جس کے ایک معنی امام راغب رحمہ اللہ نے اپنی مفردات میں امن و عافیت کے بھی بتائے ہیں۔[1]

ایمان اس دین میں شمولیت کی پہلی شرط ہے اور یہ لفظ بھی "امن" کے مادہ سے مشتق ہے، سلامتی اور پناہ کے معنی اس میں شامل ہیں۔ اسمائے حسنیٰ میں ایک نام "السلام" کے معنی بھی امن اور سلامتی عطا کرنے والے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ایک نام "المؤمن" بھی ہے جس کے معنی بھی امن عطا کرنے والے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً ﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔"[2]

سبل السلام اور دارالسلام کی جملہ تراکیب اپنے سیاق و سباق کے حوالے سے جس بات کے اظہار کے لیے استعمال کی گئیں، وہ یہی ہے کہ سب کے سب امن وسلامتی والی زندگی کے دائرے میں آ جائیں اور چاہیے کہ انسان سلامتی اور امن کے گھر تک پہنچنے کے لیے امن کے راستے تلاش کرے۔ قرآن مجید کی لغت کے یہ جملہ الفاظ اور تراکیب اس پیغام کی ایک خاص روح کی طرف اشارہ کرتے ہیں جسے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت پیغمبر امن و عافیت

[1] مفردات القرآن، (اردو) 1: 492-495. [2] البقرة 2: 208.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دنیا میں لے کر آئے۔ آپ ﷺ نے جس اجتماعی لہجے میں دنیا بھر کے لوگوں کو ﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ﴾ اے لوگو! سے خطاب کیا۔ قرآن مجید اس کا گواہ ہے۔ تاریخِ انبیاء میں آپ ﷺ پہلے پیغمبر ہیں جن کا تخاطب کسی ایک قوم، قبیلے، نسل، گروہ یا لسانی اور جغرافیائی وحدت سے نہیں ہے بلکہ پوری نوعِ انسانی سے ہے۔ دنیا بھر کے انسانوں کو آپ ﷺ نے ایک پُر امن بنیاد پر جمع کرنے کے لیے، انھیں ایک آدم کی اولاد قرار دیا تا کہ رنگ و نسل اور زبان و خطے سے تعلق کے باعث جو اختلافات اُبھر کر دنیا بھر کے امن کو تباہ کر سکتے ہیں، ان کی جڑیں کٹ جائیں اور ان امتیازات کی بنیاد پر جو فسادات ابھرتے ہیں، انھیں وحدتِ انسانی کے رشتے کی اساس ختم کر سکے۔ یہ خطاب پوری نسل انسانی کے لیے بحیثیت پیامبر امن و عافیت آپ ﷺ ہی کا تھا:

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً﴾

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کر کے ان دونوں سے مرد اور عورتیں کثرت سے پھیلا دیے۔“[1]

یہ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ سارے انسانوں کا خالق ایک ہے اور وہ سب ایک ہی انسان کی اولاد ہیں۔ وہ حیاتیاتی اعتبار سے ایک ہی نوع سے متعلق ہیں تو پھر باہمی انتشار اور فساد کیوں؟ یہ درست ہے کہ آبادیوں اور نسلوں کے پھیلاؤ میں نسلی حقوق کے احساسات بھی اُبھرتے ہیں اور باہمی نزاع کا باعث بن جاتے ہیں، مگر قرآن مجید ان نسلی اور قومی گروہوں کے وجود کو بھی کسی باہمی فوقیت کی بنیاد نہیں بناتا بلکہ اس کا موقف یہ ہے کہ اونچ نیچ کا کوئی باہمی تصور ان سے قائم نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ صرف باہمی شناخت اور پہچان کی ایک صورت ہے، چنانچہ اسے اپنی حد کے اندر رہنا چاہیے۔

[1] النسآء 4:1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے ذات پات کا وہ تصور بہر حال نہیں اُبھرنا چاہیے جو بالآخر معاشی امن کو تہ و بالا کر دینے کا باعث بنتا ہے۔ بات صرف اس قدر ہے:

﴿ وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ﴾

''اور ہم نے تمھارے خاندان اور قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بلاشبہ اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ عزت والا (وہ ہے جو) تم میں سے زیادہ متقی ہے۔''[1]

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«فَجَمِيعُ النَّاسِ فِي الشَّرَفِ بِالنِّسْبَةِ الطِّينِيَّةِ إِلٰى آدَمَ وَحَوَّاءَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ سَوَاءٌ وَّإِنَّمَا يَتَفَاضَلُونَ بِالْأُمُورِ الدِّينِيَّةِ وَهِيَ طَاعَةُ اللهِ تَعَالٰى وَمُتَابَعَةُ رَسُولِهِ ﷺ»

''حضرت آدم علیہ السلام جو مٹی سے پیدا ہوئے تھے اور حضرت حوا علیہا السلام کی طرف نسبت میں تو تمام جہاں کے آدمی ہم مرتبہ ہیں۔ اب جو کچھ فضیلت جس کو حاصل ہو گی، وہ امرِ دینی، یعنی اطاعت الٰہی اور اتباع نبوی ﷺ کی وجہ سے ہو گی۔''[2]

انسانی معاشرے میں بالعموم فسادِ خلق کی ایک صورت اس وقت بھی پیدا ہو جایا کرتی ہے جب انسان اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور اینٹ کا جواب پتھر سے دینے پر اُتر آئے۔ قرآن نے اس رویے کو بھی ایک مثبت شکل دی ہے اور برائی کا جواب برائی کی بجائے نیکی اور حُسنِ سلوک سے دینے کی تعلیم دی ہے جو ہر چند کہ ایک مشکل کام ہے، مگر اسلام جو انسان دنیا میں کھڑے کرنا چاہتا ہے، ان سے مشکل ترین کام کی نہ صرف توقع کرتا ہے بلکہ انھیں اس کی تربیت بھی دیتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

① الحجرات 13:49. ② تفسیر ابن کثیر، الحجرات 13:49.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ ○ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ ﴾

''اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہو سکتیں، آپ (برائی کو) ایسی بات سے ٹالیے جو احسن ہو تو (آپ دیکھیں گے کہ) یکایک وہ شخص کہ آپ کے اور اس کے درمیان دشمنی ہے، (ایسا ہو جائے گا) جیسے جگری دوست ہو۔ اور یہ خصلت انھی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے نصیب والا ہو۔''①

معلوم ہوا کہ نیکی اور بدی کبھی ہم پلہ نہیں ہو سکتیں۔ برائی کا جواب حسنِ سلوک سے دینا چاہیے۔ لوگ یہ وتیرہ اپنا لیں تو انسانوں کے تجربے میں یہ بات آئے گی کہ ان کا دشمن بھی دلی دوست بن جائے گا۔ یہ درست ہے کہ انسانیت کے اس بہت اعلیٰ مقام پر وہی پہنچ سکتا ہے جسے اپنے وجود پر قابو اور گرفت ہو اور جس کے مقدر میں خیر اور سعادت کا بڑا حصہ بھی ہو۔

نسلی گروہ بندی کا سلسلہ بھی اسلام نے بند کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے عربی و عجمی کا فرق ختم کر دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی قومیتوں پر فخر کرنا چھوڑ دیں کیونکہ یہ عصبیت ہے اور عصبیت ہی وہ زہر ہے جو قوموں کو جنگ اور بدامنی پر اکساتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''عصبیت کی خاطر غضبناک ہونے والا، عصبیت کی دعوت دینے والا یا عصبیت کی وجہ سے کسی کی مدد کرنے والا نہ امتِ محمد سے ہے اور نہ میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق ہے۔''②

① حمٓ السجدة 41:34، 35. ② صحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين...... حديث: 1848.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہبی غلو اور شدت پسندی بھی ایک ایسا رویہ ہے جو بلاشبہ معاشرتی امن کا دشمن ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے سابقہ ادیان، ان کے نبیوں پر ایمان اور مساوی احترام کا حکم دیا تاکہ دیگر ادیان کے ساتھ احترام کی صورت پیدا ہو اور مذہبی منافرت کو ہوا نہ ملے۔ قرآن کریم نے یہاں تک مذہبی بنیادوں پر قیامِ امن کے رویے کو عام کر دیا کہ ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ ''دین میں کوئی زبردستی نہیں۔''[1]

یعنی دینی معاملات میں اپنوں یا بیگانوں کے ساتھ جبر و اکراہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں کم از کم دو ایسی مثالیں واضح طور پر موجود ہیں جب تبدیلیٔ مذہب کے سلسلے میں ایک ذرا سی دخل اندازی کا سوال اٹھا تو آپ ﷺ نے اسی آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے دوسروں کو جبرًا اسلام کی طرف لوٹانے سے روک دیا۔ ایک موقع پر جب بنو سالم بن عوف کے حصینی نامی شخص کے دو جوان بیٹوں نے بعض عیسائی عرب تاجروں کے خیالات سے متاثر ہو کر عیسائیت قبول کی اور ان کے ساتھ شام چلے گئے تو ان کے باپ نے نبی ﷺ سے انھیں واپس بلانے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔[2]

مدینہ منورہ میں نبیِ ﷺ کی آمد سے قبل یثربی عربوں میں رواج تھا کہ کسی عورت کے بچے پیدائش کے بعد زندہ نہ رہتے تو وہ نذر مانتی کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہا تو وہ اسے یہودی بنا دے گی، چنانچہ ایسے کئی نوجوان مدینہ میں موجود تھے جو عرب یہودی تھے اور بنونضیر کے ساتھ شامل تھے۔ جب بنونضیر کو مدینہ بدر کیا گیا تو انصاری والدین نے اپنے بچوں کو ان کے ساتھ جانے سے روکنا چاہا۔ یہ آیت اسی مناسبت سے اتری اور معاشرتی امن و عافیت کی خاطر کسی بھی قسم کے مذہبی جبر سے مسلمانوں کو روک دیا گیا۔[3]

---

① البقرة 256:2. ② تفسير ابن كثير، البقرة 256:2. ③ سنن أبي داود، الجهاد، باب في الأسير يكره على الإسلام، حديث: 2682.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان اسباب کے علاوہ ویسے یہ آیت حکم کے اعتبار سے عام ہے، یعنی کسی پر بھی قبولِ اسلام کے لیے جبر نہیں کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی دونوں کو واضح کر دیا ہے۔ تاہم کفر و شرک کے خاتمے اور باطل کا زور توڑنے کے لیے جہاد ایک الگ اور جبر واکراہ سے مختلف چیز ہے۔ مقصدِ جہاد معاشرے سے اُس وقت کا زور اور دباؤ ختم کرنا ہے جو اللہ کے دین پر عمل اور اس کی تبلیغ کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے تاکہ ہر شخص اپنی آزاد مرضی سے چاہے تو اپنے کفر پر قائم رہے اور چاہے تو اسلام میں داخل ہو جائے۔ غیر مذاہب کے ساتھ ایک پُر امن رابطہ اور رشتہ قائم رکھنے کے لیے قرآن مجید نے ان مذاہب کے ماننے والوں کو یوں دعوتِ امن و آشتی دی ہے:

﴿قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ﴾

''اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔''[1]

صحیح بخاری میں ہے کہ اس حکم کے مطابق نبیِ کریم ﷺ نے ہرقل شاہ روم کو مکتوب تحریر فرمایا اور اس میں اس آیت کے حوالے سے قبولِ اسلام کی دعوت دی اور کہا کہ اگر تو مسلمان ہو جائے تو تجھے دُہرا اجر ملے گا، ورنہ ساری رعایا کا گناہ تجھ پر ہو گا۔[2]

اس آیت میں مذکور تین نکات، یعنی صرف اللہ کی عبادت کرنا، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اور کسی کو شریعت سازی کا الٰہی مقام نہ دینا وہ کلمۂ سواء ہے جس پر اہل کتاب کو اتحاد کی دعوت دی گئی، لہٰذا اس امت کے شیرازہ کو جمع کرنے کے لیے بھی ان ہی تینوں نکات اور اس کلمۂ سواء کو بدرجہ اولیٰ اساس و بنیاد بنانا چاہیے۔[3]

---

[1] آل عمران 3:64. [2] صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول اللهﷺ، حديث:7. [3] تفسير أحسن البيان، آل عمران 3:64.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیامِ امن کے لیے رواداری اور عدل و انصاف

فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾

''اور مشرکین اللہ کو چھوڑ کر جنھیں پکارتے ہیں، تم انھیں گالی مت دو۔''[1]

تم دوسروں کے دیوتا، دیوتاؤں اور اکابرینِ مذہب کو بُرا مت کہو، مبادا وہ تمھارے رب کو بُرا بھلا کہیں۔ مذہبیت کے جنون میں یہی وہ نازک مراحل ہوتے ہیں جہاں باہمی جھگڑے اور فساد کھڑے ہو سکتے ہیں۔ نبیِ اکرم ﷺ کا رویہ قرآنی تعلیمات کے حوالے سے ایسے تمام امکانات کو ختم کرتا ہے بلکہ ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ﴾ ''ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔''[2]

کا اعلان کرتا ہے۔ اللہ کا یہ بھی فرمان ہے:

﴿اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝﴾

''تو کیا تُو لوگوں کو مجبور کرے گا، یہاں تک کہ وہ مومن بن جائیں؟''[3]

کسی شخص یا گروہ کو جبر و اکراہ کے ساتھ دائرۂ اسلام میں لانے کی تعلیم ہرگز نبیِ کریم ﷺ نے نہیں دی کیونکہ جبر و اکراہ ہی وہ صورتیں ہیں جو معاشرتی ہیئت کے امن و سکون کو تلپٹ کر کے رکھ دیتی ہیں۔

امن و عافیت کے رشتے ہمیشہ عادلانہ رویوں سے قائم ہوتے ہیں اور عدل ایک ایسی چیز ہے جس میں اپنے اور بیگانے کی تمیز اُٹھ جانی چاہیے۔ جانبدارانہ رویہ عدل کی بجائے ظلم کو راہ دیتا ہے۔ اسی باب میں پھیلی ہوئی بدگمانیاں معاشرتی فساد کی بنیاد بن جاتی ہیں۔ قرآن مجید نے اس کی جڑ بھی یہ کہتے ہوئے کاٹ دی:

[1] الأنعام 108:6. [2] البقرة 285:2. [3] یونس 99:10.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ ﴾

''اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔''①

معاشرتی زندگی میں ایسے مواقع بھی آ جاتے ہیں کہ دوسروں پر انفرادی یا اجتماعی حیثیت میں زیادتی ہو جائے یا کوئی دوسرا زیادتی پر اتر آئے۔ معافی وہ پہلا اصول ہے جس کا کھلے دل سے اظہار قرآن مجید اور رسول امن ﷺ تجویز کرتے ہیں لیکن بعض صورتوں میں جب زیادتی کا جواب دینا ہی لازم ٹھہرے تو قرآن مجید نے اس میں بھی حد اعتدال سے بڑھنے کو ہرگز درست قرار نہیں دیا۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ﴾

''پس جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم اس کے برابر اس پر زیادتی کرو جو زیادتی اس نے تم پر کی۔''②

یعنی کوئی تم سے زیادتی کرے تو تم بھی اس کے جواب میں اسی کے برابر بدلہ لے سکتے ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ بدلہ برابری کی حد تک ہے اور اسی میں عافیت کے سامان ہیں، جیسا کہ قتل کے بدلے میں قاتل کی موت یا قصاص میں معاشرتی عافیت کے سامان ہیں، اگرچہ قرآن مجید یہاں بھی معافی کے رویے کو ترجیح دیتا ہے اور کہتا ہے:

﴿ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ ﴾

''اور البتہ جو صبر کرے اور معاف کر دے تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔''③

صبر اور معافی کی روش اختیار کرنا ایک بے حد مشکل کام ہے اور بجائے خود ایک کٹھن

① المآئدۃ 8:5. ② البقرۃ 194:2. ③ الشوریٰ 43:42.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہم ہے، لیکن اللہ تعالیٰ معاشرتی امن کے قیام کی خاطر انسان کے لیے لازم ٹھہراتا ہے کہ وہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے کیونکہ اس معافی کا صلہ بے انداز ہے جو محض اسی لیے دی جائے کہ بربادی کا سلسلہ کسی طور پر دیر تک اور دور تک نہ پھیل سکے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ﴾

"پھر جو معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔"[1]

صلح جوئی اور معاف کر دینے کی روش اختیار کرنے والے کا صلہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

قرآن مجید امتِ مسلمہ کے سیاسی دائرے میں بھی ایک قوم کی دوسری پر زیادتی کو برداشت نہیں کرتا، چنانچہ اس نے صرف قیامِ امن کی خاطر مسلمان معاشرے کے زیادتی کرنے والے گروہ یا قوم کو مل کر سزا دینا تجویز کیا ہے، جب تک وہ اپنی غلطی تسلیم نہ کر لے اور معاشرے میں امن کی صورت حال واپس نہ لوٹ آئے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۖ فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ﴾

"اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر (ان) دونوں میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو تم اس سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے حتی کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔"[2]

اسلام گویا ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جس میں اتنی طاقت ہو کہ وہ ہر فرد اور ہر گروہ کو سیدھے راستے پر گامزن رکھ سکے اور معاشرہ ان کے فساد سے بچا رہے، چنانچہ اہل ایمان کے لیے واضح ہدایت ہے کہ ان میں دو گروہ لڑائی پر اتر آئیں تو معاشرے

[1] الشوریٰ 40:42. [2] الحجرات 9:49.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باا ثر افراد آگے بڑھ کر دونوں گروہوں میں صلح کرائیں۔ اگر اس طرح معاملہ رفع دفع نہ ہو تو افرادِ معاشرہ کو ظالم کے خلاف مظلوم کی حمایت میں لڑنا چاہیے۔ اگر ظالم، ظلم سے باز آجائیں تو ان کے ساتھ انصاف کرنا چاہیے اور ان کے خلاف لڑائی بند ہونی چاہیے اور آپس میں صلح کرادینی چاہیے۔ نبیِ کریم ﷺ کا کمالِ سیرت یہ ہے کہ اپنی زبان سے لوگوں کے سامنے پیش کردہ وحی کو صرف قرآن مجید کی صورت ہی میں تحریری شکل میں دنیا کے سامنے نہیں چھوڑا بلکہ سب سے پہلے خود ان احکامات پر عمل کر کے دکھایا اور اپنے آپ کو اپنے عمل سے پیامبرِ امن و عافیت ثابت کیا۔ کسی بھی دوسرے فاتح سے یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ جب وہ واپس ان لوگوں کے درمیان لوٹتا جنھوں نے تیرہ برس ان پر اور ان کے مٹھی بھر ساتھیوں پر ظلم ڈھایا اور ہر قسم کا ستم آزمایا، یہاں تک کہ زندگی اجیرن کر دی تو وہ بھی انھی باتوں کو دہراتا اور فاتح کی حیثیت میں اپنا بدلہ لیتا۔ یوں معاشرتی عافیت کا بیج ہی مارا جاتا مگر نبیِ اکرم ﷺ نے فاتح مکہ کی حیثیت سے لوٹ کر سب سے پہلا اعلان قرآن کی زبان میں یہی فرمایا:

﴿ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴾

''آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمھیں بخشے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''[1]

نبیِ کریم ﷺ نے برائے قیامِ امن مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر زیادتیاں ہوتے دیکھ کر انھیں طاقت سے جواب دینے کے لیے نہیں فرمایا بلکہ قیامِ امن کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔[2]

قریش کے قطع تعلق کا جواب قطع تعلق سے نہیں دیا بلکہ امن و امان کی خاطر اپنے

[1] يوسف 92:12، و طبقات ابن سعد: 142/2. [2] تهذيب سيرة ابن هشام، ص: 68.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھیوں کے ہمراہ شعب ابی طالب میں محبوس ہو گئے۔ [1]

سفر طائف میں جب آپ کی دعوت پر لبیک کہنے کے بجائے اذیت پہنچائی گئی تو آپ ﷺ نے ان کے لیے امن وعافیت کی دعا کی، ہلاکت کی بددعا نہ کی اور فرمایا:

«بَلْ أَرْجُوا أَنْ يُّخْرِجَ اللهُ تَعَالٰی مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللهَ وَحْدَهُ، لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا»

''بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں سے ان لوگوں کو پیدا کرے جو خاص اسی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ (سبحان اللہ۔ آپ ﷺ اپنی امت پر کس قدر مشفق ومہربان تھے کہ لوگ آپ کو رنج دیتے اور آپ ﷺ انھیں تکلیف دینا گوارا نہ کرتے)۔'' [2]

جب قریش نے آپ ﷺ کو ہجرتِ مدینہ پر مجبور کر دیا اور سفر ہجرت کے دوران میں سراقہ بن مالک انعام کے لالچ میں پیچھا کرتے ہوئے مبتلائے عذاب ہونے کے بعد امن کا خواستگار ہوا تو اس داعیِ امن واخوت نے اس کو بھی پروانہ امن لکھ دیا۔ [3]

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب سفیر قریش سہیل بن عمرو نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی بجائے «بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ» لکھنے کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے منظور فرما لیا مگر اگلا مرحلہ نہایت مشکل مرحلہ تھا، معاہدہ پر یہ عبادت درج تھی «هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ» ''یہ وہ بات ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے مصالحت کی۔'' سہیل نے کہا: اگر ہم آپ کو پیغمبر ہی تسلیم کرتے تو پھر جھگڑا کیا تھا؟ آپ محمد بن عبداللہ لکھوائیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: گو کہ تم تکذیب کرتے ہو لیکن اللہ کی قسم! میں اللہ کا پیغمبر

[1] الرحيق المختوم، ص: 158. [2] صحيح مسلم، الجهاد، باب ما لقي النبي ﷺ من أذى المشركين والمنافقين، حديث: 1795. [3] تهذيب سيرة ابن هشام، ص: 107,106.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔ یہ فرما کر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اچھا محمد بن عبداللہ لکھ دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے اس اعزاز کو مٹانے پر تیار نہ ہوئے تو خود آپ ﷺ نے مٹا دیا اور صرف نام باقی رکھا۔ یہ صرف قیامِ امن میں رکاوٹ دور کرنے کی خاطر تھا۔[1]

قیامِ امن کے لیے عفو ودرگزر

مدینہ تشریف آوری کے بعد آپ ﷺ نے میثاقِ مدینہ اور رشتۂ مواخات کا سلسلہ قائم کرتے ہوئے امن واخوت کی وہ بنیاد ڈال دی جو اصلاحِ معاشرہ کا ایسا سبب بنی کہ آج تک تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

صلح حدیبیہ کے نکات پر غور کیجیے اور پھر فتح مکہ کا وہ دن آپہنچا جو کسی بھی فاتح کے خوابوں کی تعبیر ہوتی ہے۔ دنیا نے پہلی جنگ عظیم کے بعد (War Saw Pact) کی صورت میں فاتح اور مفتوح کا معاملہ دیکھا ہے اور دوسری جنگ عظیم کے بعد بھی، لیکن کیا داعیِ امن واخوت کے اس عمل کی مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں اتنی عظیم فتح ہوئی جو اکیس برس کی طویل اور جان لیوا کشمکش کے بعد حاصل ہوئی اور وہ بھی اس پُر امن طریقے پر۔ قتل وغارت سے اسلامی فوج کو بالکل منع کر دیا اور یہ اس شہر کی بات ہے جس میں آپ ﷺ کے لیے قدم قدم پر کانٹے بچھائے گئے، گلے میں کپڑا ڈال کر ایذا رسانی کی گئی۔ آپ ﷺ کے قتل کے منصوبے تیار کیے گئے اور آخر کار آپ کو اس شہر سے نکل جانے کے لیے مجبور کیا گیا۔ اسی شہر میں نبیِ کریم ﷺ نے خون کا ایک قطرہ گرانا بھی پسند نہیں فرمایا۔ بڑے بڑے جانی دشمن مفتوح ہو کر سامنے آئے تو اس داعیِ امن واخوت نے فرمایا کہ میں تمھارے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا۔

[1] تهذيب سيرة ابن هشام، ص: 202,201، والرحيق المختوم، ص: 466.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، اِذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ»

''آج تم پر کوئی سرزنش نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔''①

فتح مکہ کے موقعے پر یہ بھی اعلان فرمایا:

''جو شخص کعبہ کے اندر چلا جائے یا اپنے گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھ جائے یا ابوسفیان کی حویلی میں پناہ لے، ان سب کے لیے امن و عافیت کی ضمانت ہے۔''②

نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

''آج رحم اور امن و عافیت کا دن ہے۔''③

فتح مکہ کے موقع پر رسالت مآب ﷺ نے اعلان فرمایا:

«وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ، وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ»

''جاہلیت کے تمام انتقامی خون باطل کیے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کی طرف سے ربیعہ بن حارث کا خون باطل (معاف) کرتا ہوں۔''④

توجہ فرمائیے کہ ہم سے پیغمبر امن و اخوت کا عملی تقاضا کیا ہے اور ہم کس جانب جا رہے ہیں؟

کاش کہ آج کے دور کا انسان اس حقیقت سے آشنا ہو جائے تو اختلافِ قوم، رنگ و نسل اور زبان تمام جھگڑے از خود ہی مفقود و متروک ہو جائیں اور نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ دنیائے عالم میں امن و اخوت کا عظیم رشتہ قائم ہو جائے گا جس کے لیے قرآن کریم کا ارشاد ہے:

① تهذيب سيرة ابن هشام، ص: 227، والرحيق المختوم، ص: 551. ② الرحيق المختوم، ص: 547، وتهذيب سيرة ابن هشام، ص: 222. ③ السيرة النبوية للندوي، ص: 284. ④ صحيح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حديث: 1218.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّآ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا﴾

''اور پہلے لوگ ایک ہی امت تھے، پھر انھوں نے (باہم) اختلاف کیا۔''[1]

رسول اللہ ﷺ کے سامنے امن و عافیت کی ایک تاریخی مثال وہ تحریری عہد نامہ بھی ہے جو آپ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے لیے بطور امان نامے کے لکھوایا۔ اس کے الفاظ اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ ﷺ انسانوں کے درمیان عمر بھر قیامِ امن کے لیے کوشاں رہے۔ معاہدے میں یہ باتیں محفوظ ہیں:

''نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں، ان کا مذہب، ان کی زمینیں، ان کا مال، ان کے حاضر و غائب، ان کے قافلے، ان کے قاصد، ان کی مورتیاں اور ان کی امان رسول اللہ ﷺ کی امانت میں ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا، ان کے حقوق میں سے کسی حق پر دست اندازی کی جائے گی نہ مورتیاں بگاڑی جائیں گی۔ کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے، کوئی راہب اپنی رہبانیت سے اور کلیسا کا کوئی منتظم اپنے عہدے سے نہ ہٹایا جائے گا اور جو بھی کم یا زیادہ کسی کے قبضے میں ہے، اسی طرح رہے گا۔ ان کے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا اور نہ ان سے قومی خدمت لی جائے گی اور نہ ان پر عشر لگایا جائے گا اور نہ مسلم فوج ان کی سرزمین پامال کرے گی۔ ان کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔ ان کو نہ ظلم کرنے دیا جائے گا اور نہ ان پر ظلم ہوگا۔ ان میں سے جو سود کھائے گا، وہ میری امانت سے بری ہے۔''[2]

نبی کریم ﷺ نے جتنی جنگیں لڑیں، ان پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نہ یہ جنگیں قیصر و کسریٰ کی طرح کی احساسِ برتری کا نتیجہ تھیں اور نہ یہ فتوحات کے شوق میں

[1] یونس 19:10. [2] سیاسی وثیقہ جات از ڈاکٹر حمید اللہ، ص:99,98، وكتاب الخراج لأبي يوسف (اردو)، ص:273,272.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لڑی گئیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب بھی مخالفین نے سرِ تسلیم خم کر دیا، منتشر ہو گئے، راہِ فرار اختیار کی، صلح کے لیے ہاتھ بڑھایا، ہتھیار ڈال دیے یا مقابلے ہی پر نہ آئے تو پھر مسلمانوں نے بھی تلوار نہیں اٹھائی۔ جنگ برائے جنگ کی کبھی اسلام نے پذیرائی نہیں کی۔ اسلام میں جنگ محض برائے جنگ نہیں بلکہ جنگ قیامِ امن کا ذریعہ ہے۔ جب مقصد حاصل کر لیا جائے یا مہم کا مقصد پورا ہو جائے تو بے مقصد خونریزی اسلام نہیں چاہتا۔ جدید دور کی بات یہ ہے کہ دوسری جنگ عظیم میں املاک کا جو نقصان ہوا، وہ تو ہوا لیکن جس طرح انسانی خون پانی کی طرح بہایا گیا، تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اسلام مسلمانوں کے لیے بالخصوص اور پوری دنیا کے لیے بالعموم امن وسلامتی کا پیغام ہے۔ ہادی برحق سید الاولین والآخرین حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

«اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ وَفِي رِوَايَةٍ مَّنْ سَلِمَ النَّاسُ»

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جس سے لوگ سالم ومحفوظ رہیں۔''[1]

مسلمان کو مومن اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ امن پسند ہے۔ یہ لفظ امن سے ماخوذ ہے جو متعدی اور لازم دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ متعدی میں اس کے معنی امن دینے کے ہیں جبکہ لازم میں پُر امن ہونے کے ہیں۔ گویا مومن خود بھی پُر امن رہتا ہے اور اس کا علمبردار بھی ہوتا ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، حديث:10، وسنن النسائي، الإيمان، باب صفة المؤمن، حديث: 4998.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«اَلْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَاءِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ»

''مومن وہ ہے جس سے دوسروں کی جانیں اور مال محفوظ رہیں۔''[1]

یعنی مومن وہ ہے جس کے شر سے لوگ محفوظ رہیں۔

[1] جامع الترمذي، الإيمان، باب ما جاء في أن المسلم من سلم المسلمون......، حديث: 2627.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیامِ امن کے لیے قتل وخونریزی سے اجتناب

اسلام بلا وجہ ایک انسان کا قتل، ایک انسان ہی کا نہیں پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا﴾

''جس شخص نے کسی دوسرے کو علاوہ جان کے بدلے یا زمین میں فساد بپا کرنے کی غرض سے قتل کیا تو گویا اس نے سارے لوگوں ہی کو مار ڈالا۔''[1]

اس آیت کریمہ میں مقصود قاتل کی فطرت کا اظہار ہے کہ جو ظالم ناحق ایک انسان کو قتل کرتا ہے اس سے کوئی خیر اور بھلائی کی توقع نہیں۔ اس کا دل انسانیت کے احترام سے خالی ہے۔ ایسا آدمی پوری انسانیت اور امن عامہ کا دشمن ہوتا ہے۔ دوسرے لوگ بھی اسے جرم کرتے دیکھ کر دلیر ہو جاتے ہیں۔ اس جرم کے برعکس اگر کوئی شخص کسی کو مظلومانہ موت سے نجات دلا کر بچاتا ہے تو وہ بھی اتنی ہی بڑی نیکی ہے کیونکہ ایسا شخص انسانیت کا ہمدرد اور امنِ عامہ میں مدد ومعاون بنتا ہے۔ درج ذیل احادیث ملاحظہ ہوں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص بھی مظلوم قتل ہوتا ہے، اس کے خون کا گناہ آدم کے پہلے بیٹے پر لاد دیا

[1] المائدة 5:32.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے کیونکہ وہی پہلا شخص ہے جس نے قتل کو جاری (ارتکاب) کیا۔''[1]

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: ''لوگوں کو چپ کراؤ۔'' (میں نے چپ کرادیا تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لوگو! میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ بن جانا۔''[2]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان کا قاتل مسلمان نہیں رہتا۔ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ صحابہ نے عرض کی کہ مظلوم کی مدد تو ٹھیک ہے مگر ظالم کی کیسے مدد کریں؟ فرمایا: ظلم سے اس کے ہاتھ پکڑ لو۔''[3]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف جب بلوائیوں نے بدتمیزی اور بے ہودگی کا مظاہرہ کیا اور ان کو شہید کرنے کے درپے ہوئے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے مقابلے کی اجازت چاہی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے ابوہریرہ! کیا تمھیں یہ پسند ہے کہ تمام لوگوں کو بشمول میرے قتل کر دو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«فَإِنَّكَ إِنْ قَتَلْتَ رَجُلًا وَّاحِدًا فَكَأَنَّمَا قَتَلْتَ النَّاسَ جَمِيعًا»

''بلاشبہ اگر تو نے ایک آدمی کو قتل کر دیا تو گویا تو نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔''[4]

کسی کو قتل کرنا تو کجا، قتل میں معمولی سی معاونت بھی حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] صحيح البخاري، الإعتصام بالكتاب والسنة، باب إثم من دعا إلى ضلالة، حديث: 7321.

[2] صحيح البخاري، العلم، باب الإنصات للعلماء، حديث: 121.

[3] صحيح البخاري، المظالم، باب أعن أخاك ظالما أو مظلوما، حديث: 2444.

[4] تفسير ابن كثير، المائدة 5:32.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا:

«مَنْ أَعَانَ عَلٰى قَتْلِ مُؤْمِنٍ بِشَطْرِ كَلِمَةٍ، لَقِيَ اللهَ عَزَّوَجَلَّ، مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: آيِسٌ مِّنْ رَّحْمَةِ اللهِ»

’’جس شخص نے کسی مسلمان کے قتل میں آدھے کلمے کے ساتھ بھی تعاون کیا، وہ جب اللہ سے ملے گا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا: اللہ کی رحمت سے مایوس۔‘‘[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’قیامت کے روز لوگوں میں سب سے پہلے خون کے مقدمات کے فیصلے ہوں گے۔‘‘[2]

اس سے آگے دیکھیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُّرَوِّعَ مُسْلِمًا»

’’کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ مسلمان (بھائی) کو ڈرائے۔‘‘[3]

صحیح مسلم میں یہ بھی ارشاد ہے:

«مَنْ أَشَارَ إِلٰى أَخِيهِ بِحَدِيدَةٍ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهُ، حَتّٰى يَدَعَهُ»

’’جو کوئی اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے، اس پر اللہ کے فرشتے لعنت کرتے ہیں تاآنکہ وہ اس سے باز آجائے۔‘‘[4]

اسی طرح جذبۂ قتل اور مصمم ارادۂ قتل کے بارے میں اسلام کے احساسات کس قدر

---

(1) سنن ابن ماجه، الديات، باب التغليظ في قتل المسلم ظلما، حديث: 2620 (ضعيف).
(2) سنن ابن ماجه، الديات، باب التغليظ في قتل المسلم ظلما، حديث: 2617. (3) سنن أبي داود، الأدب، باب من يأخذ الشيء من مزاح، حديث: 5004. (4) صحيح مسلم، البر والصلة، باب النهي عن الاشارة بالسلاح، حديث: 2616.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نازک ہیں، اس کا اندازہ اس حدیث سے لگائیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب دو مسلمان تلوار لے کر باہم مقابلے کے لیے نکلیں اور ان میں سے ایک مارا جائے تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔'' آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ قاتل تو اپنے جرم کی سزا پر جہنم میں جائے گا مگر مقتول کیونکر جہنم میں جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهِ»

''اس لیے کہ وہ (مقتول) اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا عزم کیے ہوئے تھا۔''[1]

لہٰذا جو اسلام کسی انسان کو قتل کرنا تو کجا، اسے ارادۂ قتل سے بھی منع کرتا ہے، کسی کو ڈرانے، دھمکانے کی اجازت نہیں دیتا، وہ قتل گری اور دنگا فساد کی اجازت کیونکر دے سکتا ہے؟ اسلام نے تو جانوروں کو ناحق قتل کرنے سے بھی منع کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«ثَبَتَ النَّهْيُ عَنْ قَتْلِ الْبَهِيمَةِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّالْوَعِيدُ فِي ذٰلِكَ فَكَيْفَ بِقَتْلِ الْآدَمِيِّ فَكَيْفَ بِالْمُسْلِمِ، فَكَيْفَ بِالتَّقِيِّ الصَّالِحِ»

''جب جانوروں کو ناحق مارنے کی ممانعت اور اس سلسلے میں وعید ہے تو پھر سوچیے کہ انسان کے ناحق قتل کی کتنی مذمت ہوگی اور اس سے بڑھ کر ایک مسلمان کو قتل کرنے اور اس سے بھی بڑھ کر متقی و نیکوکار کے قتل کی کیا وعید ہوگی؟''[2]

اسلام کے علاوہ آج دنیا میں جتنے بھی نظامِ حیات پائے جاتے ہیں ان سب میں انسانی جان کا احترام انسان کے عالمِ وجود میں آنے کے بعد ہے، مگر اسلام میں انسانی جان کا احترام اس وقت سے ہے جب وہ شکمِ مادر میں ہوتا ہے اور مرنے کے بعد بھی

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب المعاصي من أمر الجاهلية......، حديث:31 .

[2] فتح الباري : 189/12 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے جسد خاکی کے احترام کی تاکید کرتا ہے۔ اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام جس قدر انسان اور انسانیت کا محافظ ہے، دنیا کا کوئی اور مذہب اور قانون اس کا محافظ اور پشتی بان نہیں۔[1]

مگر افسوس کہ آج اہل مغرب نے اپنے میڈیا کے بل بوتے پر بڑے شدو مد اور پوری ڈھٹائی سے یہ پروپیگنڈا کیا ہے کہ اسلام انتہا پسندی، دہشت گردی اور قتل وقتال کا حکم دیتا ہے، حالانکہ صورتِ حال اس کے برعکس ہے۔ ہادیِ برحق پیغمبر امن وسلامتی محمد رسول اللہ ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا:

«لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَسَلُوا اللهَ الْعَافِيَةَ»

''دشمن سے جنگ کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے امن و عافیت کا سوال کرو۔''[2]

جس دین نے دشمن کا آمنا سامنا کرنے کی خواہش تک کو روک دیا ہو، اس کے بارے میں یہ کہنا کہ اسلام قتل گری کی تعلیم دیتا ہے، کس قدر نامعقول بات ہے۔ اسلام نے بلاشبہ جہاد کا حکم دیا ہے۔ اسلام ظالم، جابر اور سفاک کے خلاف اقدام کو انسانی فریضہ قرار دیتا ہے۔ اس کے بغیر امن وسلامتی قائم نہیں رہ سکتی۔ جہاں مظلوموں کی جان بخشی کے لیے گفت وشنید اور اخلاقی دباؤ کی چارہ گری ناکام ہو جائے، عورتیں، بچے اور بوڑھے مسلسل ظلم و بربریت کا شکار ہوں، ان کی مدد کرنا اور انھیں پنجۂ استبداد سے چھڑانے کے لیے جدوجہد کرنا، کیا یہ دہشت گردی ہے؟ اسلام بلاسبب کسی مسلمان کو مذہب کے نام پر خون بہانے اور قتل وقتال کا قطعاً حکم نہیں دیتا۔ جہاد کا مقصد غیر مسلم کو قتل کرنا یا صفحۂ ہستی سے انھیں نیست و نابود کر دینا نہیں۔ وہ اپنی

[1] صحيح مسلم، القسامة والمحاربين، باب دية الجنين، حديث: 1681، اسلام امن وسلامتی کا دین ہے از مولانا ارشاد الحق، ہفت روزہ اہلحدیث، 10 تا 16 اپریل 2004۔ [2] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب كان النبي ﷺ إذا لم يقاتل أول النهار ...... حديث: 2966۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کشور کشائی کے لیے قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ جب اور جہاں چاہو اس کو ''تورا بورا'' بنا دو بلکہ جہاد سے اسلام کا مقصد امن و سلامتی اور عدل و انصاف کا قیام ہے۔ جہاد کا مقصد اگر قوت و طاقت سے کسی کو مسلمان بنانا ہوتا تو اسلام ذمی اور معاہد کے حقوق کا ذکر ہی نہ کرتا اور تو اور اہل کتاب کی پاکدامن عورتوں سے نکاح کی اجازت دیتا ہے تو وہ گویا کہ انھیں اپنے گھر اور اپنے معاشرے میں قابلِ احترام بیوی کا مقام دیتا ہے۔ اب انھی اہل کتاب کے بارے میں بھلا یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ جہاں کہیں ہوں، انھیں قتل کر دو، تہس نہس کر دو اور انھیں صفحہ ہستی سے مٹا دو۔ دہشت گردی کیا ہے؟ یہی نا کہ انسانوں کو بلاسبب (بلاوجہ) مار کر افراتفری اور دہشت پھیلانا اور کاروبارِ زندگی مفلوج و معطل کر دینا اور اس تعریف پر اگر آج کوئی پورا اترتا ہے تو وہ امریکہ، اس کے حواری اور ہنود و یہود ہیں جو خود ہی مدعی خود ہی منصف اور خود ہی حاکم کا کردار ادا کر کے عالمِ اسلام کے لیے بالخصوص اور پوری دنیا کے امن و امان کو بالعموم برباد کر رہے ہیں۔ جنگ عظیم کے بعد سے اب تک امریکہ بیس (20) سے زائد ملکوں میں فوجی مداخلت کر کے لاکھوں معصوم شہریوں کا خون بہا چکا ہے اور اپنے مفاد کے لیے جہاں چاہتا ہے ظلم و تشدد کا مظاہرہ کرتا ہے اور انھیں پتھر کے زمانہ میں دھکیل دینے کی دھمکیاں دیتا ہے۔ وہ ملک ویت نام ہو، کوریا ہو، بوسنیا ہو، لبنان ہو، سوڈان ہو، انڈونیشیا ہو، عراق ہو، سعودی عرب ہو یا کہ پاکستان۔

امریکہ کی اسی دھونس اور دہشت گردی کے سامنے عالمی ادارہ امن و سلامتی کونسل ہو یا اقوامِ متحدہ، بے بس ہے اور بدنام مسلمان ہو رہا ہے۔ اس صورتِ حال میں ہمیں چاہیے کہ اسلام کا نظامِ امن و سلامتی جو محمد رسول اللہ ﷺ لے کر تشریف لائے، پوری قوت و حکمت سے پھیلائیں اور دنیا کو بتلا دیں کہ امن و سلامتی کا ایک ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راستہ ہے جو اسلام نے بتلایا ہے۔ دہشت گردی کی کوئی گنجائش نہیں۔

اسلام دینِ امن وسلامتی

ظلم، بربریت، جارحیت، غارتگری، ناانصافی، شر انگیزی اور دہشت گردی کو روکنا جہاد کا مقصدِ وحید ہے۔ اسلام سلامتی وامن کا دین ہے۔ مسلمانوں نے تلوار اس وقت اٹھائی جب فتنہ وفساد کو روکنے کے لیے سفارتی سطح پر تمام کوشش ناکام ہو گئیں اور باطل استحصالی قوتوں کے قلع قمع کے لیے طاقت کا استعمال ناگزیر ہو گیا۔ بحیثیت دینِ امن اسلام کی ناگزیریت سے انکار ممکن نہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ کو کل جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ اسلام کی تعلیمات زمان ومکان کی حدود سے ماوراء ہیں اور قیامت تک انسانی تمدن کی جبین کا جھومر، علم ودانش کی آبرو اور حکمت وتدبیر کا وقار ہیں۔ اسلام امنِ عالم کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ رحمتِ عالم، محسنِ انسانیت ﷺ کی حیات مبارکہ میں حق کے دشمنوں کے خلاف لڑی جانے والی لڑائیوں کا نتیجہ پائیدار امن کی صورت میں سامنے آیا۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کی نشوونما ایک ایسے نظام حیات کے بغیر ممکن نہیں جو ہر سطح اور ہر مرحلے پر امن وسلامتی کی ضمانت فراہم نہ کرتا ہو۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾

”بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔“[1]

---

(1) آل عمران 3:19.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی عقائد وعبادات برائے حصولِ امن

اسلام چونکہ مستقل امن وسلامتی کا خواہاں ہے، اس لیے وہ تصورِ اسلام پر سب سے زیادہ زور دیتا ہے۔ اس کے لیے وہ سب سے پہلے فرد کے اندر امن کا احساس پیدا کرتا ہے اور اس کے ضمیر و وجدان میں عقیدۂ اخلاق کی ایسی جوت جگاتا ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ مجسمِ امن وسلامتی بن جاتا ہے کیونکہ انسان جب متعدد معبودوں کی پرستش کے باوجود بھی روحانی امن وسکون سے محروم رہتا ہے تو اسلام کا نظریہ توحید اسے تسلی دیتا ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ ﴾

”جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا، وہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔“[1]

یعنی امن وسکون تو اہل توحید کے لیے مقدر ہے۔ جب اسے دوسروں کے عیش و تنعم کے مقابلے میں اپنی بدحالی دیکھ کر پریشانی لاحق ہوتی ہے تو عقیدۂ قضا وقدر اس کے لیے سامانِ تسکین ثابت ہوتا ہے۔ جب وہ بے راہ رو ہونے لگتا ہے تو عقیدۂ آخرت اور اس کی ہولناکی اُسے راہ راست پر لے آتی ہے۔ جب کسی کا حق مارنے اور قتل وخون کا ارادہ کرتا ہے تو اسلام کا نظریۂ قصاص ودیت اس کے پاؤں کی زنجیر بن جاتا ہے۔ اس طرح فرد کی زندگی امنِ حقیقی سے آشنا ہو جاتی ہے۔

① الأنعام 82:6.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعینہ اسلامی عبادات بھی امن پروگرام کی تنفیذ میں غیر معمولی کردار ادا کرتی ہیں، مثلاً: نماز برائیوں سے روکتی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾

"یقیناً نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔"[1]

مخلوقِ الٰہی کے حقوق کی یاددہانی کراتی، نفس کو سرکشی اور استکبار سے روکتی اور اس کے اندر جذبۂ شکر پیدا کرتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝ ﴾

"بے شک انسان کو بے صبر (تھڑ دِلا) پیدا کیا گیا۔ جب اُسے شر پہنچے تو گھبرا جاتا ہے۔ اور جب اُسے خیر ملے تو نہایت کنجوس بن جاتا ہے۔ مگر وہ نمازی، جو اپنی نماز پر ہمیشہ قائم ہیں۔ اور جن کے مالوں میں حق مقرر ہے۔ سوالی اور محروم کا۔"[2]

زکاۃ اور انفاق فی سبیل اللہ سے غریبوں، معذوروں، یتیموں اور بے کسوں کی دادرسی کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَآ أَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ أَوْ إِطْعٰمٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۝ يَّتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ ﴾

"پھر (بھی) وہ مشکل گھاٹی میں نہ گھسا اور آپ کو کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ مشکل گھاٹی کیا ہے؟ وہ گردن چھڑانا ہے۔ یا کسی بھوک والے دن میں کھانا کھلانا ہے۔ کسی قرابت والے یتیم کو۔"[3]

---

[1] العنکبوت 45:29۔ [2] المعارج 70:19-25۔ [3] البلد 90:11-15۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾

''(اے نبی!) ان کے مالوں میں سے صدقے لیجیے (تاکہ) اس کے ذریعے سے آپ انھیں پاک کر دیں اور ان کا تزکیہ کریں۔''[1]

روزے سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ غریبوں کا دکھ درد سمجھنے کا موقع ملتا ہے اور اس سے بدکاری وفحاشی پر ضرب پڑتی ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ»

''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جس کے پاس بھی نکاح کرنے کی مالی وجسمانی طاقت ہو، اسے نکاح کر لینا چاہیے اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھے، اسے چاہیے کہ روزے رکھے کیونکہ روزہ اس کی خواہشاتِ نفسانی کو توڑ دے گا۔''[2]

حج جذبۂ وحدت پیدا کرتا ہے۔ تفریقِ رنگ ونسل مٹاتا ہے۔ ہر طرح کی برائیوں اور جنگ و جدل سے روکتا ہے اور تمام انسانیت کی فلاح و بہبود کا سامان فراہم کرتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾

''حج کے مہینے معلوم ومقرر ہیں، چنانچہ جس شخص نے ان (مہینوں) میں حج کو لازم کرلیا تو حج کے دوران میں وہ جنسی باتیں نہ کرے، اللہ کی نافرمانی نہ کرے

---

[1] التوبة 9:103۔ [2] صحيح البخاري، النكاح، باب قول النبي من استطاع منكم الباءة فليتزوج، حديث: 5065۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کسی سے جھگڑا نہ کرے۔"[1]

فرد کے بعد اسلام خاندان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کی سلامتی کے لیے سب سے پہلے ازدواجی زندگی کا پُرسکون تصور پیش کرتا ہے۔ بقائے امن کی خاطر اختلاطِ مرد وزن کو حرام اور عورتوں کے لیے پردہ لازم ٹھہراتا ہے۔ بدامنی پھیلانے والے عناصر کو قرار واقعی سزا کا مستحق قرار دیتا ہے:

﴿ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ﴾

"زانیہ عورت اور زانی مرد، ان دونوں میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو۔"[2]

اسی طرح اگر زوجین کے مابین نباہ کی کوئی صورت باقی نہیں رہ پاتی تو اسلام خاندانی امن کو برقرار رکھنے کے لیے طلاق کی بھی اجازت دیتا ہے۔ آج آزادیِ نسواں کی دعوے دار مغربی دنیا کا جائزہ لیں تو پتا چلے گا کہ مغربی معاشرے میں خواتین کے چہرے کی شادابی غائب ہو چکی ہے۔ ان کا قلبی سکون لٹ چکا ہے کیونکہ ان کا فیملی سسٹم بگڑا ہوا ہے۔ نتیجتاً وہ اسلام کو اپنے لیے جائے امان تصور کرنے لگی ہیں۔

فرد وخاندان کے بعد اسلام معاشرے میں قیام امن کی سعی کرتا ہے اور سدِّ ذرائع کے اصول پر عمل کرتے ہوئے بدامنی پھیلانے والے عناصر کو بیخ و بن ہی سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کرتا ہے، مثلاً: معاشرے میں بدامنی اختلاف وافتراق سے پھیلتی ہے۔ اسلام کہتا ہے:

﴿ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ ﴾

"اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم ہمت ہار بیٹھو گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی۔"[3]

امانت میں خیانت سے بدامنی پھیلتی ہے۔ اسلام کہتا ہے:

[1] البقرة 2:197. [2] النور 24:2. [3] الأنفال 8:46.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ﴾

''بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کو واپس کردو۔''①

فقر و فاقہ سے بھی بدامنی پھیلتی ہے۔ اسلام کہتا ہے:

﴿ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾

''صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں۔''②

ناانصافی کے پیٹ سے بدامنی جنم لیتی ہے۔ اسلام کہتا ہے:

﴿ اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ز﴾

''عدل کرو، یہی بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔''③

بدعہدی سے بدامنی پھیلتی ہے۔ اسلام کہتا ہے:

﴿ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ○﴾

''اور تم عہد پورا کرو، بے شک عہد کی بابت سوال ہوگا۔''④

ظلم کی پشت پناہی اور تعصب سے بھی بدامنی پھیلتی ہے۔ اسلام کہتا ہے:

﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ز﴾

''اور کسی قوم کی دشمنی تمھیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔''⑤

بدامنی جبر و اکراہ کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ اسلام اعلان کرتا ہے:

﴿ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ﴾

''دین میں کوئی زبردستی نہیں۔''⑥

① النسآء 58:4. ② التوبۃ 60:9. ③ المائدۃ 8:5. ④ بنی اسرائیل 34:17.
⑤ المائدۃ 8:5. ⑥ البقرۃ 256:2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشرے میں بدامنی لادینی سیاست سے پھیلتی ہے۔ بقول شاعرِ مشرق

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اسلام کی نگاہ میں ذوقِ جمال اور فارغ البالی ممنوع نہیں بلکہ وہ اسے بنظرِ استحسان دیکھتا ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ﴾

"(اے نبی!) کہہ دیجیے: جو زینت اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں، وہ کس نے حرام کی ہیں؟"[1]

لیکن آرٹ، کلچر اور فنونِ لطیفہ کے نام پر اشاعتِ فحش کی مذمت بھی کرتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ﴾

"بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔"[2]

اس طرح جب فرد اور معاشرے میں بدامنی پھیلانے والے عناصر کی روک تھام ہو جاتی ہے اور وہ امن وسکون کا نگہبان اور گہوارہ بن جاتا ہے تو اسلام قومی و بین الاقوامی سطح پر قیامِ امن کی کوشش کرتے ہوئے ساری انسانیت کو ایک اکائی قرار دیتا ہے، اخوت کی جہانگیری قائم کرتا ہے، رنگ ونسل کی تفریق مٹاتا اور معیارِ فضیلت تقویٰ کو قرار دیتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ﴾

[1] الأعراف 32:7۔ [2] النور 19:24۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے لوگو! بلاشبہ ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمھارے خاندان اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بلاشبہ اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ عزت والا (وہ ہے جو) تم میں سے زیادہ متقی ہے۔''①

اسلامی تصورِ امن کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر انسان کی جان اور خون کو محترم قرار دیتا ہے جس کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔ اس کی نگاہ میں قتلِ ناحق سب سے بڑا گناہ ہے۔②

حتیٰ کہ وہ کسی ایک انسان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل تصور کرتا ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ﴾

''جو شخص کسی کو قتل کر دے، سوائے اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد کرنے والا ہو تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔''③

کوئی شخص محض عقیدے، زبان اور قومیت کی بنیاد پر حقِ زیست سے محروم نہیں ہو سکتا۔ اسلام مخلوط سوسائٹی میں پُر امن بقائے باہمی کا نظریہ پیش کرتا بلکہ وہ عملاً اس کے استحکام کے لیے بھی کوشش کرتا ہے۔ وہ جہاں یہ حکم دیتا ہے کہ اپنے مسلم بھائیوں سے خندہ پیشانی سے ملو اور ان کے سلام کا گرم جوشی سے جواب دو

﴿وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ﴾

''اور جب تمھیں سلامتی کی کوئی دعا دی جائے تو تم اس سے اچھی سلامتی کی دعا دو، یا جواب میں وہی کہہ دو۔''④

وہاں فرقہ وارانہ ہم آہنگی برقرار رکھنے کے لیے، ہر مذہب کے مذہبی رہنماؤں کی

① الحجرات 13:49. ② صحيح البخاري، الشهادات، باب ماقيل في شهادة الزور، حديث: 2653. ③ المائدة 32:5. ④ النسآء 86:4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکریم بھی سکھاتا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾

''اور مشرکین اللہ کو چھوڑ کر جنھیں پکارتے ہیں، تم انھیں گالی مت دو، پھر وہ بھی جہالت میں، حد سے گذرتے ہوئے اللہ کو گالی دیں گے۔''[1]

لیکن اسلام کی ان تمام واضح تعلیمات کے باوجود، عام طور پر یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ مسلمان علیحدگی پسند، جنگجو اور ملکی و عالمی سلامتی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دہشت گردی کی بعض کارروائیوں میں کسی نام نہاد اسلام پسند فرد یا گروہ کے ملوث ہونے کے سبب اسلام اور سارے مسلمانوں ہی کو بدنام کرنا عام سی بات ہوگئی ہے اور اس کارروائی کو اسلامی دہشت گردی سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن جیکو (Jaco)، الفا، ایل ٹی ٹی ای، پی ایل اے، وشوا ہندو پریشد اور بجرنگ دل کی دہشت گردانہ کارروائیوں کو ہندو، یہودی یا مسیحی دہشت گردی قرار نہیں دیا جاتا۔ اس پر طرّہ یہ کہ آج اسلام کے نظریۂ جہاد کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ گویا مذہبی دیوانوں کا ایک گروہ ننگی تلوار لیے ہوئے خونیں آنکھوں کے ساتھ اللہ اکبر کے نعرے لگاتا ہوا چلا آ رہا ہو۔ جہاں کسی کافر کو دیکھتا ہو، پکڑ لیتا ہو اور تلوار اس کی گردن پر رکھ کر کہتا ہو کہ بول لا الہ الا اللہ ورنہ سر قلم کر دوں گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام میں جہاد کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور اس عمل کو ذِرْوَةُ سِنَامِ الْإِسْلَامِ (اسلام کی کوہان کی چوٹی) کہا گیا ہے لیکن کب؟ جبکہ حقوقِ انسانی پامال کر دیے جائیں، عبادت گاہوں کے وجود کو خطرہ لاحق ہو، اہل اسلام کی جان و مال، عزت و آبرو اور گھر بار خطرے میں پڑ جائیں۔ ظلم ہی ظلم ہو اور اصلاح کی کوئی صورت باقی نہ رہ جائے۔ ایسی صورت میں وہ فتنے کے ازالے اور اللہ کے کلمے کی سربلندی کے لیے

[1] الأنعام 108:6.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگ کا حکم دیتا ہے۔ وہ کسی بھی حال میں بھارت اور امریکا کی طرح ''آپریشن بلیو اسٹار'' اور ''آپریشن ان ڈیورنگ فریڈم'' کا بگل نہیں بجا دیتا بلکہ اس کی تعلیم یہ ہے کہ دورانِ جنگ محاربین کے بوڑھوں، بچوں، اپاہجوں، مذہبی رہنماؤں اور عورتوں سے تعرض نہ کیا جائے۔ مقتولین کا مثلہ نہ کیا جائے۔ آتش زنی، لوٹ مار، قتل عام، بم دھماکے، مفتوحین کے ساتھ وحشیانہ سلوک اور نسلی تطہیر سے پرہیز کیا جائے۔

کیا اس طرح کی بلند جنگی اخلاقیات کسی اور تہذیب میں پائی جاتی ہیں؟ عصر حاضر کا سب سے بڑا کرب یہ ہے کہ جب جنگ کے حوالے سے بات ہوتی ہے تو قصداً معاصر تہذیبوں کی جنگی بربریت اور خوں آشامی کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور جہادِ اسلامی کو نمک مسالحے کے ساتھ وحشت ناک انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ فرانس میں جمہوری انقلاب کے دوران میں بیک وار بیسیوں سروں کو ناریلوں کی طرح اڑانے والی گلوٹین کے ذریعے سے 66 لاکھ انسانوں کا صفایا کر دیا گیا۔ روس میں اشتراکی انقلاب کے دوران میں ایک کروڑ سے زائد جانیں تلف ہوئیں۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم میں بالترتیب 73 لاکھ 38 ہزار اور ایک کروڑ 6 لاکھ 50 ہزار آدم زادوں کا آفتابِ حیات گل ہوا۔ ہنسا پرمودھرما کے پجاریوں کی مہا بھارت بھی، ایک روایت کے مطابق کروڑوں انسانوں کے خون سے رنگین ہے۔[1]

اسی طرح حالیہ دنوں میں افغانستان اور عراق کے خلاف امریکہ کی غیر متوازن اور بلا جواز جنگ میں کتنی معصوم جانیں ہلاک ہوئیں اور کس قدر املاک برباد ہوئیں، وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، پھر بھی یہ باور کرایا جاتا ہے کہ یہ جنگیں عادلانہ تھیں اور عادلانہ ہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں کل 82 غزوات و سرایا میں صرف 918 افراد کی شہادت و ہلاکت کو دہشت و بربریت اور سنگ دلی تصور کیا جاتا ہے۔[2]

[1] رسول اکرم کی حکمتِ انقلاب، ص: 659,658. [2] رسول اکرم کی حکمت انقلاب، ص: 657.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصر یہ کہ اسلام نے امن کا جو تصور دیا ہے، وہ جامع، دیرپا اور ساری انسانیت کے لیے یکساں مفید ہے۔ اس کے برعکس معاصر تصوراتِ امن وقت کی پیداوار، انسانی تجربات کی اختراع اور الٰہی نظام کے تابع نہ ہونے کے سبب ناقابلِ عمل ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کے تصورِ امن سے دنیا کو واقف کرایا جائے۔ یقیناً وہ دن دُور نہیں جب دنیا یہ اعتراف کرلے گی کہ امنِ عالم فقط دامنِ اسلام ہی میں ملے گا۔

تجاویز

آخر میں قیامِ امن کے حوالے سے چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

انسانیت کا احترام

انسانی ترقی کے لیے عزتِ نفس کا خیال از حد ضروری ہے۔ آج دنیا میں قیامِ امن کی کوششیں اس لیے ناکام ہو رہی ہیں کہ اس کے نزدیک حکومت و قومیت اور لسانیت، انسانیت پر مقدم ہے۔ ناقابلِ انکار صداقت ہے کہ جب تک تقدسِ انسانیت کے بجائے تقدیس حکومت و قومیت اور لسانیت کا جذبہ کارفرما رہے گا، دوسروں کی حق تلفی ہوتی رہے گی، ظلم و بربریت کا عفریت انسان کے ذہن و دماغ پر سوار رہے گا تب تک دہشت گردی کے مظاہرے ہوتے رہیں گے۔

مخلوط معاشرت اور صحت مند مکالمہ

اس دنیا میں مذاہب اور تہذیبوں کا اختلاف امرِ واقع ہے جس کو مسلح تصادم اور معرکہ آرائی سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ باہمی گفت و شنید اور افہام و تفہیم کے لیے فضا خوش گوار رکھنی چاہیے تاکہ امن و سلامتی کے ساتھ زندگی گزاری جا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس نہج پر پیدا کیا ہے کہ وہ حسنِ خلق، احسان اور انصاف سے متاثر ہوتا ہے جبکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دھونس اور دھاندلی سے اس کے اندر ضد اور خود سری پیدا ہوتی ہے۔

پُر امن اختلافِ رائے اور آزادیِ اظہار

حصولِ امن کے لیے پُر امن اختلاف رائے اور مذہبی اظہار کی آزادی ضروری ہے۔ اس کے بغیر قیامِ امن محال ہے۔ 11 ستمبر کے واقعات کے بعد افغانستان کے خلاف امریکہ کی مسلح کارروائی کے تناظر میں ''ہیومن رائٹس واچ'' کے ڈائریکٹر نے کہا تھا:

''اگر امریکہ کی قیادت میں انسدادِ دہشت گردی کی مہم پُر امن اختلاف رائے اور مذہبی اظہارِ خیال پر حملے سے ہم آہنگ ہو جاتی ہے تو یہ اس چیز کی بنیاد کھوکھلی کر کے رکھ دے گی جس کو حاصل کرنے کے لیے امریکہ کوشش کر رہا ہے۔''[1]

اسبابِ تشدد اور ان کا انسداد

دہشت گردی کی کارروائیاں اور تشدد بہر حال قابلِ مذمت ہے۔ اس سے باز رکھنا انسانیت کی خدمت اور خیر خواہی ہے لیکن جو بات قابلِ غور ہے، وہ یہ کہ اگر معاملات کی اصلاح کے جائز اور معقول راستے بند کر دیے جائیں اور محض قوت، ہٹ دھرمی، مفاد پرستی اور تعصب کے ذریعے مادی و عسکری برتری اور علاقائی یا عالمی بالادستی جیسے مذموم مقاصد کے لیے دوسرے انسانوں کو ان کے حقوق سے محروم رکھا جائے اور ناانصافی ہوتی رہے تو اس کا فطری ردعمل ہو گا۔ اصل مسئلہ تشدد کے اسباب کی کھوج اور اصلاح کا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ، بموں، میزائلوں اور انسانی بستیوں پر آگ برسانے سے نہیں جیتی جا سکتی۔

[1] دی ہندو، دہلی، 28 ستمبر 2001ء۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام ہی اصل حل ہے

اس وقت دنیا میں قیامِ امن کے لیے جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اگرچہ اسلام کے تصور صلح سے زیادہ قریب ہے مگر یہ امن ترغیب وترہیب، مسلح مداخلت اور سامراجی اثر ورسوخ کے استعمال کے نتیجے میں عمل میں آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حصولِ امن کی عارضی صورت ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دنیا کو اسلام کے تصور ''سلام'' سے قریب کیا جائے جو ایک مثبت اور دائمی امن ہے۔

عصرِ حاضر کا شر

اس وقت مسلمان پوری دنیا میں مظلوم ہیں۔ مختلف کافر قوتیں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑی ہیں۔ ان کی بستیوں کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ ان کے وسائل کو لوٹا جا رہا ہے۔ ان کے بچوں اور عورتوں کو مارا جا رہا ہے۔ ان کے نوجوانوں اور بوڑھوں کو قتل کیا جا رہا ہے اور الٹا عالمی سطح پر ان کے خلاف دہشت گردی اور تشدد کا الزام لگایا جا رہا ہے تاکہ مسلمان دفاع نہ کر سکیں اور کافروں کے مظالم کا شکار رہیں۔ ایسے حالات میں مسلمانوں کے اہل علم کی ذمے داری ہے کہ کافروں کی سازشوں کو بے نقاب کریں اور اسلام کے پیغامِ امن کو عام کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ کافر فسادی ہے اور کافروں نے ہمیشہ فساد برپا کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ قرآن مجید کا تبصرہ ہے:

﴿وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ ۚ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝﴾

''یہ (قرآن) جو آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے، ان میں سے اکثر لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اضافے کا باعث بنا ہے، اور ہم نے قیامت کے دن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک ان کے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دیا ہے۔ جب کبھی وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور وہ زمین میں فساد کرنے کو دوڑتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“

اس وقت اہل کتاب ہی کا اٹھایا ہوا شر ہے جس کی زد میں پوری امت مسلمہ ہے۔ سب سے بڑا شر دہشت گردی کا الزام ہے اور اس الزام کے نتیجے میں امت مسلمہ کے صالح اور صاحبِ علم وتقویٰ افراد کو نشانہ بنا کر قتل کیا جا رہا ہے۔ اہل کتاب اسلام کو بے وقعت کرنا چاہتے ہیں جس طرح انھوں نے اپنے مذہب کو کونے میں لگایا ہے، اس لیے انھوں نے انتہا پسندی اور دہشت گردی کا الزام مسلمانوں پر چسپاں کر دیا ہے۔ کیا مسلمان واقعی انتہا پسند اور دہشت گرد ہیں؟ آیئے اس کا جائزہ لیں۔

انتہا پسندی

انتہا پسندی انگریزی کی اصطلاح ”Extremism“ کا ترجمہ ہے جو ہمارے ہاں پہلے پہل اخبارات میں استعمال ہوئی، پھر دیکھتے ہی دیکھتے مذہبی گروہوں پر چسپاں ہونے لگی۔ انگریزی زبان کا یہ لفظ ”Extreme“ سے نکلا ہے جس کے متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں:

انتہائی دور دراز، مرکز سے بعید ترین، سخت، شدید، انتہا پسند، آخری سرے کا، انتہا، حد اور سرا وغیرہ۔ Extremism کے معنی ”انتہا پسندی اور غلو“ وغیرہ ہیں۔[2]

خلاصہ کلام یہ کہ انتہا پسندی ایسا رویہ ہے جو معمول کے مطابق نہیں ہے۔ کسی معاشرے کے فکری وعملی پیمانوں سے باہر اور تہذیبی حدود سے خارج ایسا رویہ جس میں

[1] المائدة 5:64.

[2] Webster University Dictionary, P. 458.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل اور افہام و تفہیم کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ اس اعتبار سے منصفانہ جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام انتہا پسند نہیں بلکہ معمول کا ایک نظریہ حیات ہے جو تعمیر شخصیت اور استحکام اجتماعیت میں خاص کردار ادا کرتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے اندر اعتدال اور توازن ہے۔ قرآن کریم نے انتہا پسندی کو غلو سے تعبیر کیا ہے۔ قرآن مجید نے غلو سے منع کیا:

﴿يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِي دِينِكُمۡ وَلَا تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡحَقَّۚ﴾

”اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزر جاؤ اور اللہ کے بارے میں حق بات کے سوا کچھ نہ کہو۔“[1]

غلو کے معنی کسی چیز کے حد سے تجاوز کرنے کے ہیں۔[2]

ایک اور لفظ اَلإِفْرَاط ہے جس کے معنی حد سے بہت زیادہ تجاوز کر جانے کے ہیں اور تفریط کے معنی فرط، یعنی تقدم میں کوتاہی کرنے کے ہیں، چنانچہ محاورہ ہے: مَا فَرَّطْتُ فِي كَذَا: ”میں نے فلاں معاملے میں کوتاہی نہیں کی۔“[3]

اَلطَّرَف ہر شے کا منتہا۔ اسی سے ”اَلتَّطَرُّف“ حدِ اعتدال سے بڑھ جانا، یعنی انتہا پسندی نکلا ہے۔[4]

---

① النسآء 4:171. ② مفردات القرآن: 763/2. ③ مفردات القرآن: 791/2.
④ مصباح اللغات، ص: 508.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام دینِ اعتدال وتوازن

عقائد میں

﴿يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ﴾

''اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزر جاؤ۔''[1]

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''مجھے حد سے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے ابن مریم علیہ السلام کو بڑھایا تھا۔ میں تو صرف اس کا بندہ ہوں، چنانچہ تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔''[2]

عبادات میں: ایک حدیث میں ہے کہ تین صحابہ کرام نے نیک نیتی کے ساتھ رہبانیت کا ارادہ فرمایا:

«فَقَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَأَنَا أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا»

''ان میں سے ایک نے کہا: آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔ تیسرے

(1) النساء 4:171. (2) صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ﴾، حديث: 3445.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے کہا: میں عورتوں سے جدائی اختیار کرلوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔"
جب نبی کریم ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا:
"میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، رات کی نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں نے عورتوں سے شادیاں بھی کر رکھی ہیں، چنانچہ جس نے میری سنت (طریقے) سے منہ موڑا، وہ مجھ سے نہیں۔"[1]

اخلاقیات میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝﴾
"اور تو لوگوں کے لیے اپنا رخسار نہ پھلا اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، بے شک اللہ کسی اکڑنے والے، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔"[2]
﴿وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِن صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ۝﴾
"اور تو اپنی چال میں میانہ روی رکھ، اور اپنی آواز کچھ نیچی رکھ، بلاشبہ سب آوازوں سے بری یقیناً گدھوں کی آواز ہے۔"[3]

معیشت میں

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ﴾
"کھاؤ، پیو اور اسراف نہ کرو۔"[4]

(1) صحيح البخاري، النكاح، باب الترغيب في النكاح، حديث:5063. (2) لقمٰن 18:31. (3) لقمٰن 19:31. (4) الأعراف 31:7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو، البتہ دو باتوں سے گریز کرو، اسراف اور تکبر سے۔''[1]

بعض سلف رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آدھی آیت کریمہ میں ساری طب جمع کر دی۔[2]

اللہ رب العزت نے تبذیر (مال کو بے جا خرچ کرنے) سے بھی منع فرمایا:

﴿ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوٓا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ﴾

''اور اسراف اور بے جا خرچ سے بچو، بلاشبہ بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔''[3]

اللہ تعالیٰ نے تبذیر کرنے والے کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے بعض کے ہاں تبذیر کے معنی ناجائز امور میں خرچ کرنا ہیں چاہے تھوڑا ہی ہو۔[4] جائز امور پر سب کچھ لٹا دینا اسراف نہیں ہے کیونکہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سنت ہے۔

قرآن کریم نے اعتدال و توسط کا اعلان کیا کہ دینِ اسلام اعتدال و توازن کا دین ہے:

﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ﴾

''اور اسی طرح ہم نے تمھیں بہتر امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے۔''[5]

چونکہ مسلمانوں کا اپنا نظام اقدار ہے اور وہ اس پر مطمئن ہیں تو انھیں بزور اس نظام کو ترک کرنے پر کیوں مجبور کیا جا رہا ہے؟ مسلمان اپنے دین کے مطابق زندگی گزارنا

[1] صحيح البخاري، اللباس، باب قول الله تعالىٰ ﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِيٓ أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ ﴾ - قبل حديث: 5783. [2] تفسیر ابن کثیر، الأعراف: 31:7. [3] بنی اسرائیل 27,26:17. [4] تفسير أحسن البيان، بنی اسرائیل: 27:17. [5] البقرة 143:2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہتے ہیں تو مغرب کو اس سے کیا تکلیف ہے؟ مشکل یہ ہے کہ مغرب پوری دنیا کو اپنا کلچر دینے پر اصرار کر رہا ہے اور جو شخص، گروہ یا ملک ایسا کرنے میں پس وپیش کرتا ہے تو اس پر انتہا پسندی کا لیبل لگا کر اس کے خلاف طاقت کا استعمال کیے جا رہا ہے۔ یہی وہ فساد ہے جسے قرآن مجید نے خشکی اور تری کا فساد قرار دیا ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

''خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد ظاہر ہو (پھیل) گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ انھیں ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے، عجب نہیں کہ وہ باز آ جائیں۔''[1]

دہشت گردی

مسلمانوں پر جس طرح عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا ہے، اس کے نتیجے میں ناامیدی اور مایوسی کی ایک کیفیت پیدا ہوئی ہے۔ بعض مسلمانوں نے کفر و الحاد کے اجتماعی تشدد کے جواب میں محدود اور انفرادی تشدد کی کارروائیاں شروع کی ہیں۔ اس پر سارا مغرب چیخ اُٹھا ہے اور اس انفرادی جوابی تشدد کو دہشت گردی کا نام دے کر مزید اجتماعی اور منظم دہشت گردی پر اُتر آیا ہے۔ چونکہ اس کے پاس اسلحہ اور میڈیا کی طاقت ہے، اس لیے مسلمانوں کو مسلّمہ دہشت گرد قرار دیا جا رہا ہے۔ ان کا خون مباح سمجھا جا رہا ہے لیکن مغرب اور مشرق کی طاقتور قومیں جو تخریب کاری کر رہی ہیں، اسے دہشت گردی کا نام نہیں دیا جاتا، لہٰذا ہم یہاں ''دہشت گردی'' کی تعریف بیان کریں گے۔

دہشت گردی کا مفہوم

www.KitaboSunnat.com

دہشت گردی اصطلاح کے طور پر استعمال ہونے والا لفظ ضرور ہے مگر اس کی تعریف ابھی تک جامع انداز میں سامنے نہیں آ سکی۔ مختلف ماہرینِ علوم نے اس کی تعریف

[1] الروم 41:30

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوئے الگ الگ عناصر شامل کیے ہیں۔ وقت اور جگہ کے ساتھ ساتھ اس کے تعریفی الفاظ تبدیل ہوتے رہتے ہیں لیکن ان میں ایک بات مشترک ہے، وہ یہ کہ اس عمل میں تشدد اور تباہی کے ذریعے سے سیاسی مقاصد کا حصول ہی اصل روح ہے۔

دہشت گردی کی ایک سادہ سی تعریف یوں ہوسکتی ہے:

''دہشت گردی ایک ایسا فعل ہے جس میں بڑی منصوبہ بندی اور سوچ بچار کے بعد تشدد اور تباہی کا مخصوص راستہ اپنایا جاتا ہے تاکہ خاص سیاسی، مذہبی یا لسانی و نسلی مقاصد حاصل کیے جا سکیں۔ اگر یہ فعل مالی مقاصد حاصل کرنے کے لیے کیا گیا ہوگا تو ایجنسی مذکور یا ریاست کو بھاری مالی نقصان سے دوچار کردے گا۔''[1]

ایک امریکی فلاسفر جین کنز (Jenkins) کے نزدیک دہشت گردی کی تعریف یوں ہے:

''دہشت گردی نام ہے تشدد کیے جانے کا اور تشدد کے واقعات کے تسلسل کا تاکہ خوف کی فضا قائم رکھی جا سکے۔ ضروری نہیں کہ تشدد کی یہ کارروائی انھی لوگوں کے خلاف ہو جو دہشت گردوں کے مخالف ثابت ہوتے ہیں۔ زیادہ تر تشدد کا نشانہ بننے والے لوگ معصوم ہوتے ہیں، اس لیے خوف کی فضا دہشت گردی کا آخری مقصد نہیں بلکہ یہ تو ایک راستہ ہے اصل منزل تک پہنچنے کا۔''[2]

According to "Encyclopedia of Britannica:

"The systematic use of terror or unpredictable violence against governments, public or individuals to attain a political objective.

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے مطابق:

''کسی سیاسی مقصد کے حصول کے لیے حکومت، عوام یا کسی فرد کے خلاف تشدد

① دہشت گردی (ایک مکمل مطالعہ) از انعام الحسن سحری، ص: 40.

② دہشت گردی (ایک مکمل مطالعہ)، ص: 41.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خوف و ہراس کا استعمال دہشت گردی کہلاتا ہے۔''[1]

بعض علماء نے دہشت گردی کی تعریف یوں کی ہے:

''سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے قوت کے استعمال کو دہشت گردی کہا جائے گا۔''[2]

دہشت گردی کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے:

''دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر مشتبہ افراد کو کسی غیر جانبدارانہ عدالتی طریقے سے ان کا جرم ثابت کیے بغیر یک طرفہ طور پر سزا دینے کی کوشش بھی دہشت گردی ہی قرار پائے گی۔''[3]

ایک متفقہ مکتب فکر کے نزدیک تھارن ٹن (Thornton) کی یہ تعریف قابل تحسین ہے:

''دہشت کو برسر اقتدار سیاسی گروہ کے خلاف بعض سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظریات تبدیل کرنے کے لیے دباؤ کے طور پر استعمال کیے جانے کا نام دہشت گردی ہے۔ اس میں تشدد کے استعمال کی دھمکی بھی شامل ہے اور تشدد کا بھرپور استعمال بھی۔''[4]

According to the "Oxford Encyclopedia:"

"Terrorism is a deliberate, unjustifiable and random use of violence for political ends against protected persons.

آکسفرڈ انسائیکلوپیڈیا کے مطابق:

''سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے اہم افراد کے خلاف دانستہ اور بلا جواز تشدد کا

---

① Encyclopedia of Britannica, V II, 650.

② ماہنامہ محدث، جنوری 2001ء۔

③ امریکہ کا بلا جواز حملہ، ماہنامہ ترجمان القرآن، نومبر 2001ء، ص:3.

④ دہشت گردی (ایک مکمل مطالعہ)، ص:43.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا گیا ہے۔[1]

محمد مشتاق احمد نے دہشت گردی کے بارے میں یوں بیان کیا ہے:

''انسان خواہ مقاتلین ہوں یا غیر مقاتلین، ان کے حقوق کی خلاف ورزی میں طاقت کا استعمال یا اس کی دھمکی، دانستہ طور پر غیر قانونی طریقے سے ہو اور اس کا مقصد معاشرے میں خوف و دہشت پھیلانا ہو تو اسے دہشت گردی کہا جائے گا، خواہ اس کا ارتکاب افراد کریں یا ان کی تنظیم یا کوئی حکومت۔''[2]

ایک ماہر ''والف'' نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

''دہشت گردی کا خاص مقصد یہ ہے کہ غیر قانونی سرگرمیوں اور کارروائیوں کے ذریعے سے ایک خاص علاقہ، ریاست یا ملک میں رہنے والی اقلیتوں کے اعتماد کو متزلزل کر دیا جائے تا کہ زیادہ تر لوگ اپنے آقاؤں یا اپنی حکومتوں سے متنفر ہو جائیں، حتیٰ کہ ان کی علیحدگی کا عمل مکمل اور نا قابلِ واپسی ہو جائے۔ ان کے مقاصد میں جمہوری حکومتوں کو نا قابلِ برداشت حد تک تنگ کرنا ہے، حتیٰ کہ دہشت گرد لوگوں کے مطالبات من وعن قبول کر لیے جائیں۔''[3]

According to "The world book Encyclopedia:"

"Terrorism is the use or threat of violence to create fear and alarm. Most terrorists commit crimes to support political causes."

دی ورلڈ بک انسائیکلو پیڈیا کے مطابق:

''خوف و ہراس پیدا کرنے کے لیے تشدد کا استعمال دہشت گردی ہے۔ اکثر

---

① Clash of Civilizations by Huntington.

② دہشت گردی کی تعریف، ماہنامہ اشراق، مارچ 2002ء۔

③ دہشت گردی (ایک مکمل مطالعہ)، ص: 44.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقتاً فوقتاً استعمال دہشت گردی کہلاتا ہے۔"①

ہن ٹنگٹن نے اپنی کتاب میں دہشت گردی کی تعریف کچھ یوں بیان کی ہے:

"یہ محرومی اور بے بسی کے جواب میں سیاسی مقاصد کے لیے قوت کا استعمال ہے جس کا ہدف کوئی ذاتی فائدہ حاصل کرنا نہ ہو بلکہ مقابل قوت کو متوجہ اور خائف کرنے کے لیے کوئی ایسی چونکا دینے والی کارروائی کرنا ہے جو نقصان بھی پہنچائے اور توجہ کو اس مقصد کی طرف مبذول کرانے کا ذریعہ بنے جس کے لیے تشدد کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ اسی لیے اسے طاقتور کے مقابلے میں کمزور کا ہتھیار کہا گیا ہے۔②

محمد مشتاق احمد نے دہشت گردی کے بارے میں یوں بیان کیا ہے:

"انسان خواہ مقاتلین ہوں یا غیر مقاتلین، ان کے حقوق کی خلاف ورزی میں طاقت کا استعمال یا اس کی دھمکی، دانستہ طور پر غیر قانونی طریقے سے ہو اور اس کا مقصد معاشرے میں خوف و دہشت پھیلانا ہو تو اسے دہشت گردی کہا جائے گا، خواہ اس کا ارتکاب افراد کریں یا ان کی تنظیم یا کوئی حکومت۔"③

ایک ماہر "والف" نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

"دہشت گردی کا خاص مقصد یہ ہے کہ غیر قانونی سرگرمیوں اور کارروائیوں کے ذریعے سے ایک خاص علاقہ، ریاست یا ملک میں رہنے والی اقلیتوں کے اعتماد کو متزلزل کر دیا جائے تاکہ زیادہ تر لوگ اپنے آقاؤں یا اپنی حکومتوں سے متنفر ہو جائیں، حتیٰ کہ ان کی علیحدگی کا عمل مکمل اور ناقابلِ واپسی ہو جائے۔ ان کے

① Oxford Encyclopedia of the Modern Islamic World, New York, Vol 4, P.250.

② Clash of Civilizations by Huntington.

③ دہشت گردی کی تعریف، ماہنامہ اشراق، مارچ 2002ء۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقاصد میں جمہوری حکومتوں کو ناقابلِ برداشت حد تک تنگ کرنا ہے، حتیٰ کہ دہشت گرد لوگوں کے مطالبات من وعن قبول کر لیے جائیں۔"①

According to "The world book Encyclopedia:"

"Terrorism is the use or threat of violence to create fear and alarm. Most terrorists commit crimes to support political causes."

دی ورلڈ بک انسائیکلوپیڈیا کے مطابق:

"خوف وہراس پیدا کرنے کے لیے تشدد کا استعمال دہشت گردی ہے۔ اکثر دہشت گرد جرائم کا ارتکاب سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے کرتے ہیں۔"②

ایک امریکی پروفیسر اور متلاشیِ حق سکالر نوم چومسکی نے نومبر 2001 میں اسلام آباد میں ایک لیکچر دیا جس میں انھوں نے دہشت گردی کے بارے میں اظہار رائے کیا اور کہا:

"دہشت گردی کمزور کا ہتھیار ہے لیکن اسے زیادہ تر طاقتور استعمال کرتا ہے۔"③

According to Groliers Encyclopedia:

"Terrorism is the sustained, clandestine use of violence, including murder, kidnapping, hijacking, and bombing, to achieve a political purpose. In popular usage, however, as influenced by politicians and the media. "terrorism is now increasingly used as a generic term for all kinds of political violence, especially as manifested to-revolutionary and guerrilla warfare Nevertheless not all political violence short of conventional war in

---

① دہشت گردی (ایک مکمل مطالعہ)، ص: 44۔

② The World Book Encyclopedia, Vol 19, P .178.

③ کیا نوم چومسکی انسان سے مایوس ہو رہے ہیں؟ از ارشاد احمد حقانی، روزنامہ جنگ، لاہور، 28 نومبر 2001ء۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

terrorism."

گرولیئر کے انسائیکلو پیڈیا کے مطابق:

''کسی سیاسی مقصد کے حصول کے لیے چوری چھپے تشدد کا مستقل استعمال جس میں قتل، اغوا، جہازوں کا اغوا اور بارود کا استعمال شامل ہیں، دہشت گردی کے ضمن میں آتے ہیں۔ دہشت گردی کا لفظ اب ہر قسم کے سیاسی تشدد کے لیے استعمال ہوتا ہے خصوصًا انقلابی اور گوریلا جنگی کارروائیوں کے لیے تاہم روایتی جنگ دہشت گردی میں شامل نہیں۔''①

آکسفورڈ کنسائز ڈکشنری آف پالیٹکس کے اس اقتباس کو حرف معتبر کہا جا سکتا ہے:

''حکومتوں یا اہل علم تجزیہ نگاروں کے درمیان اس (دہشت گردی) کی کوئی متفق علیہ تعریف نہیں ہے۔ بالعموم جانی نقصان پہنچانے والی سرگرمیوں کو بیان کرنے کے لیے یہ اصطلاح بلا استثنا استعمال کی جاتی ہے جسے سرکاری اور نیم سرکاری گروہ اپنے سیاسی مقاصد کی خاطر اچھالتے ہیں۔ بعض اوقات دہشت گردی نیم سرکاری اداروں کے بجائے حکومتوں کے لیے بھی بڑے مفہوم میں استعمال کی جاتی ہے۔''②

نوم چومسکی نے بھارت میں ''فرنٹ لائن'' کے سیمینار میں اس موضوع پر بڑی کھری کھری باتیں کیں:

''دہشت گردی، تشدد یا تشدد کی دھمکی کا نپا تلا استعمال ہے جو دباؤ ڈال کر اور جبر یا خوف پیدا کر کے سیاسی، مذہبی یا نظریاتی نوعیت کے اہداف حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔''③

---

① Grolier's Encyclopedia, 1992.

② Oxford Dictionary of Politics, 1992, P .492.

③ کیا نوم چومسکی انسان سے مایوس ہو رہے ہیں، روزنامہ جنگ، لاہور، نومبر 2001ء۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا وحید الدین خاں نے دہشت گردی کی تعریف یوں کی ہے:

''دہشت گردی اس مسلح کارروائی کا نام ہے جو کسی غیر حکومتی تنظیم نے کی ہو۔ یہ غیر حکومتی تنظیم خواہ کوئی بھی عذر پیش کرے، وہ ہر حال میں ناقابلِ قبول ہوگا۔''[1]

مختصر یہ کہ ہر مفکر نے دہشت گردی کی تعریف ایک مختلف انداز میں کی ہے جس کی وجہ سے اس کی تعریف پر ابھی تک اتفاق نہیں ہو سکا، تاہم سیاسی مقاصد کے لیے جارحانہ حملے کا مفہوم اس میں پایا جاتا ہے۔ عام طور پر اس سے یہی مراد لیا گیا ہے۔

امریکہ کی وزارتِ دفاع کے ایک سابق فوجی و سیاسی تجزیہ نگار جان مور (John moore) نے اپنے مقالے ''اسلامی دہشت گردی'' میں دہشت گردی کی یوں تعریف کی ہے:

Terrorism is the unlawful or threatened use of force or violence against individuals or property to coerce or intimidate governments or societies, often to achieve political, religious or ideological objectives.

''سیاسی یا نظریاتی مقاصد کے حصول کے لیے مختلف معاشروں، حکومتوں، افراد یا املاک کے خلاف غیر قانونی طور پر طاقت کے استعمال کی دھمکی، دہشت گردی کہلاتی ہے۔''[2]

دہشت گردی کی یہ تعریف اگر درست ہے تو کم از کم کوئی مسلمان ملک گزشتہ عشرے میں اس قسم کی دہشت گردی کا مرتکب نہیں ہوا، البتہ امریکہ اور اس کے حلیف اس دہشت گردی کے مرتکب ضرور ہوئے ہیں اور صدر امریکہ کا دفعِ خطر کے لیے ''پیشگی حملوں کا نظریہ'' "Doctorine of preemption" متذکرہ بالا تعریف کی روشنی میں دہشت گردی کی بدترین شکل ہے۔ بایں ہمہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے صدر اور ان

① دہشت گردی کیا ہے؟ از وحید الدین خان، ماہنامہ تذکیر، لاہور، جون 2002ء۔

② John Moore: The Evolution of Islamic terrorism, P.1, www.state.gov.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی انتظامیہ بزعمِ خود دہشت گردی کے خلاف نبرد آزما ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ عالمِ اسلام خود اس وقت بدترین دہشت گردی کا شکار ہے۔ اپنے دفاع کے لیے کسی بامعنی حکمتِ علمی سے عاری اور تہی دامن ہے۔ استعماری طاقتیں آہستہ آہستہ مقاومت اور دفاعی صلاحیت رکھنے والی اسلامی ریاستوں کے گرد گھیرا تنگ کرتی جارہی ہیں۔

دہشت گردی کے اسباب اور ان کا تدارک

دہشت گردی کے اسباب کیا ہیں؟ اصل مسئلہ ان اسباب کی کھوج اور ان کی اصلاح ہے جن کے نتیجے میں دنیا کے بیشتر علاقوں میں بشمول امریکہ اور یورپ بغاوت اور بے چینی کی لہریں اٹھ رہی ہیں اور مظلوم انسان اپنی جان پر کھیل جانے کے لیے مجبور ہو رہے ہیں۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ بموں، میزائلوں اور انسانی بستیوں پر آگ برسانے سے نہیں لڑی جاسکتی۔ یہ جنگ تو اسی نوعیت کی جنگ ہے جو غربت، افلاس، بیماری اور جہالت جیسے فتنوں کے خلاف لڑی جاتی ہے۔ یہ غصہ اور طاقت سے نہیں، حکمت اور تدبیر سے لڑی جاتی ہے۔ انسانی مسائل کی گرہ کشائی کا راستہ ترک کر کے عسکری قوت سے جب بھی انسانوں کو دبانے کی کوشش ہوئی، وہ ناکام رہی۔ تشدد کو بڑھانے اور ظلم میں اضافہ کرنے کا اس سے زیادہ موثر کوئی اور طریقہ نہیں کہ انتقام کی آگ میں جل کر عوامی تحریکوں کو قوت سے کچلنے کی کوشش کی جائے۔

دہشت گردی اور اس کے خلاف جنگ دونوں انسانیت کے لیے لمحۂ فکریہ ہیں۔ 11 ستمبر سے جو حقیقی سبق سیکھا جا سکتا تھا، اسے امریکی قیادت اور اس کی نکیل تھامنے والی صیہونی لابی نے امریکی قوم اور پوری دنیا کی آنکھوں سے اوجھل کرنے کی بڑی منظّم اور عالمگیر جدوجہد کی اور مغربی میڈیا نے اس سلسلے میں بڑا ہی کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ دہشت گردی ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخلاقی اور انسانی جرم ہے لیکن ہر جرم کی طرح اس کا مقابلہ جرم کے اسباب اور تائیدی عوامل کے تعین اور تجزیے کے بغیر ممکن نہیں۔ 11 ستمبر کے دل دہلا دینے والے واقعے نے بھی امریکی قیادت کی آنکھیں نہیں کھولیں اور اس نے حالات کے معروضی جائزے اور حقیقت پسندانہ ردعمل کی جگہ جذباتی اور ہیجانی انداز میں اس انسانی تباہی کو بھی اپنے سیاسی اور معاشی مقاصد اور مفادات کے حصول کے لیے بے دردی سے استعمال کیا ہے۔ یہ ناکامی خود گیارہ ستمبر کے حادثے کی تباہ کاری سے بھی بڑی تباہی کا باعث ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسئلے کی اصل نوعیت کو سمجھا جائے اور کم از کم ان تمام انسانوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی جائے جنھیں حق وانصاف اور انسانی فلاح وسلامتی عزیز ہے۔ وہ اسباب جنھوں نے دورِ جدید میں معاشرتی زندگی کے اندر اضطراب پیدا کر دیا ہے اور دہشت گردی کو فروغ دیا ہے، مندرجہ ذیل ہیں:

① معاشی ناہمواریاں

جدید دور میں معاشی ناہمواریوں کی وجہ سے محروم طبقات کے اندر اضطراب ہے۔ پرانے زمانے میں مالدار اور محروم طبقات دونوں اپنی مادی خواہشات کو محدود رکھتے تھے اور ہر طبقے کے لیے خوشیوں کے مواقع موجود رہتے تھے، لیکن دورِ جدید میں لوگوں کی خواہشات اور تمنائیں بہت بڑھ گئی ہیں، پھر معاشی لحاظ سے امراء اور غرباء کے درمیان نفرت پیدا ہونے اور احساسِ محرومی کے تیز ہونے کے مناظر نظر آتے ہیں۔

ایک درندہ شکار کر کے پیٹ بھر لیتا ہے تو بیٹھ جاتا ہے یا سو جاتا ہے لیکن ایک محروم انسان جب انتقام پر آتا ہے تو سب کچھ تباہ کرنے پر بھی تشفی نہیں پاتا بلکہ وہ اس وقت تک اطمینان نہیں پاتا جب تک وہ خود اپنے آپ کو بھی خودکش بم کے ساتھ پارہ پارہ نہیں کر دیتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا ہم نے اگر دنیا سے تشدد ختم کرنا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ دولت کو منصفانہ طور پر تقسیم کیا جائے۔ محروم طبقات کی کم از کم ضروریات کو پورا کیا جائے۔ امراء اپنی امارت کے اظہار کو محدود کریں۔ اگر وہ عیش پرستی سے باز نہیں آسکتے تو اسے خفیہ رکھیں۔ ہوٹلوں، مکانوں، سواریوں، محلوں، سکولوں اور ہسپتالوں میں امراء اور غرباء کے فرق کو محدود کریں۔ فاصلے کم کریں اور معاشرے سے ان تمام مظاہر کو دور کریں جن کی وجہ سے محروم طبقات کی دنیا میں ایک ہیجان اور تلاطم برپا ہوتا ہے۔

اسلام نے اس بات کی طرف انسانوں کو بہت پہلے متوجہ کیا ہے۔ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا:

«أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ، فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ»

''یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے مال پر زکاۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے غربا کو لوٹا دی جائے گی۔''[1]

گویا کہ محروم لوگوں کے لیے اسلام نے معاشی کفالت کا انتظام کیا ہے۔ زکاۃ کے علاوہ اسلام نے صدقات نافلہ کا بھی حکم دیا ہے۔ ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ فِي الْمَالِ حَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ»

''مسلمانوں کے مال پر زکاۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔''[2]

② سیاسی مظالم

رینڈ کرپورین کے اسکالر پارچینی کا یہ بیان کچھ عرصہ قبل امریکی اخبارات میں شائع

---

① صحيح البخاري، الزكاة، باب أخذ الصدقة من الأغنياء وترد في الفقراء……، حديث: 1496.

② جامع الترمذي، الزكاة، باب ماجاء أن في المال حقا سوى الزكاة، حديث: 660.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا ہے:

''اگر آپ دہشت گردی کی اس صورتحال کو دیکھیں تو آپ اسے ایک سادہ یک رخے سیاسی فیصلے کی حیثیت سے نہیں دیکھتے بلکہ عوامل کا ایک مجموعہ اسے متحرک رکھتا ہے۔''

فلپائنی صدر کے ایک مشیر Jose T.Almonte نے انٹرنیشنل ہیرالڈ ٹریبون کے جولائی 2002ء کے آخری ہفتے کے ایک شمارے میں بہت کام کی بات لکھی ہے:

''دہشت گردی کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے ناگزیر طور پر سفارتی، سیاسی، معاشی، مالیاتی اور ثقافتی اقدامات بشمول پولیس اور فوجی اقدام کے کرنا ہوں گے۔ ترقی پذیر دنیا کے بیشتر حصوں میں سیکولر ریاست اپنی سیاسی آزادی، معاشی خوشحالی اور عدل وانصاف کے وعدوں کو پورا نہیں کرسکی ہے۔''

بات درست ہے لیکن آل مونٹے (Almonte) نے آدھی بات کہی ہے۔ سیکولرزم کی ناکامی اور سماجی انصاف سے محرومی کے ساتھ ساتھ سیاسی ظلم اور غیر ملکی قبضے بھی ایک اہم سبب ہیں۔ فلسطین، کشمیر، شیشان اور متعدد مقامات پر سیاسی غلامی، استبداد اور دنیا کے مختلف علاقوں میں امریکی فوجی تسلط اور مداخلت بھی نفرت اور انتقام کی آگ کو ہوا دے رہے ہیں۔ صدر بش کی زبان سے بھی 11 ستمبر اور دہشت گردی کے اسباب کے سلسلے میں یہ الفاظ نکل ہی گئے جو خود ہنری کسنجر نے اپنے ایک مضمون میں نقل کیے ہیں:

''یہ اس کے بغیر ممکن نہیں تھا کہ ان ممالک کی خاموش حمایت کا تعاون حاصل ہوتا جو جارج ڈبلیو بش کے الفاظ میں ''دہشت گردی'' کی مخالفت کرتے ہیں لیکن اس نفرت کو انگیز کرتے ہیں جو دہشت گردی کرتی ہے۔''[1]

اصل سبب ظلم اور ناانصافی کا وہ نظام ہے جس میں اسرائیل، فلسطین پر ناجائز طور پر

[1] گیارہ ستمبر کی ستم کاریاں از خورشید احمد، ترجمان القرآن، لاہور، ستمبر 2002ء، ص:27۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قابض ہو کر وہاں ریاستی دہشت گردی کر رہا ہے۔ کشمیر پر بھارت کا تسلط ہے اور وہ ریاستی دہشت گردی کر رہا ہے۔

گویا عالمی سطح پر امریکہ کی بالادستی کے منصوبے اور پوری عسکری، سیاسی، معاشی اور ثقافتی یلغار ہی وہ اصل سبب ہے جس نے مجبوراً انسانوں کو بغاوت اور تشدد پر ابھارا ہے۔

③ سائنسی اور عسکری ترقی میں کمی

اس ضمن میں تاریخ اسلام پر نظر رکھنے والے بعض مخلص لوگ بھی موجودہ حالات کا غلط تاریخی تجزیہ کرتے ہوئے یہ محسوس کرتے ہیں کہ جب سے ہم عسکری ٹیکنالوجی میں غیر مسلم اقوام سے پیچھے ہوئے، اسی وقت سے ہمارا زوال شروع ہو گیا تھا۔ اس سلسلے میں وہ اپنے تئیں کچھ ٹھوس دلیلیں بھی دیتے ہیں، مثلاً: ان کا خیال ہے کہ برصغیر میں مغلوں کا زوال ہی اس وجہ سے شروع ہوا کہ ان کی ہم عصر غیر مسلم اقوام ایجادات و اختراعات میں ترقی کر رہی تھیں جبکہ مغل حکمران ابھی تیر و تلوار ہی پر قناعت کیے ہوئے تھے۔ ان کی تیاریاں بڑھتی جا رہی تھیں۔ وہ زمین سے فضا تک کی تسخیر میں منہمک تھے۔ ایسے عصری سائنسی انقلاب سے بے نیاز مسلمان حکمران ان کے آگے کیسے ٹھہر سکتے تھے۔

ایک عام لبرل آدمی سے لے کر ہمارا حکمران اور معروف دانشور طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم نے ابھی اتنی سائنسی، معاشرتی، اقتصادی اور عسکری ترقی نہیں کی تھی کہ آج کی دنیا کے طاقتور ترین ملک امریکہ یا ایسی کسی سامراجی طاقت سے پنجہ آزمائی کر سکتے۔ اس لیے سب سے پہلی ضرورت یہی ہے کہ ہم سائنسی اور معاشی میدان میں زبردست ترقی کریں، تب ہی ہم امریکہ اور طاقتور ممالک کی دہشت گردیوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔[1]

یہ سب درست ہے لیکن پھر بھی اصل چیز ایمان ہے۔ اگر ایمانداری سے ہم اپنی

① مسلمانوں کے موجودہ المناک حالات کا بنیادی سبب از قاضی کاشف نیاز، مجلّہ الدعوۃ، مارچ 2002ء۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ کا جائزہ لیں تو جب قرونِ اولیٰ ہی سے اسلام کا پھریرا آدھی سے زائد دنیا پر لہرانے لگا تھا تو کیا اس وقت ہم اسلحے اور ٹیکنالوجی کے لحاظ سے اپنی تمام ہم عصر اقوام سے سبقت حاصل کیے ہوئے تھے؟ اسلام کے غلبے کی ابتدائی جنگ ہی ان حالات میں شروع ہوئی کہ مسلمانوں کے پاس لڑنے کے لیے نہ کوئی اسلحہ تھا نہ زیادہ تیر تلوار اور گھوڑے، لیکن ان کے پاس ایمان کی دولت اور توکل علی اللّٰہ تھا جس کی وجہ سے انھوں نے کافر اقوام پر فتح پائی۔

کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ سائنسی وعسکری اور علمی ترقی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو ہر صورت ہونی چاہیے جتنی بھی ممکن ہو کیونکہ قرآن مجید کا حکم ہے:

﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ﴾

”اور ان (کافروں کے مقابلے) کے لیے تم مقدور بھر قوت اور جنگی گھوڑے تیار رکھو۔“[1]

گویا سائنسی وعسکری ترقی میں کمی دہشت گردی کا ایک سبب تو ہو سکتا ہے لیکن سائنسی ترقی میں کافروں پر برتری حاصل کرنے تک بیٹھے رہنا، کافروں کی غلامی قبول کر لینا یا اسے ہی غلبہ ونصرت کا بنیادی سبب سمجھنا، یہ بھی اسوۂ رسول ﷺ اور عملِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہے۔

④ باہمی اتحاد کا فقدان اور غداری

دہشت گردی کے اسباب یقیناً بہت سے ہوں گے اور ہو سکتے ہیں لیکن مسلمانوں پر جب بھی دہشت گردی ہوئی، اس کی ہمیشہ ایک بڑی اہم اور بنیادی وجہ مسلمانوں میں باہمی

① الأنفال 60:8.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتحاد کا فقدان، باہمی کشت وخون اور غداری رہی ہے۔ آج ہم موجودہ دہشت گردی کی وجہ عالمِ اسلام کی کم تر سائنسی ترقی کو قرار دیتے ہیں، پھر تاریخ میں مسلمانوں پر ایسے بھی مواقع آئے کہ جب وہ طاقت وتعداد اور وسائل ہر لحاظ سے کافروں پر برتر تھے، یہاں تک کہ وہ پوری دنیا پر غالب تھے لیکن غداریوں نے انھیں نقصانِ عظیم پہنچایا۔

طالبان کی حکومت کے خاتمے میں بھی غداری ہی نے سب سے بڑا اور اہم رول ادا کیا۔ اس کے بغیر امریکہ اپنی تمام تر طاقت کے باوجود وہ سب کچھ نہ کرسکتا تھا جو اس نے اب کرکے دکھایا۔ غرض جب اپنوں کی غداریوں کی یہ صورتحال ہوتو پھر ایسی قوم کوتو ایک معمولی طاقت بھی آسانی سے دہشت گردی کا نشانہ بنا سکتی ہے۔

مسلمانوں کے باہمی اختلافات بھی ان پر دہشت گردی کی راہ ہموار کرتے ہیں۔ کافروں میں باہمی اختلاف خواہ جتنا بھی ہو لیکن جب کوئی کافر ملک مسلمانوں کے مقابلے میں آتا ہے تو باقی کافر اپنے تمام اختلافات بھلا کر مسلمانوں کے اس دشمن کافر ملک کی پشت پر آموجود ہوتے ہیں جبکہ مسلمان ایسے موقعوں پر اپنے مسلمان ملک کو تنہا چھوڑ دیتے ہیں جس سے وہ مسلمان ملک کافروں کی دہشت گردی کا نشانہ بنتا ہے۔ [1]

⑤ ذرائع اِبلاغ کا غلط استعمال

ذرائع ابلاغ جس قسم کے پروگرام نشر کرتے ہیں ان کی وجہ سے جنسی خواہشات غالب آجاتی ہیں۔ اس تمام صورتِ حال کی وجہ سے ہماری سوسائٹی میں ایک اضطراب برپا ہے اور یہ اضطراب جرائم کے ارتکاب اور تشدد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جو لوگ تشدد، دہشت گردی اور جرائم نہیں کرسکتے، وہ ڈپریشن کا شکار ہوجاتے ہیں۔

الیکٹرانک میڈیا اس وقت جلتی پر تیل کا کام کررہا ہے۔ میڈیا سے جو ڈرامے نشر

① مسلمانوں کے موجودہ المناک حالات کا بنیادی سبب از قاضی کاشف نیاز، مجلّہ الدعوۃ، مارچ 2002ء۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں، اس میں عشق، مستی، پھر شادی اور اغوا کے سوا کچھ اور نہیں ہوتا۔ اس کے سوا اگر کچھ ہوتا ہے تو وہ تشدد کے مظاہرے ہوتے ہیں، چنانچہ بچوں کا مرغوب کھیل یہ ہو کر رہ گیا ہے کہ وہ فائرنگ کریں اور دوسرے بچوں کو نڈھال یا قتل کر دیں۔ یہ بچے جب بڑے ہوں گے تو تشدد نہیں کریں گے تو اور کیا کریں گے؟

اس وقت ذرائع ابلاغ ہمارے مطمئن معاشرے کے اندر تلاطم برپا کر رہے ہیں۔ پیاس اور بے چینی پیدا کر رہے ہیں لیکن ہمارے مختاران کار مغرب کی نقالی میں اس تباہی کی راہ پر آنکھیں بند کر کے دوڑ رہے ہیں۔

⑥ فطرت کی کجی

دہشت گردی کا ایک سبب بعض افراد اور گروہوں کی فطرت کی کجی ہوتی ہے کیونکہ ایسے لوگوں کی پرورش و پرداخت ایسے حالات اور ماحول میں ہوتی ہے جس میں وہ اپنے علاوہ دوسروں کو امن و چین سے زندگی گزارتے دیکھنا نہیں چاہتے۔ ایسے افراد اور گروہوں کو جب، جہاں اور جیسے موقع ملتا ہے، اپنی فطرت کے مطابق دہشت گردی کی کارروائیاں انجام دیتے ہیں۔ فطرت کی یہ کجی کسی عام فرد میں بھی پائی جا سکتی ہے، عوام و خواص کے گروہوں میں بھی پائی جا سکتی ہے اور حکمران طبقے کے افراد میں بھی پائی جا سکتی ہے۔

دہشت گردی کے وجود میں آنے کا ایک اہم سبب ''Suppression'' یعنی کسی گروہ کو دبا کر رکھنا اور اس کی حق تلفی کرنا بھی ہے۔ اس کے نتیجے میں اس گروہ کا ردعمل زیادہ شدید ہو کر دہشت گردی کی حد میں داخل ہو سکتا ہے۔ عصر حاضر کی بعض دہشت گرد تحریکیں اسی ''Suppression'' کا نتیجہ ہیں۔[1]

① اسلام اور دہشت گردی، ص:170.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑦ احساسِ محرومی

دہشت گردی کا ایک اہم سبب بعض افراد اور گروہوں میں اس طرح کے احساسِ محرومی کا پیدا ہو جانا ہے جو انھیں دہشت گردی پر آمادہ کر دے۔ دہشت گردی کبھی اپنی بالادستی قائم رکھنے کے مقصد سے بھی وجود میں آتی ہے تاکہ کوئی اسے کبھی چیلنج کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔ ریاستی دہشت گردی کے پیچھے بالعموم یہی سبب کارفرما ہوتا ہے۔[1]

⑧ علماء کی مخالفت

دہشت گردی کے پیچھے جو عوامل کارفرما ہیں، ان میں سے ایک علماء کی مخالفت بھی ہے۔ یہودی جو پوری دنیا میں اپنے وثائق کے ذریعے سے طے شدہ نظام کو امریکی نیو ورلڈ آرڈر کی صورت میں نافذ کرنا چاہتے ہیں اور دنیا سے اسلام اور مسلمانوں کو نابود کرنا چاہتے ہیں، ان کے ان مذموم ارادوں کو علمائے کرام سمجھتے ہیں اس وقت یہی علماء دنیا کو ان (یہودیوں) کے ناپاک عزائم سے آگاہ کر رہے ہیں اور ان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن رہے ہیں، چونکہ یہ لوگ اس عمل کو ناپسند کرتے ہیں، اس لیے علماء کو سزا دینا چاہتے ہیں کہ یہ ہمارے ارادوں کے سامنے کیوں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے علماء کے وجود کو ختم کرنے اور دینی مدارس کو نقصان پہنچانے کے لیے وہ این جی اوز، لسانی قوم پرست تنظیموں اور فرقہ واریت پھیلانے والی فرقہ پرست تنظیموں کو استعمال کر رہے ہیں۔ یوں علماء کو ختم کرنے کی غرض سے دہشت گردیاں ہوتی رہتی ہیں۔[2]

ان اسباب کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ دہشت گردی کمزور اقوام پر کی جاتی ہے

① دہشت گردی کی اصطلاح اور اس کے استعمال کا مسئلہ، سہ روزہ دعوت ٹرسٹ، دہلی، 28 نومبر 2001ء۔
② دہشت گردی کے عوامل از نظام الدین شامزئی، ماہنامہ بینات، کراچی، مارچ 2001ء، ص: 28.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور طاقتور اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے اسے استعمال کرتا ہے۔

دہشت گردی کی حقیقت سے آگاہ ہونے کے بعد ہر ذی شعور انسان یہ سوچتا ہے کہ پوری امت مسلمہ کو کیوں دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے؟ جبکہ اسلامی تعلیمات مسلم معاشرتی قدریں اور انسانی جذبے دہشت گردی کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ نیز مسلمان کو یہ تعلیم دی گئی ہے:

«أَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ»

''لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتے ہو۔''[1]

اور یہ بھی حکم دیا گیا ہے:

﴿اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾

''عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔''[2]

یعنی مسلمان ہر کام میں انصاف سے کام لیں، یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ مادی وسائل اہلِ ثروت سے لے کر معاشرے کے پسماندہ طبقوں تک منتقل کرتا رہتا ہے۔ اپنے مزاج اور احکام کی رو سے وہ انسانیت کا دین ہے۔ اس کے احکام کا بڑا محور یہ ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کو فساد اور زیادتی سے منع کرتا ہے، اس لیے مسلمان اپنی طبیعت اور اپنے دین کی نوعیت کے اعتبار سے مجموعی طور پر دہشت گردی کے مرتکب نہیں ہو سکتے اور نہ دہشت گردی کی سرپرستی ہی کر سکتے ہیں۔

مسلمانوں کی چودہ سو سالہ طویل تاریخ انسانوں کے سامنے ہے کہ وہ دنیا کے جس خطے میں بھی آباد ہوئے، انھوں نے وہاں کے باشندوں سے حسن سلوک کیا، انھیں تعلیم، معیشت اور سیاست میں شریک کیا۔ ریاستی امور میں ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کیا

[1] جامع الترمذي، الزهد، باب من اتقى المحارم فهو أعبد الناس، حديث:2305. [2] المائدة 5:8.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور فاتح ومفتوح میں کوئی فرق روا نہ رکھا۔ جہاں مسلمان بطور اقلیت آباد ہوئے، وہاں بھی انھوں نے عمدہ معاشرہ تشکیل دیا، ریاستی قوانین کی پابندی کی اور دیگر باشندوں کو فوائد پہنچائے اور ان کے لیے مشکلات کو جنم نہیں دیا۔ ان سب حقائق کے باوجود مسلمانوں اور خاص طور پر پوری امت مسلمہ کو کیوں دہشت گرد قرار دیا جارہا ہے کہ مغربی پریس، الیکٹرانک میڈیا، خفیہ ادارے یہاں تک کہ مغربی مفکرین بھی حقائق سے آنکھیں موندھ کر مسلمانوں کو دہشت گرد بنانے کی سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ اس سازش کے پیچھے کیا کیا عوامل کارفرما ہیں؟ اس تفصیل میں جانے کا محل نہیں تاہم اتنا ضرور کہیں گے کہ یہ اہل مغرب کی اپنی پھیلائی ہوئی وبا ہے جسے وہ مسلمانوں کے دامن میں ڈال کر اپنے کرتوتوں اور کارستانیوں پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں۔

چند حقائق ملاحظہ فرمایئے جو اہل مغرب کی فساد پروری کا منہ بولتا ثبوت ہیں:

① بیسویں صدی کے نصف اول میں مغربی دہشت گردی کا اظہار اس طرح ہوا کہ اسلامی ریاستوں کو قومیت، یعنی نیشنلزم کے نام پر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ جب چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستوں کو کمزور پایا تو انھیں اپنے ایجنٹوں کے ذریعے سے لڑایا اور عالمی دہشت گردی کا ارتکاب کرتے ہوئے ان کی حفاظت کے بہانے سے پہلے ان کے وسائل پر اور آخر کار ان کے علاقوں پر بھی قبضہ جما لیا۔ اس کی تازہ مثال عراق کویت جنگ ہے جس کے نتیجہ میں امریکہ اور اس کی اتحادی افواج کویت، قطر، سعودی عرب اور بحرین میں مقیم ہیں۔ اب یہ نیا استعمار تہذیبی اور ثقافتی یلغار سے نئی دہشت گردی میں مصروف ہے اور مسلمانوں کو بین الاقوامیت کا جھانسہ دے کر اسلامی تہذیب کو ختم کرنے کے درپے ہے۔

② 3 فروری 1976ء کو نائیجیریا کے حکمران مرتلا محمد کو قتل کر دیا گیا۔ بریگیڈئر مرتلا محمد کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قومی مفادات عزیز تھے اور وہ امریکہ کے دوست نہ تھے۔ امریکہ کو اندیشہ تھا کہ آیندہ مرتلا محمد کی قیادت میں نائیجیریا تیل کے بائیکاٹ میں شریک ہوگا، اس لیے انھیں راستے سے ہٹا دیا گیا۔[1]

③ حالیہ سالوں میں مغربی افواج اور ان کے یورپی اتحادیوں نے بوسنیا میں جو خون کی ہولی کھیلی اور نہتے مسلمانوں اور پر امن شہریوں کو جس بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارا، اس کی مثال انسانی تاریخ میں شاید ہی ملے۔ اس سلسلے میں معروف مغربی صحافی جان سوین کہتے ہیں:

''مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھے لندن سے ڈھائی گھنٹے کے فاصلے پر قلبِ یورپ میں نازیوں کو مات کر دینے والے نسل کشی کے ہولناک مظالم کی رپورٹنگ کرنا پڑے گی۔''[2]

④ اپریل 1996ء میں چیچنیا کے مرد آہن اور آزادی کے ہیرو جوہر داود کو شہید کر دیا گیا۔ جوہر داود کی شہادت احیائے اسلام کے خطرے سے نپٹنے کے لیے روس اور امریکہ کی متحدہ کوششوں اور سازشوں کا علامتی اظہار تھی۔ باوثوق ذرائع کی اطلاع کے مطابق چیچن جدوجہد آزادی کے اس عظیم رہنما کو منظر سے ہٹانے کا فیصلہ اس سے پہلے صدر کلنٹن اور صدر یلسن کی ون ٹو ون ملاقات میں ہو چکا تھا۔[3]

⑤ اسرائیل نے مشرق وسطیٰ میں دہشت گردی اور خون ریزی کا گھناؤنا سلسلہ شروع کر رکھا ہے جو بدترین انسانی المیہ ہے۔[4]

---

① ترجمان القرآن، مئی 1997ء، لاہور۔

② The study times, 28 Jan, 1996, Article by John swon," Bosnia n Killin g feilds."

③ ماخوذ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، حضورِ اکرم (ﷺ) پیغمبر امن وسلامتی، ومقالہ حافظ محمد طفیل ''امتِ مسلمہ اور عالمی امن وفساد''، ص:351-372۔ ④ دہشت گردی از سلطان شاہد، ص:91-101۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑥ امریکی دہشت گردی کا سب سے خطرناک پہلو حالیہ دنوں میں سامنے آیا کہ ماضی میں تو وہ سی آئی اے کے ذریعے سے قتل و غارت کراتا اور حکومتوں کے تختے الٹتا تھا، لیکن اب خلیج کی جنگ سے اس نے کھلی ننگی جارحیت اختیار کر لی ہے...... امریکہ ہی وہ ملک ہے جس نے دنیا بھر میں کرائے کے قاتلوں (Mercenaries) کا نظام روشناس کرایا۔ آج لوگ کرائے کے کسی قاتل کی خدمات حاصل کر کے اپنے کسی بھی حریف کو ٹھکانے لگا سکتے ہیں۔[1]

یہ چند حقائق آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہیں کہ جو غیر مسلم طاقتیں امت مسلمہ کو ہر قیمت پر دہشت گرد قرار دینے کے لیے دن رات سازش میں مصروف ہیں، ان کا اپنا کردار دہشت گردی کے حوالے سے کیا ہے؟ ان حقائق سے ہماری اس رائے کو بھی تقویت ملتی ہے کہ غیر مسلم اپنی دہشت گرد سرگرمیوں کو چھپانے کے لیے مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دے رہے ہیں کیونکہ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد وہ مسلمانوں کو اپنا حقیقی حریف تصور کرتے ہیں۔ اسی لیے انھیں دہشت گرد قرار دیتے ہیں۔

ان تمام حقائق سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو ہر طرح کے ظلم و جبر، استبداد اور دہشت گردی سے روکتا ہے۔ جو شخص کسی بھی وجہ سے دہشت گردی میں ملوث ہوتا ہے، وہ اس کا انفرادی فعل ہے، جیسے وہ دوسرے بہت سے بُرے کام کرتا ہے، اس لیے کسی بھی فرد کی ذاتی دہشت گردی یا فساد کو پوری امت کا فعل قرار دینا قانونی، اخلاقی اور تہذیبی لحاظ سے درست نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس امت مسلمہ ایک پُرامن اُمت ہے۔ اگر ہمیں کہیں تشدد یا دہشت گردی کی کوئی شکل دکھائی دیتی ہے تو اس کی وضاحت کرتے ہوئے امریکی سلامتی کے ادارے کی محقق جوسی دافیس رقم طراز ہیں:

① دہشت گردی از سلطان شاہد، ص:91-101.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اسلامی تنظیمیں اس وقت تشدد پسندی کی راہ پر چل نکلتی ہیں، جب ان پر پُر امن سیاسی ماحول میں کام کرنے کے تمام دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، پھر یہ قوت کے ذریعے سے حکومتوں کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش کرتی ہیں۔''

اسی امر کی وضاحت دہشت گردی کے انسداد کی ایک امریکی رپورٹ میں بھی کی گئی ہے۔ اس رپورٹ میں جن تنظیموں کا ذکر ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس تنظیم کے تمام ارکان دہشت گرد ہیں بلکہ ان تنظیموں کے چند افراد ایسی سرگرمیوں میں ملوث ہوئے ہیں، وہی چھوٹا سا گروہ اس رپورٹ کا موضوع ہے۔ [1]

غیر مسلم محققین کی ان آرا سے بھی ہماری رائے کی تائید ہوتی ہے کہ مسلمان ملتِ اسلامیہ کی حیثیت سے دہشت گرد نہیں ہیں۔ مذہبی جنونیوں کا چھوٹا سا گروہ ایسی غیر انسانی سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ یہ گروہ بھی انسانی برادری کا حصہ ہے، اس لیے اس کے افراد کو موردِ الزام ٹھہرانے کی بجائے، ان کی اصلاح کی جائے تاکہ یہ افراد بھی انتقام کی دنیا سے نکل کر مہذب انسانوں کی طرح زندگی بسر کریں۔ اس روئے زمین سے دہشت گردی ختم ہو اور انسان پُرسکون زندگی بسر کرے۔

---

[1] USDS: Patterns of Global Terrorism, pv, April 1992

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہشت گردی کا علاج بذریعہ جہاد

جہاد کا لغوی معنی

جہاد کا لفظ جہد سے مشتق ہے۔ جیم کی زبر کے ساتھ جَہد، وسعت اور جیم کی پیش کے ساتھ جُہد مشقت کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ ان دونوں مادہ ہائے اشتقاق کی روشنی میں جہاد کا مفہوم ہوگا:

وہ امر خیر جس میں انتہائی طاقت اور وسعت صرف کی جائے اور ہر قسم کی تکلیف و مشقت برداشت کی جائے۔ علاوہ ازیں علماء نے یوں بھی تعریف کی ہے:

«اَلْجِهَادُ وَالْمُجَاهَدَةُ اسْتِفْرَاغُ الْوُسْعِ فِي مُدَافَعَةِ الْعَدُوِّ وَهُوَ مَا يُعَبَّرُ عَنْهُ بِالْحَرْبِ فِي الْعُرْفِ الْحَدِيثِ وَالْحَرْبُ هِيَ الْقِتَالُ الْمُسَلَّحُ بَيْنَ الدَّوْلَتَيْنِ فَأَكْثَرَ»

''جہاد اور مجاہد کا مطلب ہے دشمن سے دفاع کے لیے پوری طاقت و قوت کو بروئے کار لانا، عرفِ عام میں اسے حرب (جنگ) سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جنگ کا مطلب ہے دو یا دو سے زیادہ ملکوں کے درمیان مسلح لڑائی ہونا۔''[1]

''جہد'' کے تمام مشتقات (صیغوں) میں بنیادی طور پر لغوی معنی کسی نہ کسی شکل میں ضرور موجود رہے گا، مثلاً: اگر ''جہد'' سے جہاد بنایا جائے گا تو اس وقت اس

[1] القاموس المحيط: 296/1، ولسان العرب: 133/3، وفقه السنة: 27/3 (دارالفكر).

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صیغے میں دوطرفہ کوشش کا معنی بالخصوص ملحوظِ خاطر رکھا جائے گا اور اگر اس سے لفظ اجتہاد بنایا جائے تو پھر اس میں انتہائی ذہنی کوشش کا مفہوم ملحوظِ خاطر رکھا جائے گا۔

جہاد کی شرعی تعریف

اصطلاح میں جہاد اس محنت وکوشش اور سعیِ بلیغ کا نام ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ، یعنی دین کی سربلندی کے لیے کی جاتی ہے، خواہ یہ کوشش انفرادی ہو یا اجتماعی، زبانی ہو یا قلمی، مالی ہو یا جانی، لیکن اس انتہائی جدوجہد اور کمال درجے کی محنت وکوشش میں نصب العین غلبہ دین ہونا چاہیے، ورنہ اس کوشش کو شریعت کی نظر میں جہاد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ»

”جس نے اس نیت سے لڑائی کی کہ اللہ کا کلمہ (دین) غالب ہو جائے تو اس کا لڑنا، اللہ کی راہ میں (جہاد فی سبیل اللہ) ہے۔“[1]

مذکورہ تعریف اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ لفظِ جہاد ایک خاص اصطلاح ہونے کے ساتھ ایک ایسے وسیع مفہوم کا حامل ہے جس میں غلبہ دین کے لیے کی جانے والی زبانی، مالی، جانی، انفرادی اور اجتماعی ہر طرح کی محنت وکوشش شامل ہے، لیکن اسے مذکورہ صورتوں میں سے کسی ایک ہی صورت کے ساتھ مختص کر لینا، اس طرح غلط ہے جس طرح اعلائے کلمۃ اللہ کے علاوہ ہر طرح کی اچھی جدوجہد کو ”جہاد“ کا نام دینا غلط ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان میں جانی جدوجہد، یعنی قتال عمومی طور پر دیگر تمام قسموں سے افضل ہے۔

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا، حديث: 2810.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے قرآن وسنت میں اکثر و بیشتر غلبۂ دین کے لیے جانی طور پر کی جانے والی سعیِ بلیغ کو لفظ جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسی کثرت استعمال کی وجہ سے بہت سے علماء، فقہاء، محدثین اور مفسرین رحمہم اللہ نے جہاد بمعنی قتال کے ساتھ اس کی اصطلاحی تعریف کی ہے، مثلاً: فقہائے احناف کے ہاں جہاد کی تعریف یہ ہے:

«هُوَ الدُّعَاءُ إِلَى الدِّينِ الْحَقِّ وَقِتَالِ مَنْ لَّمْ يَقْبَلْهُ»

''لوگوں کو دینِ حق کی طرف بلانا اور جو اس کو قبول نہ کرے، اس سے قتال کرنا۔''[1]

اسی طرح فقہائے مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ و اہل ظاہر کے نزدیک بھی جہاد کی اصطلاحی تعریف مذکورہ تعریف سے کچھ مختلف نہیں۔ اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ فقہاء کا جہاد کی اصطلاحی تعریف کو کفار کے خلاف قتال تک محدود کرنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں کثرت کے ساتھ جہاد بمعنی قتال استعمال ہوا ہے۔ فقہائے کرام کسی چیز کی کثرت استعمال کے پیش نظر اس پر کئی حکم لگاتے ہیں۔ لفظِ جہاد بھی اس کی ایک مثال ہے کہ اس کے قتال کے معنی میں بکثرت استعمال نے اسے قتال تک محدود کر دیا۔ اگرچہ لفظِ جہاد کا مفہوم وسیع ہے، جیسے علامہ ابن تیمیہ، ابن حجر اور ابن قیم رحمہم اللہ کے اقوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کی ہر وہ محنت و کوشش جو کسی نہ کسی پہلو سے غلبۂ دین کے لیے ہو، جہاد کہلاتی ہے۔[2]

[1] ردّالمحتار على الدر المختار: 121/4. [2] فتح الباری: 38,3/6، و زاد المعاد: 3/5-11.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقاصدِ جہاد

① حقوق کا دفاع کرنا

عزت، مال و جان، اہل و عیال اور گھر (علاقہ و وطن) کا تحفظ ہر انسان کے بنیادی حقوق میں شامل ہے۔ دنیا کا کوئی قانون یا اخلاقی ضابطہ کسی فرد یا جماعت کو یہ اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ کسی کے ان بنیادی حقوق کو پامال کرے۔

اسلام حقوقِ انسانی کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ اس لیے اسلام نے ان حقوق کے دفاع کو نہ صرف جائز کہا ہے بلکہ فرض قرار دیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط﴾

"اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو (جہاد کرو) جو تم سے لڑتے ہیں اور تم زیادتی نہ کرو۔"[1]

اگر کوئی شخص ان حقوق کا دفاع کرتے ہوئے مارا جائے تو وہ شہید کہلائے گا۔ فرمانِ نبوی ہے:

«مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَّمَنْ قُتِلَ دُونَ دِينِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَّمَنْ قُتِلَ دُونَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ، وَّمَنْ قُتِلَ دُونَ أَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ»

① البقرة 2:190.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل ہو جائے وہ شہید ہے، جو اپنے گھر والوں کی حفاظت یا خون یا دین کے دفاع میں قتل ہو جائے، وہ بھی شہید ہے۔''[1]

② ظلم کا بدلہ لینا

دفاعِ ظلم کرنا اسلامی تعلیم کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾

''جن لوگوں سے لڑائی کی جاتی ہے، انھیں (جہاد) کی اجازت دی گئی ہے، اس لیے کہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا، اور بے شک اللہ اُن کی مدد کرنے پر ضرور قادر ہے۔''[2]

یاد رہے کہ انسانی فطرتِ سلیمہ کسی بھی ظلم کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی فطرت کے ترجمان (اسلام) نے ظلم کی کسی بھی صورت کو ناجائز قرار دیا ہے اور ظلم کو دور کرنے کا حکم دیا:

﴿وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ﴾

''اور تم انھیں جہاں بھی پاؤ، قتل کر دو اور تم انھیں نکال دو جہاں سے انھوں نے تمھیں نکالا ہے۔''[3]

اس آیتِ کریمہ میں اس بات کا اشارہ ہے کہ جس طرح کفارِ مکہ نے تمھیں مکہ سے نکالا تم بھی انھیں مکہ سے نکال باہر کرو۔ اسی آیت کی روشنی میں فتح مکہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں کو مکہ سے نکال دیا۔

---

① جامع الترمذي، الديات، باب ماجاء فيمن قتل دون ماله فهو شهيد، حديث: 1421.

② الحج 22:39. ③ البقرة 2:191.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ مظلوموں کی مدد کرنا

اگر کہیں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہو تو صاحبِ استطاعت مسلمانوں پر ان کی مدد کرنا اور انھیں ظالموں کے ظلم سے نجات دلانا فرض ہے۔ اس مقصد کے لیے جہاد کیا جائے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ﴾

''اور جو لوگ ایمان تو لے آئے مگر انھوں نے ہجرت نہیں کی، ان کی حمایت سے تمھیں کوئی غرض نہیں یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں۔ اور اگر وہ تم سے دین (کے معاملے) میں مدد مانگیں تو تم پر مدد کرنا لازم ہے، مگر اس قوم کے خلاف کہ تمھارے درمیان اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ ہو۔''[1]

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ﴾

''اور تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے کہ جس کے رہنے والے ظالم ہیں۔''[2]

سورۃ البقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا

① الأنفال 72:8. ② النسآء 75:4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔''①

مظلوموں کی مدد کے حوالے سے یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ اگر کسی خطے میں غیر مسلموں پر ظلم ہو تو مسلمانوں پر بقدر استطاعت یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان کی مدد کریں کیونکہ اسلام ظلم کی کوئی صورت برداشت نہیں کرتا، خواہ وہ مسلمانوں پر ہو رہا ہو یا غیر مسلموں پر۔

⑤ غلبۂ دین کے لیے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ ﴾

''اور تم ان سے لڑو، یہاں تک کہ فتنہ (شرک) نہ رہے اور سارے کا سارا دین اللہ ہی کا ہو۔''②

﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ ﴾

''اور ان لوگوں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ (شرک) باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کے لیے ہو جائے۔''③

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«أَيْ يَكُونُ دِينُ اللهِ هُوَ الظَّاهِرُ الْعَالِي عَلٰى سَائِرِ الْأَدْيَانِ»

''یعنی باقی تمام ادیان پر اللہ کا دین ہی غالب اور بلند و بالا ہو۔''④

نبیِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ

① البقرة2:178. ② الأنفال8:39. ③ البقرة2:193. ④ تفسير ابن كثير، البقرة 2:193.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ»

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں۔ جب لوگ ایسا کریں گے تو وہ اپنے خون اور اموال مجھ سے محفوظ کر لیں گے سوائے اس کے کہ جو اسلام کا حق ہے اور ان کا اخروی حساب اللہ کے ذمے ہے۔''[1]

اس حدیث کے مصداق حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے رستم کو مقصدِ جہاد بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا:

«لِنُخْرِجَ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ إِلٰى عِبَادَةِ اللهِ»

''ہم اس لیے جہاد کرتے ہیں تاکہ ہم اللہ کے بندوں میں سے جسے اللہ چاہے، بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی کی طرف لے آئیں۔''[2]

⑥ فتنہ وفساد کی سرکوبی کے لیے

قرآن مجید نے فتنہ وفساد کا خاتمہ بھی جہاد کے اغراض ومقاصد میں سے قرار دیا ہے:

﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ط﴾

''اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کے لیے

① صحيح البخاري، الإيمان، باب ﴿فَإِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ﴾ حديث: 25.
② البداية والنهاية: 40/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے۔''①

فتنے سے مراد ہر وہ مزاحمت اور قوت ہے جو تبلیغ اور اشاعتِ اسلام کی راہ میں آڑے آئے جس سے اللہ کے دین کے مطابق زندگی بسر کرنا ممکن نہ رہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام صرف مدافعانہ جنگ کا قائل نہیں بلکہ اسلام کی اشاعت میں جو قوت رکاوٹ بنے، اس سے جارحانہ جنگ کرنا ضروری ہے تا آنکہ ایسی رکاوٹیں ختم ہو جائیں اور اللہ کا دین غالب ہو۔ البتہ جو لوگ اپنی شرارتوں سے باز آ جائیں اور جزیہ دینا قبول کر لیں، ان پر ہاتھ نہ اٹھانا چاہیے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اپنے عقائد یا دین یا مذہب سے مجبور ہو کر اسلام قبول کر لیں کیونکہ اسلام قبول کرنے کے لیے کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔②

⑦ داخلی امن واستحکام کا حصول

دشمن معاشروں، قوموں اور ملکوں کو اندرونی سازشوں اور تخریب کاریوں کا شکار بنا کر انھیں کمزور کرنے اور مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے کو ہمیشہ سے ایک کارگر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس صورت پر قابو پانے کے لیے بعض شرائط اور حدود و قیود کے ساتھ داخلی طور پر بھی جہاد کو مشروع قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ يُصَلَّبُوٓا۟ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُوا۟ مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا۟ عَلَيْهِمْ ۖ فَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝﴾

① البقرة 193:2. ② تیسیر القرآن: 127/1.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کے لیے بھاگ دوڑ کرتے ہیں، ان کی سزا تو صرف یہ ہے کہ انھیں بری طرح قتل کیا جائے یا بری طرح سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے بری طرح کاٹ دیے جائیں یا انھیں جلاوطن کر دیا جائے۔ یہ دنیا میں ان کے لیے ذلت ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو اس سے پہلے توبہ کر لیں کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو کہ بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔"[1]

داخلی امن و امان اور استحکامِ مملکت کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وہ اقدامات نہایت اہمیت کے حامل ہیں جو بعض مرتدین اور منکرین زکاۃ کے خلاف آپ نے کیے۔

لہٰذا مذکورہ بالا آیات سے محض ڈکیتی ہی کی واردات مراد نہیں بلکہ مکر و فریب سے لوٹ مار، قتل اور ارتداد بھی شامل ہے اور یہ سب کچھ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ اور فساد فی الارض کے ضمن میں آتا ہے۔ علاوہ ازیں اسلام کے خلاف پروپیگنڈا، مجرمانہ سازشیں، اسلامی حکومت سے غداری اور بغاوت یہ سب کچھ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ اور فساد فی الارض کے ضمن میں تو آ سکتے ہیں مگر ڈکیتی کے ضمن میں نہیں آتے۔[2]

⑧ عہد شکنی کی سزا

اگر کوئی قوم مسلمانوں کے ساتھ کیے ہوئے اپنے کسی معاہدے کی واضح طور پر خلاف ورزی کرے تو اس عہد شکنی کے جرم میں اس کے ساتھ جہاد کیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

① المائدة 5:33، 34. ② تیسیر القرآن: 1/510.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاِنْ نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝﴾

''اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمھارے دین میں طعن کریں تو کفر کے ان سرداروں سے جنگ کرو، بے شک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں، شاید کہ وہ باز آ ئیں۔ کیا تم ان لوگوں سے نہیں لڑو گے جنھوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور رسول کو (مکہ سے) نکالنے کا ارادہ کیا اور انھوں ہی نے پہلے پہل تم سے لڑائی کی؟ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ تو اللہ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔''[1]

تفصیل کے لیے سورۃ الانفال کی آیات 55 تا 58 کا مطالعہ کریں۔

جب ہم مقاصد جہاد پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان مقاصد کے اندر کہیں بھی دہشت گردی کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ امن وسلامتی اور مجرموں کی سرکوبی ہی مقاصدِ جہاد میں شامل ہے۔

کیا جہاد دہشت گردی ہے؟

قتال کے سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی جو ہدایات ہیں، وہ انسانی تاریخ میں منفرد اہمیت کی حامل ہیں۔ جہاد کے خلاف جو مہم چلائی جا رہی ہے اور اسے جس طرح دہشت گردی کے مترادف قرار دیا جا رہا ہے، وہ سراسر بدنیتی اور تعصب پر مبنی ہے۔ دشمنوں نے مجاہدین کے لیے ''جہادی'' کا تحقیری لفظ استعمال کیا اور ہمارے دانشور بھی دشمنوں کی اطاعت میں

[1] التوبة 9:12، 13۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاد کے بجائے جہادی کلچر اور مجاہد کے بجائے جہادی کی اصطلاحیں استعمال کر رہے ہیں۔

نبیِ اکرم ﷺ نے قتال و جہاد کے لیے جو ہدایات دیں، ان کی تفصیلات یوں ہیں:

غیر اہلِ قتال کو نقصان پہنچانے سے منع کیا۔ نبیِ کریم ﷺ نے اہل قتال اور غیر اہل قتال کا فرق واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ غیر اہلِ قتال کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں، گوشہ نشینوں، زاہدوں اور مندروں کے مجاوروں اور پجاریوں وغیرہ کو قتل نہ کیا جائے۔ آپ ﷺ مجاہدین کو رخصت کرتے ہوئے فرماتے:

«وَلَا تَقْتُلُوا شَيْخًا فَانِيًا وَّلَا طِفْلًا وَّلَا صَغِيرًا وَّلَا امْرَأَةً، وَلَا تَغُلُّوا، وَضُمُّوا غَنَائِمَكُم وَأَصْلِحُوا وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ»

''کسی بوڑھے، بچے، نابالغ لڑکے اور عورت کو قتل نہ کرو۔ اموالِ غنیمت میں چوری نہ کرو، جنگ میں جو کچھ ہاتھ آجائے سب کو ایک جگہ جمع کر دو، نیکی اور احسان کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''[1]

ایک حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے کسی غزوے میں ایک مقتول عورت دیکھی تو:

«فَنَهٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ»

''رسول اللہ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا۔''[2]

اہل قتال کے حقوق

اسلام نے اہل قتال کے بارے میں بھی کچھ آداب و حقوق مقرر کیے ہیں۔ ان کی

[1] سنن أبي داود، الجهاد، باب في دعاء المشركين، حديث: 2614. [2] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب قتل النساء في الحرب، حديث:3015، وصحيح مسلم، الجهاد، باب تحريم قتل النساء والصبيان في الحرب، حديث: 1744.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفصیلات یوں ہیں:

① غفلت میں حملہ کرنے کی ممانعت فرمائی کیونکہ عرب عموماً شب خون مارتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عادت کو بند کر دیا اور صبح سے پہلے حملہ کرنے کی ممانعت کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ غزوۂ خیبر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«وَكَانَ إِذَا جَاءَ قَوْمًا بِلَيْلٍ لَّا يُغِيرُ عَلَيْهِمْ حَتّٰى يُصْبِحَ»

''نبی ﷺ کسی قوم کے پاس رات کو پہنچ جاتے تو صبح ہونے سے پہلے اس پر حملہ نہیں کرتے تھے۔''[1]

یعنی رات کی بجائے صبح کے وقت جہاد شروع کرتے۔

② دشمن کو آگ میں جلانے کی ممانعت: حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُّعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ»

''آگ کا عذاب دینا سوائے آگ کے پیدا کرنے والے کے اور کسی کو سزاوار نہیں۔''[2]

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ فلاں دو آدمی ملیں تو ان کو جلا دینا لیکن جب وہ جہاد کے لیے روانہ ہونے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنِّي أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحْرِقُوا فُلَانًا وَّفُلَانًا، وَإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللّٰهُ، فَإِنْ وَّجَدْتُمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا»

''میں نے تمھیں حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں اشخاص کو جلا دینا مگر آگ کا عذاب سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں دے سکتا، اس لیے اگر تم ان کو پاؤ تو انھیں قتل

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب دعاء النبي ﷺ إلى الإسلام، حديث: 2945.
[2] سنن أبي داود، الجهاد، باب في كراهية حرق العدو بالنار، حديث: 2675.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دینا۔‘‘[1]

③ باندھ کر قتل کرنے کی ممانعت: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے قتلِ صبر (باندھ کر مارنے) سے منع فرمایا ہے۔‘‘[2]

لوٹ مار کی حرمت

جنگ خیبر میں صلح ہونے کے بعد بعض نوجوانوں نے لوٹ مار شروع کی تو یہودیوں کے سردار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں خطبہ ارشاد فرمایا:

«أَنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ يَحِلَّ لَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِإِذْنٍ وَّلَا ضَرْبَ نِسَاءِهِمْ وَلَا أَكْلَ ثِمَارِهِمْ إِذَا أَعْطَوْكُمُ الَّذِي عَلَيْهِمْ»

’’بلاشبہ اللہ نے تمھارے لیے یہ جائز نہیں کیا کہ بلا اجازت اہل کتاب کے گھروں میں گھس جاؤ یا ان کی عورتوں کو مارو پیٹو یا ان کے پھل کھا جاؤ جبکہ وہ تمھیں اپنے ذمے کا واجب ادا کر رہے ہوں۔‘‘[3]

ایک دفعہ سفرِ جہاد میں اہل لشکر نے کچھ بکریاں لوٹ لیں اور ان کا گوشت پکا کر کھانا چاہا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے دیگچیاں الٹ دینے کا حکم دیا اور فرمایا:

«إِنَّ النُّهْبَةَ لَيْسَتْ بِأَحَلَّ مِنَ الْمَيْتَةِ»

① صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب لا يعذب بعذاب الله، حديث: 3016.

② مسند أحمد: 422/5. ③ سنن أبي داود، الخراج، باب في تعشير أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارة، حديث: 305 (ضعيف).

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"لوٹ کا مال مردار سے زیادہ حلال نہیں۔"①

تباہ کاری کی ممانعت

افواج کی پیش قدمی کے وقت فصلوں کو خراب کرنا، کھیتوں کو تباہ کرنا، بستیوں میں قتلِ عام اور آتش زنی کرنا، اسلامی نقطہ نگاہ سے ناجائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾

"اور جب وہ پلٹتا ہے تو زمین میں دوڑ دھوپ کرتا ہے تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔"②

اسلام نے صرف خصوصی حالات میں ضرورت کے تحت درختوں کو کاٹنے اور جانوروں کو ذبح کرنے کی اجازت دی ہے، یعنی جب ان امور میں کوئی مصلحت ہو۔

مثلہ کی ممانعت

دشمن کی لاشوں کی بے حرمتی کرنا اور ان کے اعضاء کی قطع و برید کرنے سے بھی اسلام نے سختی سے منع کیا۔ حضرت عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

«نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ النُّهْبٰى وَالْمُثْلَةِ»

"نبی ﷺ نے لوٹ مار اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔"③

"مجاہدین کو روانگی سے پہلے آپ ﷺ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

«فَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدِرُو وَلَا تَمْثُلُوا»

① سنن أبي داود، الجهاد، باب في النهي عن النهبى......، حديث:2705. ② البقرة 2:205.
③ صحيح البخاري، المظالم، باب النهبى بغير إذن صاحبه، حديث:2474.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”بد عہدی نہ کرو، غنیمت میں خیانت نہ کرو اور مثلہ نہ کرو۔“[1]

قتل اسیر کی ممانعت

فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے شہر میں داخل ہونے سے پہلے اعلان فرمایا:

«لَا تُجْهَزَنَّ عَلَى جَرِيحٍ وَّلَا يُتَّبَعَنَّ مُدْبِرٌ، وَّلَا يُقْتَلَنَّ أَسِيرٌ وَّمَنْ أَغْلَقَ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ»

”کسی زخمی پر حملہ نہ کیا جائے، کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے، کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ امان میں ہے۔“[2]

حجاج بن یوسف نے ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کسی قیدی کو قتل کرنے کا حکم دیا تو انھوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی اجازت نہیں دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ﴾

”جب تم انھیں خوب قتل کر چکو تو ان کو مضبوطی سے باندھ دو۔“[3]

یعنی قیدی کو مقید رکھو یا احسان کر کے رہا کر دو یا اس سے فدیہ لے کر چھوڑ دو۔

قتلِ سفیر کی ممانعت

سفیروں اور قاصدوں کے قتل سے بھی نبی الرحمت والامن ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

مسیلمہ کذاب کی طرف سے دو آدمی (قاصد) گستاخانہ پیغام لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

[1] صحيح مسلم، الجهاد، باب تأمير الإمام الأمراء، حديث: 1731. [2] فتوح البلدان للبلاذري، ص:53. [3] تفسير القرطبي، محمد 4:47.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«أَمَا وَاللهِ! لَوْلَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا»

''اللہ کی قسم! اگر قاصدوں کو قتل کرنا ممنوع نہ ہوتا تو میں تم دونوں کی گردن مار دیتا۔''[1]

چنانچہ ثابت ہوا کہ جب اسلامی مملکت میں کوئی سفیر داخل ہو تو اس کو ہر قسم کی ضمانت مل جائے گی۔ اس کی جان اور مال و متاع کی حفاظت ہوگی۔

بدعہدی کی ممانعت

عہد توڑنے اور معاہدین (ذمیوں) پر دست درازی کرنے کی مذمت میں بے شمار احادیث آئی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَّمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ»

''جو کسی معاہد (ذمّی) کو قتل کرے گا، اس کو جنت کی خوشبو تک نصیب نہ ہوگی۔''[2]

ایک حدیث میں چار خصلتوں کو نفاق کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک «وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ» بھی ہے، یعنی جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«لِكُلِّ غَادِرٍ لِّوَاءٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ يُرْفَعُ لَهُ بِقَدْرِ غَدْرِهِ، أَلَا وَلَا غَادِرَ أَعْظَمُ غَدْرًا مِّنْ أَمِيرِ عَامَّةٍ»

''ہر بدعہدی کرنے والے کے لیے ایک جھنڈا ہوگا جو قیامت کے دن اس کی بدعہدی کے مطابق بلند کیا جائے گا۔ یاد رکھو! سردارِ قوم سے بڑا غدار کوئی نہ ہوگا۔''[3]

---

[1] سنن أبي داود، الجهاد، باب في الرسل، حديث:2761. [2] صحيح البخاري، الجزية و الموادعة، باب إثم من قتل معاهداً بغير جرم، حديث:3166. [3] صحيح مسلم، الجهاد، باب تحريم الغدر، حديث:1738.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدنظمی اور انتشار کی ممانعت

عرب لوگ دورِ جاہلیت میں جب جنگ کے لیے نکلتے تو بدنظمی کا شکار ہوتے۔ راستوں کو تنگ کرتے اور آبادیوں کو پریشان کرتے۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کو اس بات کی شکایت پہنچی کہ مجاہدین میں بدنظمی پھیلی ہوئی ہے، منزل کو تنگ کر رکھا ہے تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا:

«أَنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلًا أَوْ قَطَعَ طَرِيقًا فَلَا جِهَادَ لَهُ»

''جو کوئی منزل کو تنگ کرے گا یا راہ گیروں کو لوٹے گا تو اس کا جہاد نہیں ہے۔''[1]

شور ہنگامہ کی ممانعت

عرب جنگ میں اتنا شور کرتے تھے کہ اس کی وجہ سے جنگ کا نام اَلْوَغٰی (شور ہنگامہ) پڑ گیا تھا۔ اسلام نے اس بات سے منع کیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَكُنَّا إِذَا أَشْرَفْنَا عَلَى وَادٍ هَلَّلْنَا وَكَبَّرْنَا ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا، إِنَّهُ مَعَكُمْ، إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ»

''ہم (ایک سفر میں) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، جب ہم کسی وادی میں اترتے تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اور اللہ اکبر کہتے اور ہماری آواز بلند ہو جاتی، اس لیے نبی ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کھاؤ! کیونکہ تم کسی بہرے یا غائب (اللہ) کو نہیں پکار رہے ہو۔ وہ تو تمھارے ساتھ ہی ہے، بلاشبہ وہ خوب

[1] سنن أبي داود، الجهاد، باب مايؤمر من انضمام العسكر و سعته، حديث: 2629.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سننے والا، بڑا قریب ہے۔''[1]

وحشیانہ افعال کے خلاف عام ہدایت

دورِ جاہلیت کے برعکس نبیِ مکرم ﷺ جب جہاد کے لیے مجاہدین کو روانہ کرتے تو فرماتے:

«اُغْزُوا بِاسْمِ اللهِ، فِي سَبِيلِ اللهِ، قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ، اُغْزُوا فَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تَمْثُلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا»

''اللہ کی راہ میں اللہ کے نام کے ساتھ جہاد کرو، ہر اس شخص سے جو اللہ کا منکر ہو۔ جہاد کرو اور مال میں خیانت نہ کرو، بدعہدی نہ کرو، مثلہ نہ کرو اور بچوں کو قتل نہ کرو۔''[2]

خلیفۂ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف فوجیں روانہ کیں تو ان کو دس ہدایتیں دی تھیں جن کو مؤرخین اور محدثین نے یوں نقل کیا ہے:

① کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔

② بچے کو قتل نہ کرنا۔

③ بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔

④ کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا۔

⑤ آبادی کو ویران نہ کرنا۔

⑥ بکری اور اور اونٹ کو زخمی نہ کرنا، مگر یہ کہ انھیں کھانا ہو۔

⑦ شہد کی مکھیوں کو نہ جلانا۔

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب مايكره من رفع الصوت في التكبير، حديث:2992.

[2] صحيح مسلم، الجهاد، باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث......، حديث:1731.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑧ اور نہ ان کو بھگانا۔

⑨ امانت میں خیانت نہ کرنا۔

⑩ بزدلی نہ دکھانا۔[1]

ان احکام کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے جنگ (جہاد) کو ان تمام وحشیانہ افعال سے پاک کر دیا جو اس عہد میں جنگ کا ایک غیر منفک جزو بنے ہوئے تھے۔ اسیرانِ جنگ اور سفیر کا قتل، معابدین کا قتل، مجروحین جنگ کا قتل، غیر اہل قتال کا قتل، اعضاء کی قطع و برید، مُردوں کی بے حرمتی، آگ کا عذاب، لوٹ مار، فصلوں اور بستیوں کی تخریب، بدعہدی و پیمان شکنی، فوجوں کی پراگندگی و بدنظمی اور لڑائی کا شور ہنگامہ سب کچھ آئینِ جنگ کے خلاف قرار دیا گیا اور جنگ صرف ایسی چیز رہ گئی جس میں شریف اور بہادر آدمی دشمن کو کم سے کم نقصان پہنچا کر اس کے شر کو دفع کرنے کی کوشش کرے۔

اس اصلاحی تعلیم نے دو سال کی قلیل مدت میں جو عظیم الشان نتائج پیدا کیے، ان کا بہترین نتیجہ فتح مکہ ہے جس کے باعث لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے اور ہر طرف امن وامان کا ماحول پیدا ہوا۔

---

① الموطأ للإمام مالك: 21/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی حقوق کا تحفظ......امنِ عالم کا ضامن

دور حاضر میں انسانی حقوق کی بات ایک فیشن کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ اس کا سبب وہ ظلم و جور ہے جو انسان نے روا رکھا ہے۔ اسی لیے انسان کے بارے میں خود انسان کے درمیان بار بار یہ سوال پیدا ہوتا رہا کہ اس کے بنیادی حقوق کیا ہیں؟ بقول سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ:

"قانونِ فطرت نے ایک حیوان کو دوسرے حیوان کے لیے اگر غذا بنایا ہے تو وہ صرف غذا کی حد تک ہی اس پر دست درازی کرتا ہے، کوئی درندہ ایسا نہیں ہے جو غذائی ضروریات کے بغیر بلاوجہ جانوروں کو ہلاک کرتا ہو۔
انسان ہی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی ہدایات سے بے نیاز ہو کر اسی کی دی ہوئی قوتوں سے اپنی ہی جنس پر ظلم ڈھانے شروع کر دیے۔ ایک اندازے کے مطابق انسان کے اس کرۂ ارضی پر آنے سے آج تک، تمام حیوانات نے اتنے انسانوں کی جان نہیں لی جتنی انسانوں نے صرف دوسری جنگ عظیم میں انسانوں کی جان لی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کو دوسرے انسانوں کے بنیادی حقوق کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ خالقِ انسان ہی نے اس سلسلے میں انسان کی رہبری کی اور پیغمبروں کی وساطت سے انسانی حقوق کی واقفیت بہم پہنچائی ہے۔"[1]

حق کے عام معنی لازم کے ہیں۔ بعض اوقات یہ واجب اور جائز کے معنی میں بھی

[1] اسلامی ریاست، ص:550.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمال ہوتا ہے، کبھی اس سے مراد ذمہ داری بھی ہوتی ہے جو کسی اور نسبت سے اس پر عائد ہوتی ہے۔ حقوق و فرائض کا گہرا تعلق ہے۔ اگر ایک کے حقوق ہیں تو دوسرے کے فرائض بن جاتے ہیں۔

دورِ حاضر میں انسانی حقوق کے شعور کا ارتقا

حقوقِ انسانی کے اسلامی تصور پر گفتگو کرنے سے قبل دورِ حاضر میں حقوق کی شعوری ارتقائی تاریخ کا سرسری جائزہ لینا مناسب ہوگا تاکہ انسانی کوششوں کا نقص اور الہامی ہدایت کی کاملیت کی حقیقت ظاہر ہو جائے۔

① بنیادی حقوق کی جدوجہد کا اصل آغاز گیارہویں صدی میں برطانیہ سے ہوا جہاں 1037ء عیسوی میں شاہ کانریڈ دوم (Conrad-II) نے ایک منشور جاری کر کے پارلیمنٹ کے اختیارات متعین کیے۔ اس منشور کے بعد پارلیمنٹ نے اپنے اختیارات میں توسیع شروع کر دی۔

1188ء میں شاہ الفانسو نہم (King alfonso-ix) سے حبس بے جا کا اصول تسلیم کرا لیا گیا۔ انگلستان میں شاہ جان (King John) نے 1215ء میں جو میگنا کارٹا جاری کیا تھا، وہ دراصل اس کے امراء کے دباؤ کا نتیجہ تھا۔ اس میں زیادہ تر امراء ہی کا مفاد تھا۔ اس کے متعلق ہنری مارش (Henry Marsh) کہتا ہے:

"بڑے بڑے جاگیرداروں کے ایک منشور کے سوا اس کی کوئی حیثیت نہ تھی۔"[1]

1350ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے میگنا کارٹا کی توثیق کر کے قانونی چارہ جوئی کا قانون پاس کیا جس کے تحت کسی شخص کو عدالتی کارروائی کے بغیر زمین سے بے دخل یا قید نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اسے سزائے موت بھی نہیں دی جا سکتی تھی۔

① Henry Marsh: Documents of Liberty, England, (1971), P.51.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1679ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے حبس بے جا کا قانون پاس کر لیا جس سے تمام شہریوں کو تحفظ حاصل ہوا اور 1689ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے قانونِ حقوق (Bill of Rights) منظور کیا۔ یہ برطانوی دستوری تاریخ کی اہم ترین دستاویز ہے۔ اس قانون پر بہت سے مفکروں نے تبصرہ لکھا۔

② انقلاب فرانس کے بعد "منشور حقوق انسانی" (Declaration of Human rights) 1789ء میں نمودار ہوا جس میں قوم کی حاکمیت، آزادی، مساوات، ملکیت کا تصور، ووٹ کا حق اور قانون سازی کے اختیار وغیرہ کا اثبات کیا گیا۔ اس پر امریکی اعلانِ آزادی بہت اہم واقعہ ہے۔ اس اعلانِ آزادی کا مسودہ تھامس جیفرسن (Thomas Jefferson) کا تیار شدہ تھا جو انگریزی مفکرین بالخصوص جان لاک (John lock) کے نظریے پر مبنی تھا۔ 1789ء میں فرانس کی قومی اسمبلی نے انسانی حقوق کا منشور منظور کیا۔ 1792ء میں تھامس پین (Thomas Paine) نے ایک کتابچہ بعنوان "The rights of man" شائع کیا جو ایک ماخذ کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد جرمنی اور متعدد یورپی ممالک میں بنیادی حقوق کو دساتیر میں شامل کیا گیا۔

حقوق کی ساری بحث کا دارومدار معاہدۂ عمرانی پر ہے۔ یہ ایک موہوم تصور ہے جو فرد اور معاشرے کے تعلق کو واضح کرنے کے لیے سیاسی مفکرین نے پیش کیا۔[1]

معاہدۂ عمرانی پر لکھنے والوں نے واضح طور پر کہا کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ریاستیں اور حکومتیں ارادتاً کسی معاہدے کے ذریعے سے وجود میں نہیں آئیں بلکہ فطری طور پر ایک خاندان اور قبیلہ کی طرح ابتدائی گروہ بندیوں سے بتدریج قائم ہوئی ہیں۔[2]

پروفیسر الیاس کے بقول:

① The social contract/4 .

② Protection of Human Rights under the law/3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''انسان کی پوری سیاسی تاریخ میں ہمیں کوئی ایک واقعہ یا ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی جس میں ریاست کی تشکیل کے لیے معاہدۂ عمرانی کو استعمال کیا گیا ہو۔''[1]

یہی وجہ ہے کہ مغربی حکومتوں نے جب چاہا، انسانی حقوق کو نظر انداز کر کے ظالمانہ کارروائیاں جاری رکھیں۔ دور حاضر میں امریکہ نے بنیادی انسانی حقوق کو کمزور قوموں کے خلاف بطور ہتھیار استعمال کیا۔ انھیں مسلسل دباؤ میں رکھ کر سیاسی و معاشی فوائد حاصل کیے اور جب چاہا اپنے آپ کو بالاتر سمجھ کر ان کے حقوق کو بے دریغ پامال کیا۔

1940ء میں ایچ۔ جی ویلز (H.G.Wells) نے اپنی کتاب "The New World Order" میں انسانی حقوق کے ایک منشور کو جاری کرنے کی تجویز پیش کی اور 1941ء میں منشور اوقیانوس "Atlantic Charter" پر دستخط ہوئے جس کا مقصد بقول چرچل ''انسانی حقوق کی علمبرداری کے ساتھ جنگ کا خاتمہ تھا۔''

1946ء میں فرانس نے 1798ء کے منشور کو اپنے دستور میں شامل کر دیا اور اسی سال جاپان نے بھی انسانی حقوق کو دستور میں شامل کیا۔ 1947ء میں اٹلی نے بھی اپنے دستور میں بنیادی انسانی حقوق کو شامل کیا۔

جمہوری فلسفے کے تحت U.N.O. نے بہت سے مثبت اور تحفظاتی حقوق کے متعلق قراردادیں پاس کیں اور بالآخر ''عالمی منشور حقوق انسانی'' منظر عام پر آ گیا جس میں وہ سارے حقوق سمو دیے گئے جو مختلف یورپی ممالک کے دساتیر میں تھے۔

اقوام متحدہ نے جس عالمی منشور کا اعلان کیا تھا، وہ گویا اس ضمن میں انسانی کوششوں کی معراج ہے۔ یہ منشور تیس (30) دفعات پر مشتمل ہے جس کی تفصیل منشور میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اس منشور میں جن حقوق اور آزادیوں کا اعلان کیا گیا تھا، انھیں بعد میں دو

[1] The social contrract and the Islamic state/1 .

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک فہرست میں معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق کو یکجا کر دیا گیا اور دوسری فہرست میں شہری اور ریاستی حقوق کو۔ جنرل اسمبلی نے 1966ء میں ان دو عہدناموں (Convenants) کی منظوری دی اور رکن ریاستوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا کہ جو ملک رضا کارانہ طور پر ان حقوق کو تسلیم کرتا ہو، ان عہد ناموں پر دستخط کر دے۔

عالمی منشور انسانی حقوق کے مطالعے اور تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ بین الاقوامی سطح پر انسانوں کی اجتماعی کوششیں بھی اس کے لیے پروقار اور آبرومندانہ زندگی کو کوئی ضمانت مہیا نہیں کرسکیں۔ وہ اپنے اپنے ملک میں حکومتوں کی قہرمانی کے سامنے جتنا بے بس اور بے اختیار پہلے تھا اتنا ہی آج بھی ہے بلکہ حکومتوں کے دائرۂ کار اور اس کے اختیارات میں مسلسل وسعت اور اضافے نے بنیادی حقوق اور شہری آزادیوں کو بے معنی بنا دیا ہے۔ منشورِ انسانی حقوق کی حیثیت ایک خوشنما دستاویز سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس میں حقوق کی ایک فہرست تو مرتب کر دی گئی ہے لیکن ان میں سے کوئی حق بھی اپنے پیچھے قوت نافذہ نہیں رکھتا۔ یہ نہ ریاستوں پر کوئی قانونی پابندی عائد کر کے انھیں بنیادی حقوق سلب کر لینے سے باز رکھنے کا کوئی اہتمام کرتا ہے اور نہ کسی فرد کے غصب شدہ حقوق کی بازیابی کے لیے قانونی چارہ جوئی کا نظام مہیا کرتا ہے۔ اس طرح یہ منشور تحفظ حقوق انسانی کے معاملے میں بالکل ناقابل اعتماد دستاویز ہے۔ اس کا زیادہ سے زیادہ فائدہ بس اتنا ہے کہ اس نے انسانی حقوق کا ایک معیار قائم کر دیا ہے اور عالمی انسانی برادری کو اپنے حقوق کے تحفظ کا ارتقائی شعور اور احساس بخشا ہے۔

معاشرے میں فرد کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ اس کی مدد سے نو آزاد ممالک اپنے آئین بناتے وقت بنیادی حقوق کے رسمی باب کو سہولت کے ساتھ مرتب کر لیتے ہیں۔ اس منشور کی حیثیت سراسر اخلاقی ہے۔ قانونی نقطۂ نظر سے اس کا کوئی وزن اور مقام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ اس منشور کی قوت و اہمیت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف سیاسی قیدیوں کے معاملات سے متعلق بین الاقوامی تنظیم ''ایمنسٹی انٹرنیشنل'' کی شائع شدہ رپورٹ برائے سال 1975ء - 1976ء کے مطابق اقوام متحدہ کے ایک سو چالیس (140) رکن ممالک میں سے 113 ممالک میں بنیادی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں کی گئیں اور طاقت کے بے جا استعمال، بلا جواز گرفتاریاں، سیاسی قید و بند، جبر و تشدد، سزائے موت کے واقعات، پریس پر پابندی، عدلیہ کے اختیارات میں کمی، آمرانہ قوانین کے نفاذ اور بنیادی حقوق منسوخ و معطل کیے جانے کے اقدامات میں عالمگیر سطح پر تشویش ناک اضافہ ہوا ہے۔ ①

① بنیادی حقوق از محمد صلاح الدین، ص: 90-96، مزید دیکھیے:

Gaius Ezejiofor: Protection of human rights under the law, (1964), P.80,

Hans Kelsen: The law under the charter of the United Nations, London (1950), P.28.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے انسانی حقوق کا تصور

اسلام نے جو حقوق انسان کو عطا کیے، ان کا جائزہ لینے سے قبل یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے مقام کے بارے میں بھی اسلام کا تصور جان لیں۔

مقام انسان کا تعین

انسان کو اپنے بارے میں ابتدا سے غلط فہمی رہی جو اب تک برقرار ہے۔کبھی وہ افراط پر اترتا ہے تو اپنے آپ کو دنیا کی سب سے بڑی ہستی سمجھ لیتا ہے، تکبر و سرکشی کی ہوا اس کے دماغ میں بھر جاتی ہے اور وہ ﴿مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ط﴾ ''ہم سے بڑا طاقتور کون؟''[1] اور ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ ''میں تمھارا سب سے بڑا رب (مالک) ہوں۔''[2] کی صدا بلند کرتا ہے اور ظلم و جور اور شر و فساد کا ایک مجسمہ بن جاتا ہے۔کبھی یہ انسان تفریط کی جانب مائل ہوتا ہے تو اپنے آپ کو دنیا کی سب سے زیادہ ذلیل ہستی سمجھ لیتا ہے۔ درخت، پتھر، دریا، پہاڑ، جانور، آگ، چاند، سورج اور دیگر مظاہر فطرت کے آگے گردن جھکا دیتا ہے۔

اسلام نے ان دو انتہائی تصورات کو باطل کر کے انسان کی اصلی حقیقت اس کے سامنے پیش کی۔قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر انسان کے مقام کی نشاندہی کی گئی ہے۔ارشاد ربانی ہے:

﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ

[1] حٰمٓ السجدة 15:41. [2] النّٰزعٰت 24:79.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَالتَّرَآئِبِ ۞ ﴾

''انسان کو لازم ہے کہ دیکھے وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے، جو پیٹھ اور پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔''①

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سورۃ یٰسٓ آیات 77,78 اور سورۃ الانفطار آیات 6 تا 8۔

شرفِ انسانیت

مذکورہ بالا آیات قرآنیہ میں انسان کے تکبر کو توڑا گیا ہے۔ اس کے زعم باطل پر کاری ضرب لگائی گئی ہے لیکن دوسری طرف شرف انسانیت کو بھی اجاگر کیا گیا، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۞ ﴾

''یقیناً ہم نے انسان کو بہترین شکل وصورت میں پیدا کیا ہے۔''②

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آدم کی اولاد کو بہت عزت دی ہے۔''③

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهِ»

''اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔''④

اسلام نے غیر مسلم شہری (ذمی) کو بھی جان کا تحفظ فراہم کیا ہے۔ احادیث میں ذمی

① الطارق 86:5-7. ② التین 95:4. ③ بنی اسراءیل 17:70. ④ صحیح البخاري، الاستئذان، باب بدء السلام، حدیث:6227.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے قتل کے بارے میں سخت وعیدیں منقول ہیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَّمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَّسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا»

''جس شخص نے کسی ذمی کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کے فاصلے سے آتی ہوگی۔''[1]

شخصی آزادی کا حق

یہ حق بھی اسلام ہی نے انسان کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبورِ محض پیدا نہیں کیا بلکہ خاص دائرے کے اندر اس کو اختیار بھی بخشا ہے۔ اس اختیار کی بنا پر اس کو دنیا میں امر و نہی کا مکلّف اور آخرت میں اس کو سزا و جزا کا حقدار بنایا ہے۔ اسلام میں کسی شخص کی انفرادی آزادی اس وقت تک محفوظ رکھی جائے گی جب تک وہ اپنی اس آزادی کو دوسروں کی آزادی سلب کرنے یا جماعت کے مفاد کو خطرہ میں ڈالنے کے لیے استعمال نہیں کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

«وَاللهِ! لَا يُوسَرُ رَجُلٌ فِي الْإِسْلَامِ بِغَيْرِ الْعُدُولِ»

''اللہ کی قسم! اسلام میں کوئی شخص بغیر عادل گواہوں کے قید نہیں کیا جا سکتا۔''[2]

عمرو بن العاص کے بیٹے کا مصری کو کوڑے مارنا اور قید کرنا، بعدازاں اس کا فرار ہونا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جانا ایک مشہور واقعہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

«مُذْ كَمْ تَعَبَّدْتُّمُ النَّاسَ وَقَدْ وَلَدَتْهُمْ أُمَّهَاتُهُمْ أَحْرَارًا؟»

---

[1] صحيح البخاري، الجزية والموادعة، باب إثم من قتل معاهدا بغير جرم، حديث:3166.

[2] الموطأ للإمام مالك:720/2.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنا رکھا ہے جبکہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنا ہے۔''[1]

مذہب ومسلک کی آزادی

اسلام نے انسانیت کو ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ ''دین میں کوئی زبردستی نہیں۔''[2] کا درس دیا ہے۔ اس کے تحت ہر شخص کو آزادی ہے کہ وہ جس مذہب یا مسلک کو اپنانا چاہے، اپنا لے۔ اس حق کے بارے میں سب سے بہتر وضاحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے۔ ان کے زمانے میں خوارج کا گروہ پیدا ہوا جو علانیہ ریاست کے وجود کی نفی کرتا اور بزور شمشیر اس کو مٹانے پر تلا ہوا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو پیغام بھیجا:

«كُونُوا حَيْثُ شِئْتُمْ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَّا تَسْفِكُوا دَمًا حَرَامًا وَّلَا تَقْطَعُوا سَبِيلًا وَّلَا تَظْلِمُوا أَحَدًا فَإِنْ فَعَلْتُمْ نَبَذْتُ إِلَيْكُمُ الْحَرْبَ»

''تم جہاں چاہو رہو، ہمارے اور تمھارے درمیان یہ قرارداد ہے کہ تم حرام خون ریزی اور رہزنی اختیار نہ کرو گے، ظلم سے باز رہو گے اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بات تم سے سرزد ہوئی تو میں تمھارے خلاف جنگ کا حکم دے دوں گا۔''[3]

مساوات کا حق

اسلام نے نہ صرف مساوات کے حق کو تسلیم کیا ہے بلکہ علانیہ کہا ہے کہ تمام انسان برابر ہیں اور اگر کسی کو کسی پر فضیلت ہے تو وہ تقویٰ کے اعتبار سے ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

① کنز العمال: 661,660/12. (سند کے اعتبار سے یہ قصہ انتہائی ضعیف ہے۔) ② البقرة2:256.
③ نیل الأوطار: 188/7.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿يَايُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ ۚ﴾

''اے لوگو! بلاشبہ ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے تمھارے خاندان اور قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بلاشبہ اللہ کے ہاں تم میں سے زیادہ عزت والا (وہ ہے) جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔''[1]

قانونی مساوات

ایک دفعہ قریش کے ایک معزز گھرانے کی عورت نے چوری کی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے ان کی سفارش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَوْ فَاطِمَةُ فَعَلَتْ ذٰلِكَ لَقَطَعْتُ يَدَهَا»

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر فاطمہ (بنت محمد) بھی یہ کام کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''[2]

ایک دوسری روایت میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عاملوں (گورنروں) کے فرائض پر گفتگو کر رہے تھے کہ وہ زیادتی کرنے والے سے قصاص لیں گے تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فرض کیجیے کہ ایک شخص کہیں کا گورنر ہے، وہ کسی کو سزا دیتا ہے تو کیا آپ اس سے بھی قصاص دلوائیں گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«إِيْ وَالَّذِي نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهِ إِذَنْ لَأُقِصَّنَّهُ وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُقِصُّ مِنْ نَفْسِهِ»

[1] الحجرات 13:49۔ [2] صحيح البخاري، الحدود، باب إقامة الحدود على الشريف والوضيع، حديث: 6787۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے، تب تو میں اس سے ضرور قصاص دلواؤں گا، یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ خود، اپنے آپ کو قصاص کے لیے پیش کر رہے تھے۔''①

خلافتِ راشدہ میں بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ خلفائے راشدین مدعا علیہ کی حیثیت سے عام عدالتوں میں حاضر ہوئے اور ایک معمولی شہری کے مقابل میں اپنے اوپر لگائے گئے الزام کے سلسلے میں جواب دہ ہوئے۔

معاشی مساوات و عدل

معاشی دائرے میں ہر انسان کا ایک حق ہے اور دنیا کی پیداوار میں اس کا حصہ ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے:

﴿وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾

''اور دنیا سے اپنا حصہ مت بھول۔''②

قرآن مجید معاشی زندگی میں اخلاقیات پر زور دیتا ہے کہ یہی معاشرتی امن و سکون کی بنیاد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، مگر یہ کہ آپس کی رضامندی سے تجارت ہو اور تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر ہمیشہ سے بہت رحم کرنے والا ہے۔''③

① مسند أحمد: 41/1، وسنن أبي داود، الديات، باب القود من الضربة وقص الأمير من نفسه، حديث: 4537۔ (ضعيف). ② القصص 77:28. ③ النساء 29:4۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

''اور تم اپنے مال آپس میں ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ اور انھیں حاکموں کے پاس نہ لے جاؤ تا کہ تم لوگوں کے مالوں میں سے ایک حصہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔''[1]

اسی طرح ناپ تول میں خیانت سے منع فرمایا گیا جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت 35 میں ہے اسلام نہ صرف معاشی معاملات میں عدل وانصاف اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے بلکہ معاشی استحصال کی مذمت کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا بزور انسداد بھی کرتا ہے اور اس کو معاشرے کے لیے باعث نزاع اور معاشی جبر قرار دیتا ہے۔

اسلام انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دلاتا ہے۔ اگر انفاق کی سرگرمی کے باوجود کچھ لوگ محروم رہ جائیں تو اسلامی ریاست ان کی کفالت کا انتظام کرے گی۔ مسلمانوں کا بیت المال محروم شہریوں کی کفالت کا ذمہ دار ہے، خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«وَأَنَا وَلِيُّ مَنْ لَّا وَلِيَّ لَهُ»

''اور میں اس کا سرپرست ہوں جس کا کوئی بھی سرپرست نہیں۔''[2]

اسی طرح مرنے والے کے قرض کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا:

«وَأَنَا وَارِثُ مَنْ لَّا وَارِثَ لَهُ، أَعْقِلُ لَهُ وَأَرِثُهُ»

''جس کا کوئی وارث نہیں، اس کا میں وارث ہوں، میں اس کی طرف سے دیت

[1] البقرة 188:2. [2] مسند أحمد: 133/4.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوں گا اور اس کا وارث ہوں گا۔''[1]

ذاتی ملکیت کا حق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا ۖ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ ﴾

''مردوں نے جو کمایا اس میں ان کا حصہ ہے اور عورتوں نے جو کمایا، اس میں ان کا حصہ ہے۔''[2]

اسلام نے ذاتی ملکیت کو تسلیم کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے تحفظ کا انتظام بھی کیا، مثلاً: چوری کی سخت سزا پر ہاتھ کاٹنا اس حق کے احترام اور اس پر دست درازی کی ممانعت کی کھلی دلیل ہے۔

ریاست کے معاملات پر شرکت کا حق

اسلامی ریاست چونکہ شخصی، گروہی، خاندانی اور نسلی ریاست نہیں، لہٰذا ہر مسلمان کو امور مملکت میں شرکت کا پورا حق ہے۔ قرآن مجید نے اس اصول کو یوں واضح کیا:

﴿ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ﴾

''اور ان کا کام آپس میں مشورہ کرنا ہے۔''[3]

نبی کریم ﷺ کو بھی یہ تاکید کی گئی:

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ ﴾

''اور کام میں ان سے مشورہ کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر

---

① سنن أبي داود، الفرائض، باب ميراث ذوي الأرحام، حديث: 2899. ② النسآء 4:23.
③ الشورىٰ 42:38.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھروسہ کریں۔''[1]

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد شوریٰ کے اس مفہوم میں مندرجہ ذیل امور شامل ہیں:

① ریاست کے امیر، اس کے مشیر اور نمائندے لوگوں کی آزادانہ رائے سے منتخب ہوں۔

② لوگوں کو اوران کے نمائندوں کو تنقید، اختلاف اور اظہار رائے کی آزادی ہو۔

③ رعایا کو یہ حق حاصل ہو کہ جسے وہ چاہیں، وہی ریاست کا انتظام کرے اور جسے وہ چاہیں اسے منصب ریاست سے ہٹایا جا سکے۔

جیسا کہ شروع میں ذکر کیا گیا تھا کہ دنیا میں انسانی حقوق کا جو اعلان ہوا ہے، اس کے پیچھے کوئی سند نہیں ہے۔ اس کے برعکس اسلام کے تصور حقوق انسانی کو سند اور قوتِ نافذہ دونوں حاصل ہیں۔

حقوق کے ضمن میں ایک بلند معیار پیش کر دیا گیا اور یہ کوئی معاہدہ نہ تھا کہ ان کے حقوق کو ساری قوموں سے منوایا جا سکے، لیکن اسلام کے حلقے میں داخل ہونے والا ہر فرد اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی ہدایت کا پابند ہے، اس لیے وہ لازماً مانے گا۔ اس اعتبار سے یہ حقوق مسلمانوں کو بھی دیے جائیں گے اور دوسری اقوام کو بھی، دوستوں کو بھی اور دشمنوں کو بھی۔ یہ بھی دین اسلام کے امن و رحمت ہونے کی ایک بڑی دلیل ہے۔ انسانی حقوق کے ضمن میں بھی اسلام کا دین العمل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اسلام واقعی زندگی کے جملہ پہلوؤں پر حاوی ہے اور یہی اسلام کی وہ خصوصیت ہے جو اسے تمام ادیان اور نظامہائے فکر سے ممتاز کرتی ہے۔ خالق کائنات نے قول صادق فرمایا جو قرآن مجید میں محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾

① آل عمران 3:159.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمھارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔''[1]

کیا اسلامی نظام صرف تیس سال قائم رہا؟

اسلام میں بنیادی حقوق کے ان تحفظات کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک قاری کے ذہن میں بجا طور پر یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اتنے مستحکم اور ہمہ گیر تحفظات کی موجودگی میں یہ المیہ کیونکر رونما ہوا کہ اسلام کا فقید المثال نظام عدل و مساوات خلافت راشدہ کی 30 سالہ مدت کے بعد برقرار نہ رہ سکا۔ اس مختصر سی مدت کے بعد بہت سی خرابیاں پیدا ہوئیں۔ موروثی بادشاہت نے منتخب خلافت کی جگہ لے لی۔ بیت المال مسلمانوں کی امانت نہ رہا بلکہ حکمرانوں کی ذاتی ملکیت بن گیا، وغیرہ۔

یہ اعتراض کہ اسلام صرف 30 سال چلا سراسر مغالطہ آرائی ہے۔ حقیقت صرف اتنی ہے کہ مسلمانوں نے اسلام پر 30 سال تک قلب و ذہن کی یک سوئی کے ساتھ عمل کیا۔ بعدازاں ان کے سیاسی نظام میں خلل واقع ہوا اور بگاڑ کی صورتیں نمودار ہوئیں، لیکن سوال یہ ہے کہ اس بگاڑ سے خود اسلام کی صحت پر کیا اثر پڑا؟ وہ کس بنا پر ناقابلِ عمل ٹھہرا؟ کیا مسلمانوں کی تاریخ میں بعض بادشاہوں اور آمروں کی موجودگی آج صحیح اسلام پر عمل میں مانع ہوگئی ہے؟ کیا ہم یہ عذر پیش کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ چونکہ ہمارے ہاں حجاج بن یوسف اور حسن بن صباح جیسے لوگ درمیان میں آگئے ہیں، اس لیے اب خلافت راشدہ کا نظام بروئے کار لانا ممکن نہیں رہا؟ آخر اسلام اور مسلمانوں کے باہمی رشتے سے امراء وسلاطین کی کارگزاریوں کا تعلق کیا ہے؟ مسلمانوں کو ان کے نام تک یاد نہیں، ان کے احکام و فرامین کو کبھی اس قابل نہیں سمجھا گیا کہ ان کا ذکر تک کیا

[1] المائدة 5:3.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے یا کسی معاملے میں ان کا حوالہ دیا جائے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کا بچہ بچہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ اربعہ، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ، نیز امام بخاری، امام ابن تیمیہ، ابن حزم، غزالی، شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ اور اسی طرح دوسرے مسلم زعما کے ناموں سے بخوبی واقف ہے کیونکہ یہ شخصیات عہد نبوی سے آج تک کی تاریخ اسلام میں مسلمانوں کو ان کا دینی ورثہ منتقل کرنے اور اسلام کے ساتھ ان کی وابستگی کا تسلسل قائم رکھنے سے گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ ان کی بدولت اسلام کے ساتھ مسلمانوں کا رشتہ کسی ایک لمحے کے لیے بھی منقطع نہیں ہوا اور نہ اسلام عصری مسائل سے کنارہ کش ہوا، بلکہ ہر دور میں مسلمانوں کو زندگی کے تمام معاملات میں کامل رہنمائی دیتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔

اب اس اعتراض کا کہ ''اسلام 30 سال سے زائد نہ چل سکا'' ایک اور پہلو سے جائزہ لیجیے! یہ اعتراض صرف سیاسی نظام کی حد تک اور وہ بھی جزوی طور پر درست ہوسکتا ہے، لیکن مسلمانوں کی عام انفرادی اور اجتماعی زندگی ہمیشہ اسلام کے تابع رہی ہے۔ ان کی اخلاقی، معاشرتی، معاشی، تعلیمی، خانگی، ثقافتی اور عدالتی زندگی میں، اسلام ہی کا قانون جاری وساری رہا ہے۔ ان کی سیاسی زندگی بھی اسلام سے یکسر بے تعلق نہیں رہی، اسلام کا مذہب اور سیاست کبھی اس طرح جدا نہیں ہوئے جس طرح یورپ میں چرچ اور سیاست جدا ہوئے۔ یورپ میں چرچ کی بالادستی ختم ہوئی تو ریاست نے مذہب کو اجتماعی زندگی سے کلیۃً خارج کر کے اسے انفرادی زندگی تک محدود کر دیا۔ اس کے برعکس نوآبادیاتی دور سے قبل تک مسلمانوں کی پوری تاریخ میں ہمیں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی جہاں کسی بادشاہ یا حکمران نے شریعت کو مکمل طور پر معطل کر کے خود اپنا وضع کردہ قانون نافذ کر دیا ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان بادشاہوں نے قانون شریعت کی خلاف ورزی ضرور کی ہے لیکن اس قانون کو مسجد و مدرسہ کے حوالے کر کے وہ اس سے بے تعلق کبھی نہیں ہوئے۔ ان کی ریاستوں کا قانون شریعت ہی کا قانون تھا اور زندگی کے تمام معاملات میں عدالتی فیصلے اسی کے مطابق ہوتے تھے۔ ان بادشاہوں میں بھی سب کے سب ظالم و جابر اور عیش و عشرت کے دلدادہ نہیں تھے۔ ان میں بڑے بڑے عابد و زاہد، متقی اور پرہیزگار حکمران بھی گزرے ہیں۔ ان میں ناصر الدین محمود رحمہ اللہ اور اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ جیسے بادشاہ شامل ہیں جو شاہی خزانے کو اپنی ذات کے لیے حرام سمجھتے تھے۔ وہ غیر مسلم ہم عصر حکمرانوں سے بلاشبہ بہتر تھے۔ ہم چونکہ انھیں خلافت راشدہ کے معیار پر جانچتے ہیں، اس لیے وہ ہماری نگاہوں میں جچتے نہیں، لیکن ان کا موازنہ ہم عصر حکمرانوں سے اور ان کے نظام سلطنت کا موازنہ دنیا کے دیگر ہم عصر نظاموں سے کیا جائے تو ان کی پوزیشن بالکل بدل جاتی ہے، البتہ یہ کہنا درست ہوگا کہ 30 سال بعد امت مسلمہ اپنے عمل کی دنیا میں خلافت راشدہ کی سطح برقرار نہ رکھ سکی، البتہ ہم معترضین کے سامنے اپنا یہ سوال دہرانا چاہیں گے کہ آج اسلام کو اس کی حقیقی صورت میں نافذ کرنے کا عزم کر لیا جائے تو اس میں کیا چیز مانع ہوگی؟ خود اسلام یا ہوس اقتدار اور نشہ حکمرانی میں بدمست لوگوں کی نیت کی کھوٹ؟

مستشرقین اور ان کے مسلمان متاثرین کی جانب سے اسلام کی ''ناکامی'' کے ضمن میں ایک اور اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ قرن اول کے اسلامی معاشرے میں سیاسی، معاشی، عدالتی اور معاشرتی ادارے (Institutions) وجود میں نہ آ سکے۔ اس نظام حکومت میں مملکت کی بھاگ دوڑ فرد واحد کے ہاتھ میں تھی جو صحن مسجد میں بیٹھ کر جملہ امور مملکت انجام دیتا، مالِ غنیمت تقسیم کرتا، گورنروں اور فوجی کمانڈروں کو احکام و ہدایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاری کرتا، ان کی رپورٹس وصول کرتا، ان کے استفسارات کا جواب لکھواتا، انھیں ضروری وسائل مہیا کرتا، ان کے خلاف شکایات کی سماعت کرتا، عام لوگوں کی تکالیف کا ازالہ کرتا، ان کے تنازعات کا تصفیہ کرتا اور فقہی مسائل میں ان کی رہنمائی کرتا۔ عام لوگوں کو چونکہ خلیفہ تک دسترس حاصل تھی، اس لیے وہ بھی بالعموم اپنے چھوٹے بڑے مسائل لے کر اسی کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اس طرح خلیفہ کی ذات کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی اور تقسیم اختیارات کے بجائے ارتکازِ اختیارات کے اس عمل نے خود مختار اور نیم خود مختار اداروں کے وجود کی راہیں مسدود کر دیں۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم چونکہ انتہائی نیک طینت، پاکباز، بے لوث، اللہ کا خوف رکھنے والے سربراہِ حکومت تھے، اس لیے ان کے دور میں سارا کام ٹھیک ٹھاک چلتا رہا، لیکن ان کے بعد جب حکمرانوں میں وہ بے غرض اور کردار کی بلندی اور پاکیزگی باقی نہ رہی الا ماشاء اللہ تو یہ نظام جو بھی مستحکم اداروں پر استوار نہیں ہو سکا تھا، تیزی سے روبہ زوال ہوا اور اس میں بہت سی خرابیاں در آئیں۔

یہ اعتراض ناواقفیت سے زیادہ عصبیت پر مبنی ہے اور اس کا اصل محرک مغرب کی یہ خواہش ہے کہ انسانی حقوق کے تصور، ان کے حصول کی تحریک اور فلسفۂ جمہوریت کی طرح سیاسی، معاشی اور معاشرتی اداروں کے قیام اور فروغ کا سہرا بھی اس کے سر باندھا جا سکے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ خلافت راشدہ اور بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسلامی ریاست کی بنیادیں مستحکم اداروں پر استوار کی جا چکی تھیں اور بنو امیہ اور بنو عباس کے دورِ حکومت میں ان اداروں کو مزید فروغ حاصل ہوا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس موضوع پر عصرِ حاضر کے تحقیقی کام کا مختصر جائزہ

① ریاستی دہشت گردی

نوم چومسکی (امریکہ)

امریکہ کے مشہور محقق اور پروفیسر کی کتاب "The Culture of Terrorism" کا ترجمہ عامر اعجاز بٹ نے کیا ہے۔ پبلشر: جمہور پبلیکیشنز، لاہور کینٹ، پی۔ او بکس 6283.

اس کتاب میں امریکی دہشت گردانہ پالیسی پر سخت تنقید کی گئی ہے۔ دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ امریکہ کی پالیسی غیر انسانی اور غیر اخلاقی ہے۔ یہ بہت ہی مفید کتاب ہے۔ نوم چومسکی ترقی پسند، غیر متعصب اور بے لاگ انداز کا مبصر ہے۔

② دہشت گرد کون؟

مؤلف: حیدر جاوید حیدر

پبلشر: برائٹ بکس، اردو بازار، لاہور.

گیارہ ستمبر کے سانحے اور اس کے بعد رونما ہونے والے واقعات پر خوب تجزیہ کیا گیا ہے۔ بہت مفید کتاب ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ بنیاد پرستی اور تہذیبی کشمکش

مؤلف: مرزا محمد الیاس

ناشر: حرا پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور.

اس کتاب میں صحیح اور مثبت فکر کو اجاگر کیا گیا ہے اور اسلام پر لگائے گئے الزامات کے جواب دیے گئے ہیں۔

مؤلف کے مندرجہ ذیل دو مضامین قابل مطالعہ ہیں:

① امریکی انتظامیہ، عالمی صیہونیت اور مسیحی بنیاد پرستی کی گرفت، روزنامہ نوائے وقت، مورخہ 15 جون 1993ء.

② تہذیبی فکری تصادم، آئندہ کا پیش خیمہ، ایشیا، لاہور، اگست 1993ء.

④ الجہاد الاسلامی

مؤلف: مفتی عبدالرحمٰن رحمانی۔

ناشر: دارالاندلس 4- لیک روڈ چوبرجی، لاہور.

اس کتاب میں جہاد سے متعلق مفصل مباحث ہیں، نیز علمی انداز سے جدید دور کے مسائل پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

⑤ جہاد اور دہشت گردی

مؤلف: حافظ مبشر حسین لاہوری

ناشر: مبشر اکیڈمی، لاہور.

اس کتاب میں جہاد اور دہشت گردی میں فرق کو علمی انداز میں ظاہر کیا گیا ہے۔ جہاد اور دورِ حاضر کے تقاضے پر بھی بحث کی گئی ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا سوال نامہ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا زاہد الراشدی کے عالمانہ جوابات پر مشتمل مقالہ بھی اس میں شامل کیا گیا ہے۔ ایک مقالہ ''دہشت گردی اور عالمِ اسلام'' بہت ہی مفید ہے۔

⑥ حقوق انسانی کی آڑ میں

مرتب: محمد متین خالد

ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان۔

اس کتاب میں تقریباً ستر (70) کے لگ بھگ مقالات ہیں۔ ان میں سے بیس مقالات حقوق سے متعلق ہیں جن میں دور جدید کے مسائل مندرج ہیں۔ بہت ہی مفید کتاب ہے۔

⑦ حقوق الانسان فی الاسلام (عربی)

مولف: الدکتور محمد الزحیلی، جامعہ دمشق

ناشر: دار ابن کثیر، دمشق، بیروت 1997ء۔

حقوق انسانی کے متعلق تمام پہلوؤں پر عالمانہ اور معاصرانہ انداز میں بحث کی گئی ہے، نیز اسلام نے انسانوں کو جو حقوق عطا کیے ہیں، ان کی وضاحت بھی کی ہے۔ بہت ہی مفید کتاب ہے۔

⑧ Human Rights In Islam

By Sulaiman Abdul Rahman Ph.D.

Publisher: Imam Mohammad Bin Saud University 1999.

اس کتاب کو انگریزی میں مرتب کیا گیا ہے۔ انسانی حقوق کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصادر ومراجع

فہرست مضامین مجلّات

① ماہنامہ مجلّہ ''محدث'' عنوان ''اسلامی جنگیں۔ دہشت گردی یا امن عالم''، مقالہ نگار: پروفیسر محمد اقبال کیلانی، جلد نمبر 33، شمارہ نمبر 3، مارچ 2001ء۔

② ماہنامہ ''محدث'' جلد نمبر 34، شمارہ 11، نومبر 2002، عنوان مقالہ ''دہشت گردی اور عالم اسلام''، ڈاکٹر کوکب اوکاڑوی۔ اس میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام دہشت گردی نہیں بلکہ امن وسلامتی کا دین ہے۔

③ ماہنامہ ''محدث'' جلد نمبر 36، شمارہ نمبر 7، جولائی 2004ء، عنوان مقالہ ''اسلام اور دہشت گردی'' مقالہ نگار: ڈاکٹر خالد علوی۔

اس مقالے میں بہت ہی مفید اور عالمانہ بحث کے ذریعے سے اسلام کو دینِ امن ثابت کیا گیا ہے اور جہادِ اسلامی پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

④ ماہنامہ ''محدث'' جلد نمبر 34، شمارہ 6، جون 2002ء، عنوان مقالہ ''جہاد کا مفہوم اور دورِ حاضر میں اس کے تقاضے'' مقالہ نگار: مولانا زاہد الراشدی۔

اس مقالے میں مقالہ نگار نے خودکش حملے اور جدید جہادی مسائل پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ یہ بہت ہی مفید مقالہ ہے۔

⑤ ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' جلد نمبر 132، عدد 5، مئی 2005ء، عنوانِ مقالہ ''عالمی امن و انصاف اسلامی تناظر میں'' مقالہ نگار: عنایت علی خاں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مقالے میں فاضلانہ اور عالمانہ بحث کی گئی ہے.

⑥ ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' جلد نمبر 132، عدد 10، اکتوبر 2005ء، عنوان مقالہ ''خودکش دہشت گردی کی وجہ'' مقالہ نگار: مسلم سجاد.

⑦ جامعہ پنجاب شعبہ علومِ اسلامیہ، لاہور میں پیش کیے گئے مقالات جو اس موضوع سے متعلق ہیں، یہ ہیں:

نمبر شمار	عنوان مقالہ	مقالہ نمبر
①	امن عالم اور اسلام	1992/32ء
②	اسلام امن وسلامتی کا دین ہے	1972/3ء
③	اسلام کا نظریہ امن وسلامتی اور عصری عالمی صورتِ حال	2004ء / نمبر 1992/32ء
④	دہشت گردی کا تصور۔ اسلام اور اقوام عالم	2002/28ء
⑤	ہمارا تہذیبی تصادم اور امت مسلمہ	2003/28ء
⑥	بنیادی انسانی حقوق اور مذاہب عالم	1996/21ء

هٰذَا مَا عِنْدِي، نَسْأَلُ اللهَ الْعَافِيَةَ وَالتَّوْفِيقَ وَالسَّدَادَ، وَنَسْأَلُ مِنَ اللهِ تَعَالَى الْأَمْنَ وَالسَّلَامَةَ لِلْأُمَّةِ الْمُسْلِمَةِ وَلِلْمُسْلِمِينَ فِي جَمِيعِ أَنْحَاءِ الْعَالَمِ وَصَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ	پبلشر	کتاب	مؤلف
1958ء	دار صادر، بیروت	الطبقات الکبری	محمد بن سعد
1999ء	دار السلام الریاض	سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید، ابن ماجہ
1977ء	دار الشروق سعودی عرب	السيرة النبوية	ابوالحسن ندوی
2000ء	دار السلام الریاض	سنن ابوداود	ابوداؤد، سلیمان بن اشعث
1993ء	کریسنٹ پبلشنگ کمپنی دہلی	رسولِ اکرم کی حکمتِ انقلاب	اسعد گیلانی
1963ء	مکتبہ قاسمیہ لاہور	مفردات القرآن (ترجمہ مولانا محمد عبدہ)	راغب اصفہانی
1990ء	سنگ میل پبلیکیشنز لاہور	دہشت گردی (ایک مکمل مطالعہ)	انعام الحق سحری
1999ء	دار السلام الریاض	صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل بخاری
2000ء	دار السلام الریاض	جامع الترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی
1964ء	مکتبہ خدام ملت کراچی	مذاہب عالم	احمد عبداللہ سدوسی
1995ء	وقاص پبلیکیشنز لاہور	دہشت گردی	سلطان شاہد
	سنگ میل پبلیکیشنز لاہور	سیرت نبوی کے منہاج	سمیع اللہ قریشی
	مجمع فہد، سعودی عرب	تفسیر عثمانی	شبیر احمد عثمانی
1964ء	دار الفکر بیروت	نيل الأوطار	محمد بن علی الشوکانی
1997ء	المکتبۃ السلفیۃ لاہور	الرحیق المختوم	صفی الرحمٰن مبارکپوری
2002ء	دار السلام لاہور	تفسیر احسن البیان	حافظ صلاح الدین یوسف
2002ء	دار المعارف لاہور	تاریخ الامم والملوک	محمد بن جریر طبری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالرحمٰن کیلانی	تیسیر القرآن	مکتبہ السلام، لاہور	2001ء
عبدالسلام ہارون	تهذيب سيرة ابن هشام	مكتبة السنة القاهرة	1989ء
احمد بن علی بن حجر عسقلانی	فتح الباری	دارالفکر بیروت	
مبشر حسین لاہوری	جہاد اور دہشت گردی	مبشر اکیڈمی لاہور	2003ء
محمد ارشد	دہشت گردی کی اصطلاح اور اس کے استعمال کا مسئلہ	دہلی	2001ء
محمد اسحاق قریشی	حضور اکرم ﷺ پیغمبر امن و سلامتی	مکتبہ زاویہ لاہور	1998ء
اسماعیل بن عمر ابن کثیر	تفسیر ابن کثیر	دارالسلام الریاض	1999ء
مسلم بن حجاج	صحیح مسلم	دارالسلام الریاض	2000ء
معین الدین ندوی	تاریخِ اسلام	شیخ بشیر اینڈ سنز لاہور	
ابوالاعلیٰ مودودی	الجہاد فی الاسلام	ادارہ ترجمان القرآن لاہور	1988ء
احمد بن شعیب النسائی	سنن النسائی	دارالسلام الریاض	2000ء

انسائیکلوپیڈیا

1. Encyclopedia of Britinnica, Ene, Britinnica. Ine, 1998.
2. Encycelopedia of Religion and Ethics, T&T Clark, New York, 1930.
3. Oxford Encyclopedia of the modern Islamic World, Oxford University Press: New York, 1995.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رب ذوالجلال نے انسان کو ہمیشہ نوازا۔ اپنے لطف و کرم کا نادیدہ ہاتھ کبھی نہیں کھینچا۔ بھٹکے ہوئے انسان پر ہمیشہ رحم فرمایا۔ اسے سیدھا راستہ دکھانے کے لیے یکے بعد دیگرے اپنے پیغمبر بھیجے۔ مگر انسان نے برگزیدہ رسولوں کو ہمیشہ دکھ دیا۔ ان کی سچی اور پکی باتیں کبھی نہیں مانیں۔ الا ماشاء اللہ گنتی کے چند حمایتیوں اور حواریوں کو چھوڑ کر سب گمراہی کی پگڈنڈیوں پر چلتے رہے۔ کوئی دل نہ تھا جو پاک پروردگار کی یاد میں بے قرار ہوتا۔ کوئی قدم نہ تھا جو اس کی طرف بڑھتا، کوئی آنکھ نہ تھی جو اس کی یاد میں آنسوؤں کی چند بوندیں ہی ٹپکا دیتی۔ اس بے وفائی پر اللہ بھی روٹھ گیا۔ جگہ جگہ سفاک اور ناپاک بادشاہ پیدا ہو گئے۔ وہ اپنی خدائی کا نقارہ بجانے لگے۔ اللہ کے بندوں کے پاؤں میں اپنی غلامی کی بیڑیاں ڈالنے لگے۔ یوں اللہ کی پاک زمین کفر اور شرک کی گندگی سے بھر گئی۔ جسدِ ہدایت زخمی ہو گیا۔ ظلم کی رات پھیلتی چلی گئی اور انسان ذلت و نامرادی کے غار میں گر گیا۔

مدتیں بیت گئیں۔ اللہ کو انسان کی مصیبتوں پر پھر رحم آیا۔ اس نے انسان کو پستی سے اُٹھانے اور اپنی بندگی کا سبق سکھانے کے لیے فخر انسانیت، امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو پیدا فرمایا۔ انھوں نے ہمیں یہ راز بتایا کہ انسان جب بھی گرا ہے اللہ کی بندگی چھوڑ کر گرا ہے اور جب بھی اُٹھا ہے اسی وقت اٹھا ہے جب اس نے اللہ کی اطاعت اختیار کی ہے۔

آیئے! یہ کتاب اسی اٹل ارادے سے پڑھیے کہ ہم ہمیشہ پیغمبر امن و سلامتی حضرت محمد ﷺ کے مبارک طریقوں کے مطابق زندگی بسر کریں گے اور موت کی سرحد تک اللہ رب العزت کی بندگی سے کبھی منہ نہ موڑیں گے

ع ...... بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ!

زیرِ اہتمام، امام بخاری یونیورسٹی سیالکوٹ
ناشر، مرکزی جمعیت اہل حدیث سیالکوٹ